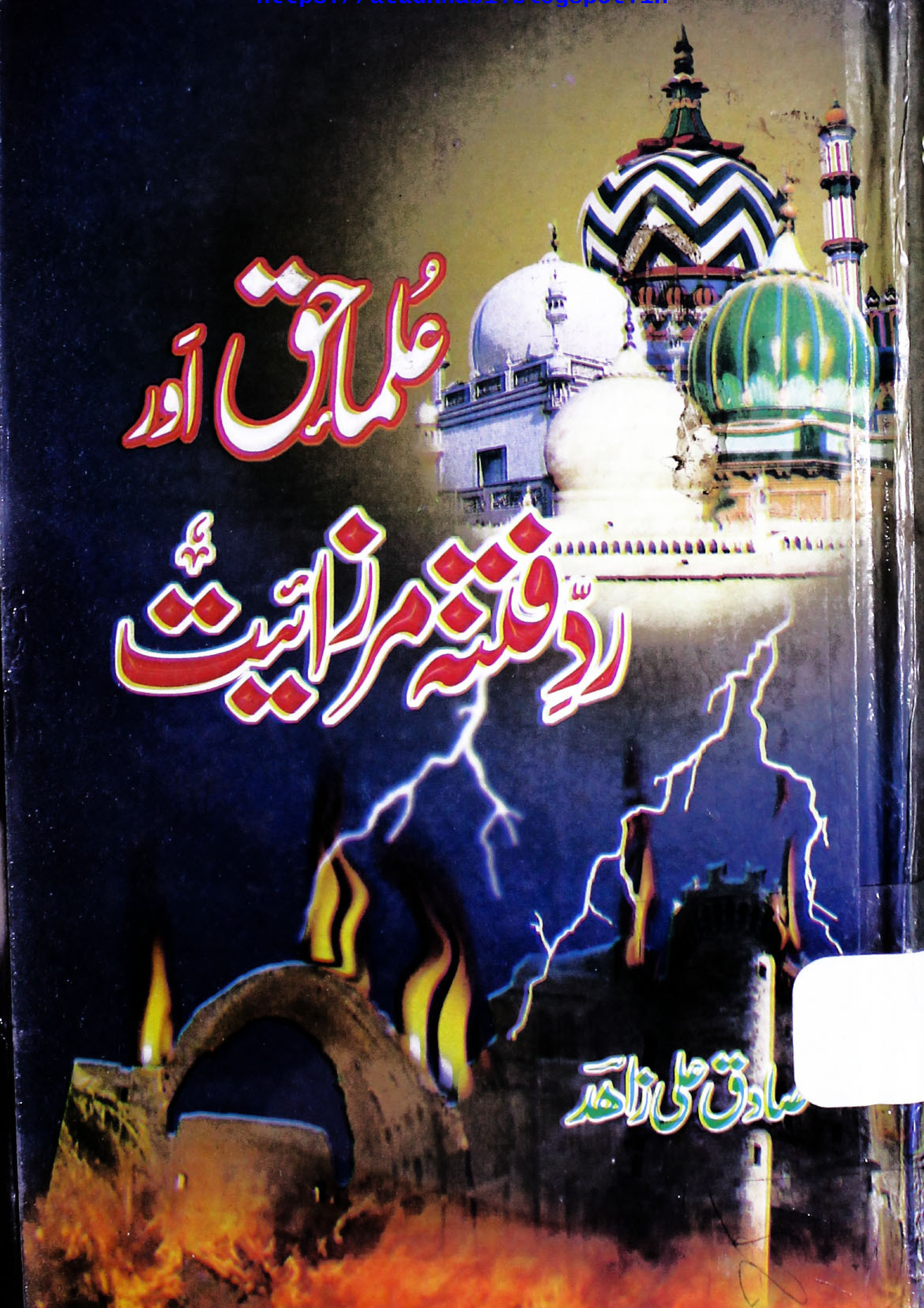

عُلماحق اور
ردِّ فتنہ مرزائیت
صادق علی زاہد

علماء حق اور ردِّ فتنہ مرزائیت

تحقیق و ترتیب

صادق علی زاہد

گنبدِ خضرا پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب۔ علمائے حق اور ردِ فتنہ مرزائیت

ترتیب و تحقیق۔ صادق علی زاہد

پروف ریڈنگ۔ محمد عاشق

کمپوزنگ۔ شبیر احمد شرقپوری

اشاعت اول۔ جنوری ۲۰۰۱

ناشر۔ گنبد خضرا پبلی کیشنز لاہور

قیمت۔ ۱۲۰ روپے

ملنے کا پتہ

(۱) ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

(۲) فاتح پبلشرز ۸۔اے یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 7231118

(۳) علم و عرفان پبلشرز ۔۹ لوئر مال عقب میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون ۷۳۵۲۳۳۲۔۰۴۲

(۴) ختم نبوت ریسرچ سینٹر مصری والا تحصیل ننکانہ فون ۶۹۱۰۳۸۔۰۴۹۴۱

(۵) مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منقبتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہ گوہر قلم

انتساب

ایک سیماب صفت مجاہد--------جو تنہا ایک لشکر کا کام کر رہا ہے۔

ایک پیکر عشق-------------جو قوت عشق سے قادیانیت کو تہہ و بالا کر رہا ہے۔

ایک نسیم سحر کا ٹھنڈا جھونکا--------جو خواب غفلت میں سوتے ہوئے افراد امت کو بیدار کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

ایک میر کارواں-------------جسکی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پر سوز ہے۔

ایک قلم کا جرنیل-------------جسکی حکمت عملی کے سامنے قادیانیت ننگی کا ناچ ناچتی ہے۔

ایک علم کا دریا-------------جسکی علمی ہیبت سے مرزا طاہر اور دیگر قادیانی تھر تھر کانپتے ہیں۔

ایک عمل کا بحر متلاطم-----------جسکی عملی کاوشوں کی بدولت قادیانیت کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی۔

ایک بے مثال خطیب----------جو کبھی باد صبا کا جھونکا ہے تو کبھی رعد کی کڑک ہے۔

ایک شاہ دماغ-------------جس نے ننکانہ میں بیٹھ کر ربوہ و قادیان کا انجر پنجر ہلا کر رکھ دیا۔

تحفظ ناموس رسالت کے لئے ایک بلند آواز اور قادیانیت کے لئے ایک لپکتا شعلہ

جناب محمد متین خالد کے نام

وہی جواں ہے قبیلہ کی آنکھ کا تارا
شباب ہو جسکا بے داغ ضرب ہو کاری

فہرست

فرمایا تاجدارِ ختمِ نبوّت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

- میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری اُمّت ہو۔ (ابنِ ماجہ)
- میں پیدائش میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں۔ (کنز العمال۔ جلد ۶ ص ۱۱۲، ابنِ کثیر جلد ۸ ص ۸۹)
- میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت آخری نبی لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام گندھی ہوئی مٹی کی حالت میں تھے۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)
- میں اس شخص کا بھی رسول ہوں جس کو میں زندگی میں پا لوں اور اس شخص کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوگا۔ (کنز العمال، خصائص کبریٰ)
- قریب ہے میری اُمّت میں تیس جھوٹے دجّال پیدا ہونگے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبییّن ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (صحیح مسلم)

کلمات تحسین

ازمجاہدتحریک ختم نبوت سابق وفاقی وزیروسنیٹر مولاناعبدالستارخان نیازی مدظلہ العالی

زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ کے احکام پہنچانے کے لئے اس کے آخری بلاواسطہ نائب خاتم النبین ﷺ ہیں ۔اسلام ان کے احکام' اعمال اور روایات حدیث وسنت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبے کے لئے قطعیتِ فرامین کتاب (قرآن) کے بعد دوسرا واجب التعمیل مآ خذ اور واسطہ اقتدار ہے۔جو شخص ختمیت احکام رسالت کے مقام ومرتبہ کو نہیں سمجھتا اس کے ایمان میں خلل ہے' ملت اسلامیہ کا وجود حضور ﷺ کی خاتمیت پر خلوص دل کے ساتھ ایمان واعتقاد کا درجہ رکھتا ہے۔بقول اقبال ؎

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ زاحسانِ خدا است
پردۂ ناموسِ دین مصطفیٰ ﷺ است

بناء بریں تحریک پاکستان میں ہماری قومیت کی بنیاد عشق واطاعت رسولؐ کی پابندی ہے منکرین ختم نبوت کی گمراہی اور ضلالت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر مسلمان مقام مصطفیٰؐ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کے لئے سردھڑ کی بازی لگادے۔

جن لوگوں نے اس موضوع پر تحریر وتقریر کا جو کام کیا ہے وہ ان کے لئے دنیا میں عزت وعظمت اور وقار کا باعث اور آخرت میں نجات کا ضامن ہوگا۔حکیم الامت نے اسی جذبے کے پیش نظر ارشاد فرمایا ہے۔

بمصطفیٰؐ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اگر توحید تلوار ہے تو اس کی کاٹ رسالت ہے

لَا اِلٰہَ تیغ و دمِ او عبدُہٗ
فاش تر خواہی بگو ھُوا عبدہٗ

ہزار ہا لوگوں نے عقیدہ خاتمیت پر بہت کچھ لکھا ہے چونکہ تا قیامِ قیامت حضور ﷺ تمام اُمم وانبیاء کے شاہد ہیں، اس لئے یہ سلسلہ عالیہ ختم نہیں ہوسکتا۔

عزیزمی صادق علی زاہد نے '' علماءِ حق اور رد فتنہ مرزائیت '' کے عنوان سے جو تحریر کیا ہے قابل قدر ہے اور وقت کی ضرورت ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بقول اقبال

رونق از ما محفل ایام را
اُو رسل را خاتم ما اقوام را

اسے ملت کے لئے باعث رونق بنائے۔(آمین)



محاسبہ قادیانیت کا نیا پہلو

تحریر: علامہ سید شبیر احمد ہاشمی

برصغیر کو بہت سے فتنوں نے گھیرا جن کی لمبی اور تکلیف دہ تاریخ ہے۔ سکھا شاہی اور میر جعفر و میر صادق جیسے غداروں کا وجود بھی اس سرزمین کا ایک المیہ ہے۔ اور جلال الدین اکبر کا دین الٰہی بھی اسی سرزمین کی پیداوار ہے۔ مگر ان تمام فتنوں میں انتہائی مہلک، تباہ کن، شرمناک اور سب سے زیادہ قابل لعنت و ملامت فتنہ قادیانیت ہے۔ اس فتنہ نے عقیدہ اور نظریہ کو تاخت و تاراج کیا اور اسلامی وقار و عظمت کا جو پرچم یہاں کے مسلمانوں نے صدیوں سے بلند کر رکھا تھا اسکو نیچا کرنے میں قادیانیت نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اس وقت برصغیر میں اسلام کے دو بڑے دشمن انگریز اور ہندو تھے۔ انگریزوں کے پاس سیاسی اور ہندو کے ہاتھ میں معاشی اقتدار تھا۔ انگریز نے سنی حنفی حکومت ختم کر کے انگریزی استبداد مسلط کیا۔ علمائے حق نے اپنے خون سے حریت کی تاریخ رقم فرمائی۔ تاریخ کی جبیں پر کندہ ہے کہ قائد تحریک آزادی حضرت علامہ امام فضل حق خیر آبادی کا لاشہ جیل سے باہر آیا۔ عاشق رسول مولانا کفایت علی کافی کا یہ نعرہ پھانسی کے تختے پر بھی گونجا کہ

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

الغرض مسلمانان برصغیر اور علمائے ربانی حنفی سنی علماء مجتہدین اور مفتیان اسلام نے اپنی قوت ایمانی سے انگریز کی استعماری قوت اور ہندو کے معاشی دجل کا فیصلہ کن مقابلہ کیا۔ اور جفا و جور کی آندھیوں میں چراغ عشق رسول کو فروزاں رکھا۔ مصائب و آلام کے پنجے مروڑے اور ہر حال میں پرچم محبت رسول ﷺ کو بالا رکھا۔ مگر ۱۸۴۰ء کو ہندوستان کی بدقسمتی کا سال کہنا چاہئے کہ اسمیں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان میں مغل برلاس قوم کے ایک شخص مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر ایک شقی ازلی بچہ پیدا ہوا جس کا نام غلام احمد رکھا گیا۔ اس شخص نے اپنے شعوری دور میں پہنچتے ہی شمع اسلام کو بجھانے کے لئے فرعون، نمرود اور ابوجہل سے کئی ہزار گنا زیادہ ناپاک سازش کی۔ اسے انگریزی استعمار نے اپنے پودے کے طور پر کاشت کیا۔ ہندو اور انگریز نے اپنے سرمائے کے پانی سے اسکی مسلسل آبیاری کی۔ اس بدبخت نے ختمی مرتبت، مالک کونین، سید دارین، آقائے ثقلین، سرکار دو جہاں ﷺ فداہ ابی و امی کے قصر

ختم نبوت میں نقب لگانے کی ناپاک سازش کی۔ اصل میں اسکا یہ عمل مسلمانوں کا تشخص مٹانے اور اسلامی امتیاز کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے تھا۔

اس بنا پر آنجہانی 'ملعون قادیانی نے دعوے مسیحت اور بعد ازاں دعوئے نبوت سے اسی ایجنڈے پر کام کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ اس نے برملا کہا کہ قادیان (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مکہ اور مدینہ سے افضل ہے۔ اور میں (معاذ اللہ) حضور پرنور علیہ السلام کا بروزِ کامل ہوں۔ اس نے تنسیخ جہاد کا فتویٰ بھی دیا اور دوقومی نظریہ کی بجائے متحدہ قومیت کا ڈھونگ رچایا۔ قادیانی کی اس غدارانہ سوچ نے ابو جہل' ابولہب اور دیگر دشمنانِ اسلام کی روحوں کو بھی شرما دیا۔ 1840ء میں یہ رسوائے زمانہ شخص پیدا ہوا اور 26 مئی 1908ء کو فی النار ہوا۔ اس عرصہ کو ہندوستان کی بہت بڑی بدقسمتی ہی کہا جائے گا۔ لیکن اس پر یہ بھی رب ذالجلال کی قدرت کا انوکھا اظہار ہے کہ سرمائے سے لیس قلم وقرطاس سے آراستہ' پروپیگنڈہ کی تمام راہوں سے آشنا ہندو اور انگریز کی تمام تر قوتوں سے پروان چڑھنے والے فتنے کا بندگان مصطفےٰ علیہ السلام' درویشانِ خدامست' درھم ودینار کے سرمائے سے تہی دست مگر قوت ایمانی کے کوہ ھائے البرز' عظم واستقلال' ہمت وجرأت' حق گوئی اور بے باکی اور استقامت واستدلال سے آراستہ وارثان عشق رسول فدایانِ جمالِ حسنِ ازلی علمائے حق اہل سنت نے اس کا قلندرانہ جرأتوں مستانہ ولولوں اور تاریخ ساز جذبوں سے بھر پور مقابلہ کیا۔ جہاں وہ انگریز کا منہ زور فتنہ تھا وہاں حضور سرکارِ مدینہ کے مستانوں کا منہ توڑ مکا مسلسل اس کے جبڑوں پر برستا رہا۔ زیر نظر کتاب اور ''علمائے حق اور رد فتنہ مرزائیت'' اسی زہرہ گداز جاں سوز اور تاریخ ساز داستانِ استقامت کا ایمان افروز تذکرہ ہے۔ جس شدت سے قادیانی فتنہ اٹھا اسی شدت سے علمائے اہل سنت نے اس کا مقابلہ کیا زیرِ نظر کتاب کے مصنف جناب صادق علی زاہد صاحب میرے نزدیک سنی تاریخ کا عظیم ولولہ ہیں کہ انہوں نے تاریخ کی کرچیاں سنیوں کی غفلتوں کے صحراؤں سے جمع کر کے قابلِ فخر محنت کی ہے عزیز محترم صادق علی زاہد سلمہ اللہ کو سلام عقیدت پیش کرتا ہوں کہ جو کام مجھ جیسے نام نہاد رئیس التحریر کو کرنا چاہئے تھا وہ ایک دھان پان گوشہ نشین شہرت' صحافت اور نام ونمود سے دور ایک ایسے نوجوان نے کیا جسے نہ تو دعویٰ فتویٰ وتقویٰ ہے نہ ہی پندارِ قلم وقرطاس ہے بلکہ وہ ضلع شیخوپورہ کے ایک دور دراز گاؤں میں رہ کر اس ذوق کی خوشبو سینہ قرطاس پر پھیلا رہا ہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۴۰ ایسے علمائے ربانی کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی تحریر و تقریر اور جہد وعمل سے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت فرمائی اور اپنی فکر علمی اور سماجی وسیاسی صلاحیتوں کو بے دریغ صرف کرتے ہوئے قادیانی دجل وفریب کے ہر گوشے کو نمایاں کیا۔ ان پاکانِ امت میں مبلغ اعظم

حضرت مولٰنا عبدالعلیم صدیقی غازی کشمیری علامہ سید ابوالحسنات قادریؒ تاجدار قلم و قرطاس حضرت مولٰنا کرم الدین دبیر جہلمی مبلغ ختمِ نبوت حضرت مولٰنا نواب الدین رمداسی' ستکوہی فاتح ریفرنڈم سرحد مولٰنا عبدالحامد بدایونی' واقفِ اسرار قادیانیت حضرت مولٰنا ظہور احمد بگوی قائدِ اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی، مجاہد ملت مولٰنا عبدالستار خان نیازی' مفسرِ قرآن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسے اکابرین علم و دانش کی استیصالِ قادیانیت کے بارے میں زریں خدمات کو بڑی جدوجہد اور کاوش سے جمع کرنے کا شرف ایک زاہد ہی کو ہوسکتا ہے اور وہ جناب صادق علی زاہد نے کرلیا ہے۔ میں نے کتاب کے کمپوز شدہ مسودہ کو مختلف مقامات سے کھنگالا ہے۔اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سنی ادب میں یہ کتاب باقاعدہ کتاب کی صورت میں بارش کا پہلا قطرہ ہے۔خدا کرے اس کتاب کی اتباع میں محققین اہلسنت باقاعدہ کام کریں تو ہماری تاریخ کی گمشدہ جھلکیاں اکٹھی کی جاسکتی ہیں۔عزیز موصوف نے جن علمائے اہلسنت کو دورِ حاضر میں بریلوی کہا جاتا ہے انکی پاکیزہ سوانحات میں سے ردِ قادیانیت سے متعلق انمول برخے جمع کیے ہیں۔میں ان کی محنت پر اکثر حیران ہوا ہوں مثلاً اہلسنت کے بزرگ عالم دین مناظر اور صاحب قلم حضرت مولٰنا کرم الدین دبیرؒ جن کے صاحبزادے مشہور دیوبندی قائد قاضی مظہر حسین چکوالی ہیں کی خدمات کو بڑی عرق ریزی سے جمع کیا گیا ہے۔مولٰنا کرم الدینؒ کے بیٹے نے تاریخ اور حقائق کو بیچ چوراہے کے بڑی سنگ دلی سے ذبح کیا ہے انکی قادنیوں کے بارے میں مثبت خدمات کو تو سلیقے سے جمع نہیں البتہ مرحوم کے اعتقادی انحراف کے لئے کارخانہ کذب وزورِ چکوال کے ہجرے میں قائم کر دیا ہے اور انکو معاذ اللہ دیوبندی ثابت کرنے کے لئے کذب و افتراء کا طومار باندھا ہے۔مجھے خوشی ہوئی ہے کہ صادق علی زاہد صاحب نے انکو ڈھونڈ نکالا ہے اور سینہ قرطاس پر پھیلا دیا ہے۔حضرت مولٰنا عبدالحامد بدایونیؒ بھی انہی بزرگوں میں سے ہیں جو قادیانیت کے بارے میں گہری اور حقیقی معلومات رکھتے تھے۔انہوں نے علمائے بدایوں' علمائے بریلی' علمائے کچھوچھا' علمائے مارہرہ علمائے رامپور کو ساتھ لے کر قادیانی تابوت میں تحقیق کی میخ گاڑ دی انکے اس سمندر سے کچھ موتی میرے اس باہمت عزیز نے جمع کیے ہیں اور اس کتاب کا سرمایہ بنا دیا ہے۔قادیانی فتنہ کے تعاقب میں جن بزرگوں نے مجھ پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں ان میں غوث الاسلام والمسلمین حضرت علامہ بحر العلوم پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور مجاہد امت محمدیہ شارح عقیدۂ اسلاف' ناشر سنیت' حضرت مولٰنا نواب الدین ستکوہیؒ ہیں موخر الذکر بزرگ چشتی نظامی سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت شاہ سراج الحق کرنالوی کے خلیفہ مجاز تھے۔یوں حضرت محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولٰنا سردار احمد قادری رضویؒ

کے پیر بھائی تھے مولٰنا نواب الدین ستکوی کو یہ شرف حاصل ہے کہ جس دن مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کی ہفوات بکیں اس سے تیسرے دن بعد اس کی مسجد میں جسے مرزا قادیانی نے مسجدِ اقصیٰ کا نام دے رکھا تھا اس سے مناظرہ کیا۔ قادیان میں تین طبقے آباد تھے۔ مسلمان' قادیانی اور ہندو و سکھ۔ مسلمان جتنے بھی تھے انکی اکثریت مولٰنا ستکوہی کی مرید تھی۔ اس طرح مولٰنا نواب الدین ستکوہیؒ نے عقیدۂ ختم نبوت کے اولین محافظ کا مقام حاصل کیا مجھے حیرت انگیز خوشی ہوئی ہے کہ محترم صادق علی زاہدؔ نے انکے بارے میں بکھری معلومات کو یکجا کیا ہے۔ صادق علی زاہدؔ صاحب نے قایدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے بارے میں پر مغز اور معلوماتی تعارف قلمبند کیا ہے مثلاً ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جب مولٰنا شاہ احمد نورانی نے مجیب الرحمٰن اور یحیٰی خان سے مذاکرات کیے تو ان میں پہلا بنیادی نکتہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تھا۔ حالانکہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مشرقی پاکستان کے لئے شیخ مجیب الرحمٰن کو دو تہائی اکثریت ملی تھی۔ اس سے آئندہ ممکنہ حکومت بنانے کے لئے مفتی محمود اور جناب پروفیسر غفور نے بھی مذاکرات کیے تھے لیکن قادیانی مسئلہ اٹھانے کا شرف صرف امام شاہ احمد نورانی کو حاصل ہوا۔ محترم مصنف نے جسٹس منیر کی ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ کو بھی اپنے مآخذ میں شامل کیا ہے خواجہ ناظم الدین سے دینی جماعتوں کی آل پارٹیز میٹنگ میں مولٰنا شاہ احمد نورانی کا ذکر واضح الفاظ میں موجود ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس وقت مشرقی پاکستان الگ ہوگیا تو اس کی تحقیقات کے لئے جسٹس حمود الرحمٰن کی سربراہی میں ایک مشن مقرر ہوا تھا۔ اس میں مولٰنا شاہ احمد نورانی نے بھی بیان دیا تھا اس وقت تک انجانی مصلحتوں کے تحت حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو شائع نہیں کیا گیا جس دن یہ رپورٹ شائع ہوگی امام نورانی کے وہ نورانی حقائق منظر عام پر آئیں گے جس میں آپ نے کمیشن کو مطمئن کیا ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے ذمہ دار صرف قادیانی ہیں۔ کیونکہ قادیانی یہودی اور ہندو سے بھی بدتر اسلام دشمنی کا کردار ادا کرتے ہیں چونکہ ایم ایم احمد اور دیگر قادیانی بجٹ سازی اور منصوبہ بندی کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان میں معاشی افراتفری پیدا کرے قائداعظم کے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ غرضیکہ مولٰنا نورانی سمیت تمام علمائے اہلسنت کی قادیانیت سے متعلق آئینی سیاسی و علمی خدمات کو شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب قادیانیوں کے خلاف اہلسنت کی نورانی تاریخ کا انمول ہیرا ہے آیئے مل کر نعرہ لگائیں ختم نبوت زندہ باد۔ صادق علی زاہد زندہ باد۔

طوفانی پہاڑی دریا

جب میں اس کے آہنی اور مستحکم ارادوں کو دیکھتا ہوں......

جب میں اس کے طوفانی جذبوں اور آتش فشاں ولولوں کو ملاحظہ کرتا ہوں......

جب میں اس کے ستاروں پہ کمندیں ڈالتے عزم پر غور کرتا ہوں......

تو مجھے وہ طوفانی، جفاکش اور جنونی پہاڑی دریا یاد آ جاتا ہے۔

وہ دریا جب اپنے آغاز سے روانہ ہوتا ہے تو وہ دشوار گزار رستوں سے لڑتا جھگڑتا...... پتھروں سے سر پٹختا...... چٹانوں سے سر ٹکراتا...... جھاگ اڑاتا اور لہریں اچھالتا اپنی منزل کی جانب بھاگا چلا جاتا ہے۔ اس کا بھاؤ اتنا خوف ناک اور اس کی آواز اتنی ہولناک ہوتی ہے کہ کوئی اس کے دامن میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کرتا...... جہاں اس کا راستہ تنگ ہوتا ہے وہاں وہ اپنی طوفانی رفتار کو مزید تیز کر دیتا ہے...... جہاں اس کے راستے میں جتنا بڑا پتھر آتا ہے وہ اسے اتنی ہی قوت سے پھلانگتا ہوا عبور کر جاتا ہے......!!!

اس کی منزل میدانی علاقہ ہوتی ہے...... وہ بپھرے ہوئے چیتے کی طرح اس شان سے سفر طے کرتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچتا ہے کہ منزل بھی مرحبا مرحبا پکار اٹھتی ہے۔ میدانی علاقوں میں پہنچ کر وہ فاتح دریا سکون سے بہنا شروع کر دیتا ہے...... پھر اس سے نہریں نکالی جاتی ہیں جن سے کھیت سیراب ہوتے ہیں...... باغات کو سامان زندگانی ملتا ہے...... گلستان مہکتے ہیں...... کلیاں مسکراتی ہیں...... غنچے چٹکتے ہیں...... پھول کھلتے ہیں...... فصلیں لہلہاتی ہیں...... پھلوں سے لدی ڈالیاں جھولتی ہیں...... اس دریا پر ڈیم بنائے جاتے ہیں...... بجلی گھر تعمیر ہوتے ہیں...... بجلی سے کارخانے چلتے ہیں سڑکیں روشن ہوتی ہیں گلیاں منور ہوتی ہیں گھر جگمگا اٹھتے ہیں......!!!

ایک بہادر، جفاکش، پرعزم دریا کیا کیا انقلاب برپا کر دیتا ہے کہ حیات انسانی میں ایک بہار آ جاتی ہے

صادق علی زاہد ایک پرعزم، طوفانی اور جنونی دریا ہے جس نے اپنے عشق کے سفر کا آغاز ضلع شیخوپورہ تحصیل ننکانہ کے ایک دور افتادہ اور پسماندہ گاؤں ''مصری والا'' سے کیا اس کے راستے میں غربت کے کانٹے تھے...... اس کے پاؤں میں غم روزگار کی زنجیر تھی...... شیطان کے وسوسوں کی جھاڑیاں

تھیں...... اپنوں کے عدم تعاون کے پہاڑ تھے...... قادیانی دھمکیوں کی چٹانیں تھیں ...... اسے لمبی مسافتیں طے کرنا تھیں...... اسے کتب خانوں کی تلاش تھی...... اسے لائبریریوں تک پہنچنا تھا...... اسے علماء سے ملنا تھا...... اسے مجاہدین ختم نبوت سے ملاقاتیں کرنا تھیں...... اس کے پاس وسائل نہیں تھے لیکن اس کے پاس قوت عشق تھی...... وہ قوت عشق سے اس دھج سے جھوم کر اپنی منزل کی جانب لپکا کہ ہر رکاوٹ کو بہاتا' لڑھکاتا' پنچاتا اپنے ساتھ لے گیا منزل پر پہنچ کر عشق کا پرچم گاڑ کر یہ اعلان کر دیا

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

صادق علی زاہد نے منزل پر پہنچ کر ملت اسلامیہ کی خدمت میں ''علمائے حق اور ردِ فتنہ مرزائیت'' ایسی عظیم الشان اور تاریخ ساز کتاب کا تحفہ پیش کیا جو چار سو صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب عشق رسول اور عشق ختم نبوت کا ایک متلاطم دریا ہے...... جس سے ہزاروں نہریں نکلیں گی پھر کتنے دلوں کی وادیاں سیراب ہونگی...... کتنے قلوب کی زمینیں شاداب ہونگی...... محبت رسول کے کتنے باغ مہکیں گے...... عشق رسول کی کلیاں مسکرائیں گی...... غیرت رسول کے غنچے چٹکیں گے...... عظمت رسول کے پھول کھلیں گے...... ختم نبوت کی بادنسیم گلوں سے کھیلے گی...... ایمان کی خوشبو پھیلے گی اور عندلیبان چمن تحفظ ناموس رسالت کے گیت گائیں گے...... جب اس طغیانی پبا کیئے دریا پر ڈیم بنیں گے بجلی گھر تعمیر ہونگے...... تو ایمان کی بجلی پیدا ہوگی...... جس سے شہر' قصبے اور گاؤں روشن ہونگے...... بازار منور ہونگے...... گلیاں چمکیں گی...... گھر جگمگائیں گے...... ہر طرف ختم نبوت کی روشنی سے چمک دمک ہوگی...... جس سے کفر کے اندھیرے سرپٹ بھاگیں گے...... ارتداد کے بھوت نو دو گیارہ ہونگے...... ایمان کے شکاری دم دبا کر فرار ہونگے...... قادیانی دجل و تلبیس کی بساط لپیٹ دی جائے گی...... جھوٹی نبوت کا کالا منہ اور مکروہ خدوخال دیکھ کر ہر کوئی اس کے منہ پر تھوک دے گا۔ اس کتاب میں صادق علی زاہد قاری کی انگلی تھام کر اس کی ملاقات مجاہدین ختم نبوت' شہیدان ختم نبوت اور علمائے تحفظ ختم نبوت سے کراتا ہے۔ وہ انہیں عشق کی داستانیں سناتا ہے...... وہ انہیں جنوں کی حکایات سناتا ہے...... وہ انہیں گلیوں اور بازاروں میں مجاہدین ختم نبوت کے جلوس دیکھاتا ہے...... خطیبوں کی شعلہ نوائیاں سناتا ہے...... وہ انہیں سڑکیں دکھاتا ہے جو شہیدان ختم نبوت کے خون سے لالہ زار ہیں...... وہ انہیں زندان دیکھاتا ہے جہاں غازیان تحریک ختم نبوت جرم عشق رسول میں مقید ہیں اور سنت یوسفی ادا کر رہے ہیں...... وہ انہیں عدالت کے ایوانوں میں مجاہدین ختم نبوت کا نعرہ حق سناتا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے صادق علی زاہد اس وقت کے علماء کی بہادری' مشائخ کی دلیری' پیران عظام کی جانثاری' ادیبوں کی غیرت' خطیبوں کی حمیت' صحافیوں کا عشق' طلباء کی فنایت اور عوام الناس کی قربانیاں دکھانے کے بعد آج کے ان طبقات سے پوچھتا ہے کہ تم نے تحفظ ختم نبوت کے لئے کیا کیا؟ تم نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے کیا کیا؟ شاہراہ عشق کے مسافروں کے نقوش پا تمہیں صدا دے رہے ہیں کہ چلے آؤ یہی صراط مستقیم ہے......یہی صراط جنت ہے......اسی رستے پہ اللہ ملتا ہے......اسی رستے پہ اللہ کا حبیب ملتا ہے۔ صادق علی زاہد نے بھی یہ عظیم کتاب لکھ کر پوری ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کیا ہے آیئے اس عظیم موقع پر میں بھی اسے سلام عقیدت پیش کرتا ہوں آپ بھی کریں میں بھی اسے سلوٹ کرتا ہوں آپ بھی کریں۔

دوستوں میں اپنی چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ اس عظیم موقع پر صادق علی زاہد کسی بلند سٹیج پہ کھڑا اپنے دائیں ہاتھ میں یہ کتاب لہراتا ہوا ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے!

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

آؤ دوستو! یہ روشنی سمیٹ لیں اپنے دامن میں سمیٹ لیں......اپنے قلوب میں سمیٹ لیں......اپنے دماغ میں سمیٹ لیں......اپنی روح میں سمیٹ لیں......کیونکہ اسی روشنی سے ہماری قبر ضوفشاں ہوگی اور یہی روشنی حشر کے میدان میں چراغ راہ ہوگی۔

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت
محمد طاہر عبدالرزاق لاہور
۲۰ فروری ۲۰۰۱ء
۲ بجے شب

آغازِ سخن

اگست ۱۹۹۶ء میں جب میری پہلی کتاب ''عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت'' طبع ہو کر منظر عام پر آئی تو اس کے موافق و مخالف آراء و تبصرے آنے لگے۔ میرے استادِ محترم جناب پروفیسر قاری محمد نصر اللہ معینی صاحب (اللہ آپ کا سایہ تا دیر سلامت رکھے) نے کتاب کا مطالعہ فرمانے کے بعد ایک مجلس میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ''کتاب ہر لحاظ سے اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ لیکن ایک بات کی میں نے کمی محسوس کی ہے کہ علمائے اہل سنت کی ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ سُنّی اکابرین کے ساتھ زیادتی ہے'' مجھے آپ کی بات بہت مناسب بلکہ انتہائی اہم معلوم ہوئی اور میں نے وہیں بیٹھے آپ سے وعدہ کر لیا کہ علمائے اھل سنت کو نظر انداز کرنے کے کفارا کے طور پر انشاء اللہ ایک علیحدہ اور جامع کتاب لکھ دونگا۔ آپ حسب سابق دعا فرماتے رہا کریں۔

اگلے ہی دن اللہ تعالیٰ نے جناب پروفیسر شبیر حسین شاہ زاہد صاحب سے ملاقات کا سبب پیدا فرما دیا۔ ان سے نئے موضوع پر کتاب لکھنے کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس دور میں انتہائی اہم کام ہے آپ اللہ کا نام لے کر آغاز فرما دیں انشاء اللہ کامیابی نصیب ہوگی۔

ستمبر ۹۶ء میں کام کا آغاز کر دیا۔ جوں جوں میں تحقیق کرتا گیا حیران و ششدر بھی ہوتا گیا اور شرمندگی بھی چھاتی رہی ہے۔ حیرانگی اس بات پر کہ علمائے اھل سنت نے قادیانیت کا ہر محاذ پر اس طرح مقابلہ کیا کہ اسے بھاگنے اور منہ چھپانے کی جگہ بھی نہ مل سکی اور شرمندگی کی وجہ اپنے محسن اکابرین کی ذات و خدمات کا عام نہ ہونا تھا۔ اپنی کم مائیگی اور بے ہمتی کے باوجود میں نے حسب توفیق کام جاری رکھا۔ دو سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ پہلی جلد تیار کر سکا ہوں اکابرین اھل سنت کے احوال و خدمات اکٹھی کرنے کے سلسلہ میں دیگر مشکلات کے علاوہ کم و بیش دس ہزار کلومیٹر کا فاصلہ مجھے اندرونِ پنجاب ہی طے کرنا پڑا ہے۔ اکثر تو دور دراز کا سفر طے کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ معلومات میسر آ گیں مگر چند دفعہ ایسے واقعات بھی ہوئے کہ میں سینکڑوں میل فاصلہ طے کر کے مطلوبہ منزل پر پہنچا تو جس شخصیت کے

بارے میں معلومات درکار تھیں اس کیسے ورثا ءجاننے والوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کرنا کام واپس آنا پڑا۔

علماء ومشائخ کا مقدس گروہ نہایت نامساعد اور حوصلہ شکن مراحل میں بھی پرچم اسلام بلند کرنے میں کوشاں رہا ہے۔ یہ علماء ومشائخ ہی کا نورانی گروہ تھا جنہوں نے دین اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا قلع قمع کیا۔ گاندھی کی شاطرانہ چالوں کو ناکام بنایا۔ شدھی کی تحریک کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ جہاد کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نظریہ پاکستان کے لئے پیش پیش رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تحریک ختم نبوت کے لئے متاع زیست کو وقف کر دیا اور حقیقتاً اسلام میں یہی وہ مرکزی مسئلہ ہے جس کے گرد جملہ مسائل (دینی و دنیوی) طواف کرتے نظر آتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے مسئلہ ختم نبوت کے تارو پود بکھیرنے کی مکروہ سازش کی تو علماء اہل سنت نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا تعاقب کیا۔ ہر چند فتنہ مرزائیت کے استیصال کے لئے علماء اہلسنت و جماعت کی خدمات جلیلہ کا احاطہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاہم اپنی بساط کے مطابق اکابر اہلسنت و جماعت نے ردمرزائیت میں جو کردار انجام دیا' اس کی ہلکی سی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

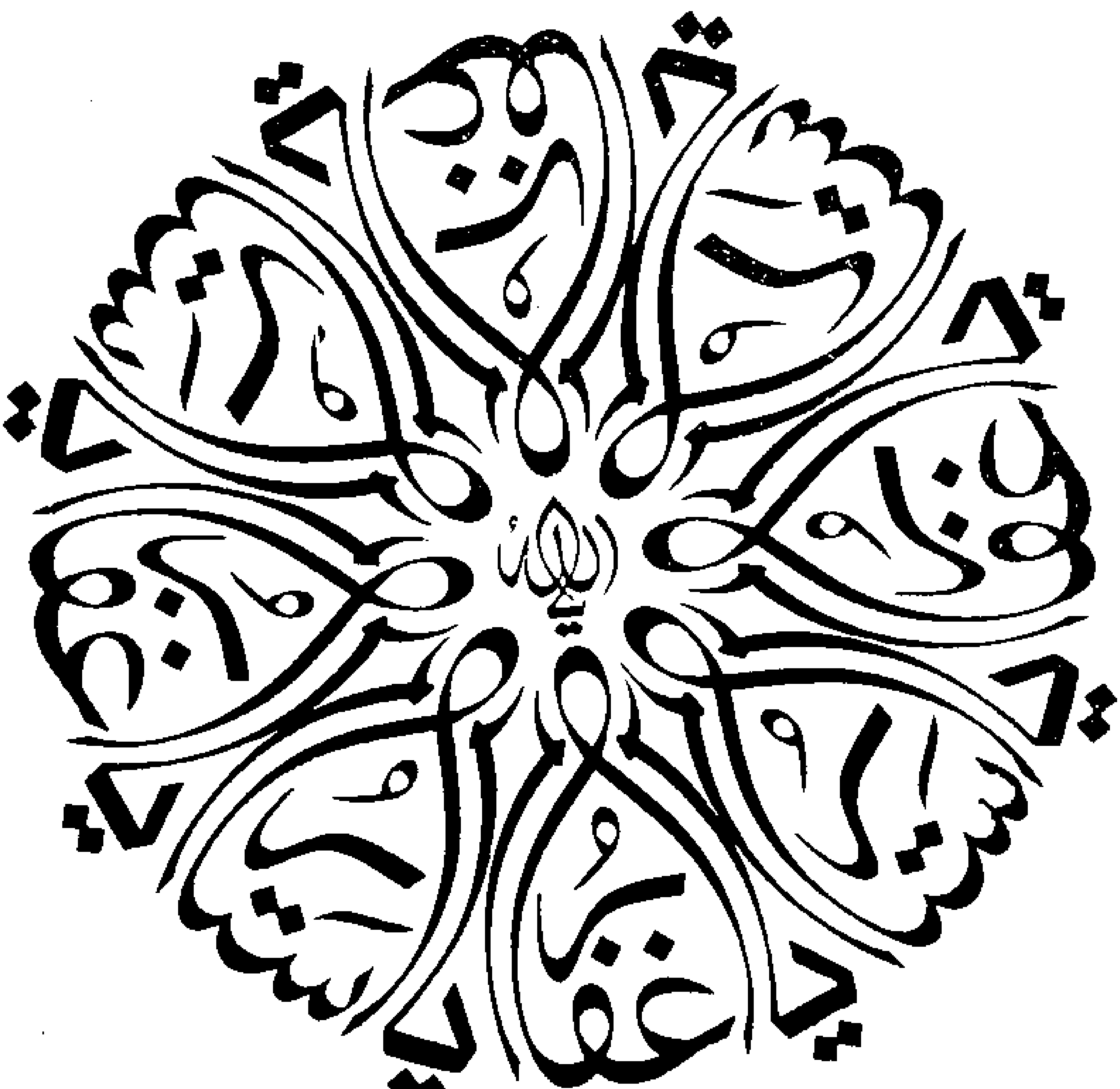
کتاب کی جمع تدوین میں میرے سب جاننے والے صاحب علم افراد نے مقدور بھر میری حوصلہ افزائی کی ہے مگر حکیم اھل سنت محمد موسیٰ امرتسری' جناب مفتی محمد شفیع (مکتبہ ہجویریہ لاہور) جناب محمد متین خالد' جناب محمد طاہر رزاق' جناب سید شبیر احمد ہاشمی (پتوکی) جناب شبیر احمد شرقپوری' جناب محمد بوٹا اثر انصاری' جناب مولٰنا محمد خاں صاحب حافظ آبادی' جناب محمد عاشق صاحب شبیر حسین زاہد اور جناب نورالزمان اویسی صاحب نے جو احسانات اس ناچیز پر کئے ہیں وہ تو میں ساری زندگی بھلا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ میرے سب احباب خصوصاً مذکورہ بالا محسنوں کو دین ودنیا میں اپنی رحمت وبرکت اور شافع محشر کی شفاعت سے لطف اندوز کرے۔

مستقل کتاب کے آغاز سے پہلے میں نے چند صفحات عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کے تعارف وتعلیمات وغیرہ کے بارے میں تحریر کئے ہیں۔ اکابرین اھل سنت کی خدمات

مطالعہ سے پہلے ان صفحات کو ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ اس طرح اکابرین اھل سنت کی خدمات جلیلہ کی اہمیت آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گی۔

مطالعہ کتاب کے بعد اپنے تاثرات سے ضرور آگاہ فرمایئے گا۔ نیز دیگر اکابرین اہل سنت جن کا تذکرہ ھنوز میں نہیں کر سکا اگر آپ کے علم میں ہوں تو مجھے آگاہ کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے تاکہ ان کا ذکرِ خیر بھی آئندہ جلد دوم یا جلد سوم میں کر دیا جائے۔

صادق علی زاھد
مصری والا تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ
Ph:04941-691038



ردقادیانیت کے سلسلہ میں مجاہدین اہلسنت کی خدمات کا اجمالی تعارف

علمائے اہلسنت نے قادیانیت کے آغاز کے ساتھ ہی اس کا بھرپور اور دندان شکن رد فرمایا۔ یہ محض فضل ربانی اور علمائے حق کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ قادیانیت اتنے مالی وسیاسی وسائل ہونے کے باوجود صرف محدود علاقوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ ذیل میں ردیف وار علمائے حق کے نام اور ردقادیانیت کے سلسلہ میں انکی تحریری خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔ ابرہیم چوہدری، مولنٰا محمد

ردمرزا قادنی

2۔ احمد رضا خان، مولنٰا

۱۔ القالفۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ والمکفرہ ۲۔ السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب ۳۔ جزاالله عدوہ باباہ ختم نبوۃ ۴۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر المین ۵۔ رسالہ باب العقائد والکلام ۶۔ المبین ختم النبیین ۷۔ الجرزالدیانی علی مرتد قادیانی ۸۔ المستند بنا نجاالابد (مولنٰا فضل رسول بدایونی کی کتاب پر حاشیہ جس میں گمراہ فرقوں کی تردید کی گئی ہے) ۹۔ آپ کے بے شمار نادرونایاب فتاویٰ جات جو مختلف تصانیف میں موجود ہیں۔

3۔ احمد الدین درگاہی، مولنٰا

سیف درگاہی برگردن مرزائی

4۔ احمد نورانی، مولنٰا الشاہ۔

۱۔ ختم نبوت (انگریزی) ۲۔ حیات مسیح

5۔ اصغر علی روحی، مولنٰا۔

اتمام الحجہ عمن اعرض عن الحجہ (غیر مطبوعہ)

6۔ اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد

ا۔اسلام اور قادیانیت (انگریزی) ۲۔قادیانیت اسلام کے لیے خطرہ ۳۔احمدی اسلام اور ہندوستان کے غدار ہیں۔

7۔اقبال اظہری، محمد

ا۔قادیانی مسئلہ ۲۔مرزا قادیانی کی کہانی ۳۔قادیانی کذبات

8۔اکبر خان، محمد (جسٹس)

فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

9۔اکبر ساقی، محمد

ختم نبوت

10۔اکبر شیخ، محمد (جسٹس)

فیصلہ مقدمہ راولپنڈی

11۔اللہ دتہ جالندھری، مولنا

الرد الغبی فی ظهور امام المهدی

12۔الیاس برنی، پروفیسر مولنا محمد

ا۔قادیانی قول و فعل ۲۔قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۳۔قادیانی موومنٹ ۴۔قادیانی حساب ۵۔قادیانی چکر چن بس ویش ور ۶۔مقدمہ قادیانی مذہب ۷۔تتمہ قادیانی مذہب

13۔امین نقوی سید محمد

لا نبی بعدی

14۔انوار اللہ خان، مولنا

ا۔افادۃ الافہام ۲۔انوار الحق ۳۔مفاتیح الاعلام ۴۔مقاصد الاسلام ۵۔ہدیہ عثمانیہ و صحیفہ انواریہ

15۔ایوب، مولنا محمد

ختم نبوت

16۔بشیر؛ کوٹلی لوہاراں، محمد

ختم نبوت

17۔پیر بخش، مولنا بابو

۱۔تردید قبر مسیح در کشمیر ۲۔لا مہدی الا عیسیٰ ۳۔اسلام کی فتح اور مرزائیت کی تازہ ترین شکست ۴۔الاستدلال الصحیح فی حیات المسیح ۵۔ماہنامہ تائید الاسلام ۶۔تفریق درمیان اولیائے امت و نبوت قادیانی ۸۔ایک جھوٹی پیش گوئی پر مرزائیوں کا شور و غل ۹۔تردید نبوت قادیانی فی جواب نبوۃ فی خیر الامۃ ۱۰۔بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی ۱۱۔مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی ۱۲۔معیار عقائد قادیانی ۱۳۔کرشن قادیانی ۱۴۔حافظ ایمان از فتنہ قادیان ۱۵۔کھلی چٹھی

18۔تاجدین، قاری محمد

قادیانی دعوے پر ہمارے استفارات

19۔حامد رضا خان، مولناؒ

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

20۔حبیب اللہ قادری، مولنا

ہدائیت الرشید للغوی المرید

21۔حسن رضا خان، مولنا

قہر الدیان علی مرتد بقادیان

22۔حشمت علی لکھنوی، مولنا

الصوارم الہندیہ

23۔رفاقت حسین، بریلوی، مفتی

قادیانی کذاب

24۔رفیق گوریجہ، محمد

فیصلہ مقدمہ جیمس آباد

25۔سردار احمد چشتی قادری مولنا

مرزا مرد ہے یا عورت

26 شبیر حسین زاہد، پروفیسر سید

ا۔عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی ۲۔عقیدہ ختم نبوت اور ہمارا نعتیہ ادب (غیر مطبوعہ)

27۔شجاعت علی قادری، مفتی

ماہنامہ ترجمان اہلسنت (ختم نبوت نمبر)

28 شفیع جوش، مولنا محمد

ا۔قادیانی امت ۲۔تحریف قرآنی

29۔شیر محمد اویسی مولنا

ختم نبوت (غیر مطبوعہ)

30۔شوکت علی دلداری، مفتی محمد

ایک حقیقت جس سے انحراف ناممکن ہے۔

31۔صاحبداد خان مفتی محمد

الصارم الربانی علی کرشن قادیانی

32۔صادق بہاولپوری، مولنا محمد

ا۔روئیداد مقدمہ بہاولپور ۲۔مرزا اور یسوع ۳۔مرزا اور محمدی بیگم ۴۔مرزا اور مہدی ۵۔فرنگی نبی کے چھینٹے ۶۔تحریف قرآنی بزبان قادیانی

33۔صادق علی زاہد

عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت ۲۔ علماء حق اور رد فتنہ مرزائیت ۳۔اربعین ختم نبوت (غیر مطبوعہ)

۴۔عقیدہ ختم نبوت اور بزرگان امت (غیر مطبوعہ)

34۔ضیاء الدین سیالوی، مولنا

معیار المسیح

35۔ولی اللہ، سید محمد

تکذیب مرزا بزبان مرزا

36۔ضیاء اللہ قادری، مولنا

ا۔مرزا قادیانی کی حقیقت ۲۔وہابیت اور مرزائیت ۳۔نجد سے قادیان براستہ دیوبند

37۔طاہر القادری پروفیسر، محمد

ا۔عقیدہ ختم نبوت اور مرزا قادیانی ۲۔مرزا قادیانی اپنی تحریروں کی روشنی میں ۳۔عقیدہ ختم نبوت پر مرزا قادیانی کا متضاد موقف ۴۔مرزا قادیانی کی دماغی کیفیت ۵۔مرزا طاہر کے نام کھلا خط ۶۔احکام اسلام اور تحفظ ختم نبوت

38۔ظہور احمد بگوی، مولنا

برق آ۔انی برخرمن قادیانی ۲۔فتاوی اجتناب الحنفیہ

39۔ظہور شاہ جلالپوری، مولنا پیر

ا۔ظہور صداقت دررد میرزائیت ۲۔قہر یزدانی برسر دجال قادیانی

40۔عبدالحفیظ حقانی، مولنا مفتی

ا۔السیوف الکلامیہ لقطع دعاوی الغلامیہ ۲۔میرزائیت پر تبصرہ

41۔عبدالحمید رحمانی

ا۔ضیاء الحق کو قتل کس نے کیا ۲۔قادیانیت کیا ہے۔ ۳۔قادیانی جماعت کے بھگوڑے سربراہ مرزا طاہر کے مباہلہ کا چیلنج قبول ہے۔

42۔عبدالستار نیازی، مولنا

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ۲۔ختم نبوت (ایک مطبوعہ تقریر)

43۔عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری

مشعل راہ (ردقادیانیت کے سلسلہ میں اہم باب موجود)

44۔عبدالعلیم صدیقی، مولنا

ا۔مرزائی حقیقت کا اظہار ۲۔مرآۃ ۳۔ The Mirrior (انگریزی)

45۔عبدالغنی ناظم مولنٰا

الحق المبین

46۔عبدالقدیر بدایونی

مرزائیوں کے عقائد

47۔عزیز احمد بدایونی، مفتی

اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی

48۔عمر اچھروی، مولنٰا محمد

مقیاس النبوۃ

49۔عالم آسی حکیم، مولنٰا محمد

ا۔الکاویہ علی الغاویہ (۲ جلد)۲۔الجنجات علی الاسلام عن ذب حریم الاسلام ۳۔الکاویہ علی الغاویہ (عربی)۴۔استنکاف المسلمین ۵۔اضافہ الکاویہ (جلد اول دوم) غیر مطبوعہ

50۔غلام جان ہزاروی، مولنٰا

سیف الرحمانی علی راس القادیانی (غیر مطبوعہ)

51۔غلام جہانیاں، مولنٰا

ارشاد فرید الزمان متعلقہ مرزا قادیاں

52۔غلام دستگیر قصوری، مولنٰا

تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہیمیہ ۲۔فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی ۳۔رجم الشیاطین براغلوطات البراہین

53۔غلام فرید چاچڑوی، مولنٰا

اشارات فریدی

54۔غلام مرتضیٰ میانوی، مولنٰا

الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی

55۔غلام مہر علی خان، مولٰنا

خاتم النبیین

56۔فرید الحق شاہ، پروفیسر

قادیانیت پر آخری ضرب کاری

57۔فضل احمد لدھیانوی، مولٰنا قاضی

۱۔اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب کون ۲۔تردید فتویٰ ابوالکلام آزاد مولوی محمد مرزائی ۳۔کلمہ فضل رحمانی ۴۔جمعیت خاطر ۵۔کیا قادیانی مسلمان تھا ۔۶۔مخزن رحمت پر قادیانی دعوت ۷۔نیام ذوالفقار برگردن خاطی مرزائی فرزند علی

58۔فیض احمد اویسی بہاولپوری، مولٰنا

۱۔القول الفصیح فی قبر المسیح ۲۔پنجابی دجال ۳۔قہر سبحانی بر دجال قادیانی ۴۔الامر النجح فی حیات المسیح (غیر مطبوعہ) ۵۔آئینہ میرزائیت (غیر مطبوعہ) ۶۔لا نبی بعدی (غیر مطبوعہ)

59۔قاری احمد پیلی بھیتی، مولٰنا

قادیانی فتنے کا ارتداد (غیر مطبوعہ)

60۔کرم الدین دبیر، مولٰنا

تازیانہ عبرت

61۔کرم حسین شاہ دوالمیالوی، سید

حنفیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک

62۔کرم شاہ الازہری، پیر

۱۔فتنہ انکار ختم نبوت ۲۔ماہنامہ ضیائے حرم کا ختم نبوت نمبر

63۔لعل شاہ دوالمیالوی، سید

حقیقت میرزائیت

64۔محمد احمد قادری، سید ابوالحسنات

۱۔میرزائیت پر تبصرہ ۲۔قادیانی مذہب کا فوٹو ۳۔قادیانی مرزا جی کی کہانی ۴۔قادیانی کے احکام ۵۔کرشن قادیانی کے بیانات ہذیانی

65۔محمد القادری، سید

جماعت احمدیہ کا صریح مغالطہ

66۔محمد امین، مولنا مفتی

بائیکاٹ کی شرعی حیثیت

67۔محمد حسن فیضی، مولنا

ماہنامہ سراج الاخبار (جہلم) ۲قصیدہ مھملہ

68۔محمد متین خالد

اقادیانیت میری نظر میں ۲غدار پاکستان ۳۔قادیانیت سے اسلام تک ۴۔کیا امریکہ جیت گیا

۵۔مرزا قادیانی اپنے شرمناک کردار کے آئینے میں ٦۔ثبوت حاضر ہیں۔

69۔محمد مہر الدین جماعتی

حیات عیسیٰ

70۔محمد نسیم چوہدری (سول جج)

فیصلہ مقدمہ رحیم یار خان

71۔محمود احمد رضوی، سید

۱۔فتنہ قادیان ۲۔ختم نبوت ۳۔ہفت روزہ رضوان کا ختم نبوت نمبر

72۔مرتضیٰ احمد خان میکش، مولنا

۱۔مرزائی عقائد ۲۔قادیانی سیاست ۳۔پاکستان میں مرزائیت ۴۔محاسبہ

73۔مشتاق احمد چشتی، مولنا

کذاب قادیان

74۔مصباح الدین

خاتم النبیین

75۔مظہر الدین رمداسی، حافظ مولنا

ختم المرسلین

76۔منظور احمد ہاشمی، مولنا

فتویٰ جواز سوشل بائیکاٹ

77۔مہر علی شاہ گولڑوی، پیر سید

ا۔سیف چشتیائی ۲۔شمس الہدایۃ

78۔نظام الدین ملتانی، مولنا

قہریزدانی بر قلعہ قادیانی

79۔نواب الدین گولڑوی، مولنا

ا۔توہین رسالت کی سزا ۲۔آفتاب گولڑہ اور فتنہ قادیانیت

80۔نور الحسن سیالکوٹی، مولنا

عقب آسمانی بر مرزائے قادیانی

81۔ہمایوں عباس شمس

قادیانیوں کے باطل نظریات

مولنا احمد رضا خان بریلویؒ

(۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء)

عبدالمصطفیٰ مولنا احمد رضا خان بریلویؒ کا تعارف خالد شبیر احمد (مؤلف تاریخ محاسبہء قادیانیت) نے ان الفاظ میں کرایا ہے۔

مولنا احمد رضا خان بریلوی ہندوستان کے علماء میں ایک ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں آپ نسباً پٹھان مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ اپنی علمی تصانیف اور نعت گوئی کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بالعموم اور بریلوی مکتبہء فکر میں خصوصاً انتہائی مقبول و معروف ہیں۔ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے جس میں آپ کے والد محترم نقی علی خان اور جدامجد رضا علی خان بڑے عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰ اشوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق جون ۱۸۵۶ کو بریلی (اتر پردیش بھارت) میں ہوئی۔ جدامجد نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔ مولوی احمد رضا عبدالمصطفیٰ کا اضافہ مولنا صاحب نے خود کیا۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ رضاؔ تخلص کرتے تھے۔ معتقدین آپ کو اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔

جہاں تک مولنا صاحب کی تعلیمی حیثیت کا تعلق ہے آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے اجل اور مستند علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے علوم وفنون معاصرین علماء سے حاصل کئے لیکن بعض علوم میں آپ نے ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے بھی کمال حاصل کیا۔ اکثر علوم جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، جدل، ہندسہ، معانی بیان وغیرہ شامل ہیں اپنے والد محترم نقی علی خان سے حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں بعض دوسرے علماء فقہا کے نام نامی بھی آتے ہیں مثلاً شاہ آل رسول، شیخ احمد بن زینیؒ مکی، شیخ عبدالرحمن مکیؒ، شیخ حسین بن صالح مکیؒ اور شیخ احمد الحسین نوریؒ۔ علوم جبر و مقابلہ، ریاضی، مناظر، مثلث کروی، مثلث مسطح، ھیاۃ الحدیدہ، مربعات، جفر وغیرہ ذاتی مطالعہ سے حاصل کیئے۔

علوم وفنون سے فراغت کے بعد آپ نے ساری عمر تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں

بسر کر دی۔ مولٰنا صاحب نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں کتب و رسائل تحریر کئے ہیں جوان کی علمی استعداد کی منہ بولتی تصویر ہے۔ درس وتدریس کے میدان میں بھی بے شمار تلامذہ ان سے مستفید ہوئے جن میں بعض بڑے تبحر عالم تھے مثلاً مولانا حامد رضا خان' مولانا ظفر الدین بہاری' مولانا سید احمد اشرف گیلانی' مبلغ اسلام مولوی عبدالعلیم میرٹھی' مولوی برہان الحق جبل پوری' مولوی حسنین رضا اللہ خان' مفتی ابو یوسف محمد شریف سیالکوٹی' شیخ محمد سعید شافعی مکہ مکرمہ' مولوی امجد علی مؤلف ''بہار شریعت''۔ مولوی امام الدین سیالکوٹی اور سید غلام جان جام جودھ پوری وغیرہ۔

مولٰنا احمد رضا خان نے ۱۸۷۷ء بمطابق ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شاہ آلِ رسول مارھروی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ اس بیعت کے بعد آپ نے بہت جلد مختلف سلاسل طریقت میں خلافت واجازت حاصل کر لی۔ حضرت شاہ آلِ رسول کے علاوہ آپ کو دوسرے مشائخ سے بھی اجازت حاصل تھی۔ جن سلسلوں میں آپ کو بیعت کی اجازت تھی ان میں قادریہ چشتیہ' سہروردیہ' نقشبندیہ' بدیعیہ' علویہ کا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کو حج بیت اللہ کا شرف دوبارہ حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ قیام مکہ معظمہ کے دوران مشہور شافعی عالم شیخ حسین بن صالح جمیل الیل مولٰنا احمد رضا کی قابلیت سے بے حد متاثر ہوئے اور اپنی تالیف کی عربی شرح لکھنے کی استدعا کی۔ مولٰنا احمد رضا خان بریلوی نے صرف دو دن میں اس کی عربی شرح تحریر فرمادی۔ دوسری مرتبہ آپ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹۰۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بھی حرم پاک کے علماء نے آپ کی بڑی قدر وتعظیم کی۔ علماء مکہ نے ''کرنسی نوٹ'' کے متعلق ایک استفتاء پیش کیا جو ان کے لئے ایک اہم مسئلہ بنا ہوا تھا۔ مولٰنا احمد رضا خانؒ نے محض حافظہ کی بنا پر قلم برداشتہ عربی میں اس کا جواب تحریر فرمادیا۔

فن شعر گوئی پر بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ خصوصاً نعت گوئی میں آپ کا شمار صفِ اول کے نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کا اپنا ایک مصرعہ ہے۔ ''قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی''۔ یوں تو آپ نے ہر صنفِ شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن جو رنگ اور جو لطف نعت گوئی میں ہے وہ کسی دوسری صنف میں نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عام شاعری میں بھی ہر جگہ نعت کی جھلک نظر آتی ہے۔

آپ کا دیوان ''حدائق بخشش'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف اردو میں ہی نہیں بلکہ عربی فارسی اور ہندی میں بھی شعر کہے ہیں۔ سلام کا مشہور شعر

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جو پورے پاک و ہند میں دور ونزدیک پڑھا جاتا ہے آپؒ ہی کا شعر ہے۔ افتخار اعظمی صاحب نے آپ کی نعتیہ شاعری کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ''ان کا نعتیہ کلام اس پایے کا ہے کہ اسے طبقہء اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے''۔ جولوگ آپ کے ہم مسلک نہیں وہ بھی آپ کی عظمتِ شاعری کے معترف ہیں۔

ملکی سیاست میں بھی آپؒ اور آپؒ کے ہم عقیدہ علمائے کرام کا اچھا خاصہ حصہ ہے۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت کے بعد جب تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ تو مولٰنا احمد رضا خان نے اس کی مخالفت کی ۔ کیونکہ آپ کے نزدیک کفار و مشرکین کے ساتھ اختلاط اور ان کے ساتھ سیاسی اتحاد خطرناک نتائج پیدا کرسکتا تھا۔ مولٰنا صاحب کے معتقدین حضرات نے ''رضائے مصطفیٰ'' کے نام سے ایک الگ تنظیم قائم کی جس کے کچھ عرصہ بعد ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے نام سے دوسری تنظیم قائم ہوئی جس کا دوسرا نام ''جمہوریہ اسلامیہ مرکزیہ'' بھی تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف اچھا خاصا کام کیا۔ اس جماعت کے ایک بانی اور مولٰنا احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے مطالبہء پاکستان کے ساتھ ہی تحریک پاکستان کے لئے اپنی جماعت کی سرگرمیاں تیز کردیں۔ ۱۹۴۶ء میں ۲۷ اپریل تا ۳۰ اپریل بمقام بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں متفقہ طور پر مطالبہء پاکستان کی پرزور حمایت کی۔

یہ بات بھی بہت حد تک درست ہے کہ آج پاک و ہند میں علماء کی ایک جماعت کو مولٰنا رضا خان بریلوی سے عقیدت کی بناء پر ''بریلوی'' کہا جاتا ہے۔ جنہیں اہل سنت والجماعت میں اپنی اکثریت کی بناء پر بڑی اہمیت حاصل ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آج بھی کئی ایسی دینی درسگاہیں موجود ہیں جن کا نام یا تو آپ کے نام سے یا پھر آپ کے خلفاء کے ناموں سے منسوب ہے۔ مثلاً جامعہ رضویہ

منظر الاسلام بریلی (بھارت)، جامعہ رضویہ فیصل آباد (پاکستان)، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جامعہ نعیمیہ رضویہ مراد آباد (بھارت)، جامعہ نعیمیہ لاہور (پاکستان) دار العلوم امجدیہ کراچی۔ اس کے علاوہ انجمن حزب الاحناف لاہور''انجمن نعمانیہ'' جیسے قدیم ادارے بھی مولٰنا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلفاء اور ان کے ہم خیال احباب کے قائم کردہ ہیں۔

مولٰنا احمد رضا بریلویؒ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء بوقت نماز جمعہ ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر وفات پائی۔ آپ کے دو بیٹے مولانا حامد رضاؒ اور مولانا مصطفٰےؒ رضا ہیں۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں آپ کے خلفاء کی تعداد اچھی خاصی ہے بلکہ پاک و ہند کے علاوہ حرمین شریف میں بھی آپ کے خلفاء موجود ہیں، جن کی تعداد ۳۲ تک پہنچتی ہے۔ پاک و ہند میں آپ کے بیسیوں خلفاء ہیں جن میں سے چند مشہور کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حامد رضا خانؒ
۲۔ سید محمد عبد السلام
۳۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاریؒ
۴۔ محمد امجد علی اعظمیؒ
۵۔ سید نعیم الدین مراد آبادیؒ
۶۔ سید محمد اشرف گیلانیؒ
۷۔ محمد دیدار علی الوریؒ

مولٰنا احمد رضا خان صاحبؒ کی تصانیف کا سلسلہ کافی وسیع ہے۔ آپ کی تصانیف ایک ہزار سے متجاوز ہیں۔ صرف ۳۱ برس کی عمر تک آپؒ کی تصانیف پچھتر (۷۵) تک پہنچ چکی تھیں۔ فتویٰ کی کتاب بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ نویسی میں آپؒ کو خصوصی دسترس اور کمال حاصل تھا۔ علامہ اقبالؒ جیسی شخصیت آپؒ کی فقیہانہ قابلیت کی معترف ہے۔ بقول ڈاکٹر احمد علی، احمد رضاؒ کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے ایک مجلس میں کہا کہ ''ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرور تھے۔ اور پاک و ہند کے نابغہء روزگار فقیہہ تھے۔'' (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۸)

ردِ میرزائیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ چودھویں صدی کے ایسے عظیم عالم اور دنیائے

اسلام کے نامور مفتی ہیں جنکی تمام زندگی عقائدِ اسلامیہ کی حفاظت کرتے گزری۔ آپؒ کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ کرتا نظر آتا ہے۔ آپؒ کو اسلام کی عزت و ناموس دنیا جہاں کی ہر چیز سے عزیز تھی اگرچہ آپؒ کے بے لاگ فتوؤں اور ایمانی غیرت میں غرق تحریروں پر بعض افراد کی طرف سے ''شدت'' کا اعتراض کیا جاتا ہے لیکن صاحب عقل و انصاف جب معاملہ کی گہرائی تک پہنچتے ہیں تو وہ اعلیٰ حضرتؒ کی فقیہانہ قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خصوصاً مرزائیت اور مرزائیت کے ہم نواؤں کے لئے آپ بڑے سخت موقف پر قائم رہے اور دونوں (مرزائی اور مرزائی نواز) کے لئے آپؒ نے یکساں احکام بیان کئے ہیں۔ مرزائیوں کے بارے میں آپؒ کا سخت موقف آپؒ کے عشقِ رسالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مرزائی چونکہ گستاخِ رسول ہیں اور گستاخِ رسول کے لئے نرم پہلو رکھنا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے' اسی وجہ سے جب بھی مرزائیت کا نام آیا تو غرقابِ عشقِ رسول اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا قلم تلوار بن کر لہرایا۔ آپؒ فرماتے ہیں ''قادیانی مرتد منافق ہیں'' مرتد منافق وہ ہوتا ہے کہ کلمہء اسلام اب بھی پڑھتا ہے' اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے' اور پھر اللہ تعالیٰ' رسولِ اکرم ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے' قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے' قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی' قادیانی مرتد ہیں انکا ذبیحہ محض نجس و مردار اور حرام قطعی ہے۔ مزید یہ کہ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانیوں کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے'' (احکام شریعت صفحہ ۱۲۸ از امام احمد رضا خاں بریلویؒ)

۱۳۳۶ھ ایک سوال آپؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزائی سے کر دیا ہے جبکہ اسے علم ہے کہ تمام علمائے اسلام فتویٰ دے چکے ہیں کہ مرزائی کافر و ملحد ہیں۔ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

''اگر ثابت ہو جائے کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اور یہ تقریب ان کو مسلمان سمجھ کر ادا کی تو خود کافر و مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے مرزا قادیانی کی نسبت با لاتفاق فرمایا کہ ''مَن شکّ فی عذابہ و کفرہ فقد کفر'' جو اس کے کافر ہونے یا اس پر عذاب ہونے

پر شک کرے وہ بھی کافر ہے" اس صورت میں فرضِ قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس (لڑکی کا باپ) سے قطع کر دیں' بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام' مرجائے تو اس کے جنازہ پر جانا حرام' اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور اس کی قبر پر جانا حرام" (فتاوٰی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۵۱)

۱۳۳۹ھ میں ڈیرہ غازی خاں سے عبدالغفور صاحب نامی ایک شخص نے ایک سوال کا جواب طلب فرمایا کہ ایک قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا" چنانچہ مرزا قادیانی مجددِ وقت ہے (یہی لاہوری پارٹی کا موقف ہے) اس کے جواب میں اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا۔

"مجدد کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم مسلمان تو ہو۔ مرزا قادیانی کافر و مرتد تھا' جیسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ "من شك فی کفرہ عذابہ فقد کفر جس نے اس (مرزا قادیانی) کے کافر ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوگئی ہے جو مشرک گاندھی کو رہبر اور دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں' جس طرح گاندھی پیشوا ہو سکتا ہے نہ مجدد اسی طرح مرزا قادیانی بھی مجدد نہیں ہو سکتا۔" (فتاوٰی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۱۸)

۱۳۲۴ھ میں اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے ایک استفتاء مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے علمائے اہلسنت کی خدمت میں بھیجا جس میں چند عبارات کے بارے میں سوال تھا کہ یہ کفریہ ہیں یا نہیں اور ان کا قائل بحکم شریعت کافر ہے یا نہیں۔ ان میں بھی سر فہرست مرزائیوں کا ذکر تھا۔ اس استفتاء کے جواب میں حرمین شریفین کے علماء نے بالاتفاق مرزائیوں اور مرزائی نواز کی تکفیر کی۔ (حسام الحرمین ص ۷ تا ۱۵ از بریلوی)

ان فتاوٰی کے علاوہ اعلیٰ حضرتؒ نے تحفظِ عقیدہ ختم نبوۃ اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں مستقل رسائل بھی قلمبند فرمائے ہیں۔ یہاں پر آپؒ کے ان رسائل کا مختصر اً تعارف تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) جزاء اللہ عدوہٖ باباۂ ختم نبوۃ:

اس تصنیف لطیف کا تعارف حضرت مصنف قدس سرہٗ نے خود ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

''اللہ اور رسول ﷺ نے نئی نبوت کے مطلقاً نفی فرمائی ہے۔ شریعت جدیدہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر فرمایا ہے۔ متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا ہے اور صحابہ کرامؓ اجمعین سے لے کر آج تک تمام امتِ مرحومہ نے ان معانی پر اجماع فرمایا ہے۔ اسی بنا پر آئمہ مذاہب نے ہر مدعی نبوت کو کافر کہا۔ کتب احادیث وتفسیر اور عقائد وفقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔ فقیر نے اپنی کتاب 'جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوۃ'' ۱۳۱۷ھ (دشمنِ خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء) میں اس مطلبِ ایمانی پر صحاح وسنن اور مسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر پر ارشاداتِ آئمہ وعلمائے قدیم' کتبِ حدیث وعقائد اور اصول وفقہ سے تیس نصوص ذکر کئے ہیں۔ وللہ الحمد (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۵۹)

(۲) اَلْمُبِیْنُ خَتَمُ النَّبِیِّیْنَ

۱۳۲۶ ھجری میں بہار شریف سے مولنا ابو طاہر نبی بخش نے ایک سوال بھیجا کہ بعض لوگ لفظِ ''خاتم النبیین'' میں الف' لام عہد خارجی قرار دیتے ہیں (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ بعض انبیاء کے خاتم ہیں) اور بعض لوگ اسے استغراقی قرار دیتے ہیں (اب مطلب ہوگا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے خاتم ہیں) ان دونوں اقوال میں سے صحیح قول کس کا ہے؟

اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے اس سوال کے جواب میں ایک مختصر رسالہ تحریر فرمادیا جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں' 'جو شخص لفظ خاتم النبیین میں ''النبیین '' کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بھک ہے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا ہے جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص'' (المبین ختم النبیین صفحہ ۷ از مولنا بریلوی)

پھر خاتم النبیین میں تاویل کی راہ کھولنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں'

''آج کل قادیانی (مرزائی قادیانی) بک رہا ہے کہ ''خاتم النبیین سے ختم شریعت جدیدہ مراد ہے۔ حضورؐ کے بعد اگر کوئی شخص (نبی) اسی شریعت مطہرہ کا مروج اور تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں۔ اس طرح وہ خبیث اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے'' (المبین ختم النبیین صفحہ۹ از مولنٰا بریلوی)

(۳)اَلسُّوءُ والعقاب علی المسیح الکذاب:۔

۱۳۲۰ھ میں امرتسر سے مولنٰا عبدالغنی نے ایک سوال بھیجا کہ ایک مسلمان مرد وعورت کی شادی ہوئی' عرصہ تک باہمی معاشرت رہی' ازاں بعد خاوند مرزائی ہو گیا' کیا اس طرح نکاح باطل ہو گیا یا نہیں؟ ساتھ ہی مولنٰا عبدالغنی صاحب نے امرتسر کے متعدد علماء کرام کے فتاویٰ و جوابات منسلک کیے تھے۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے ایک رسالہ'' السوء العقاب علی المسیح الکذاب '' (جھوٹے مسیح پر عذاب وعقاب) تحریر فرمایا جس میں دس وجہ سے مرزا قادیانی کا کفر بیان کرنے کے بعد فتاویٰ ظہریہ' طریقۃ محمدیہ' حدیقہ ندیہ اور فتاویٰ ھندی (عالمگیری) کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں پھر سوال مسؤلہ کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بغیر اسلام لائے یا اپنے اس قول و مذہب سے توبہ کئے بغیر یا بعد توبہ و اسلام نکاح جدید کئے بغیر اپنی بیوی سے قربت کرے تو زنائے محض کا مرتکب ہوا اور جو اولاد پیدا ہو گی یقیناً ولد الزنا ہو گی۔ یہ تمام احکام ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں'' (السُّو والعقاب صفحہ ۲۴۔ از مولنٰا بریلوی)

۴۔قہر الدیان علیٰ مرتدِ بقادیان:۔

اعلیٰ حضرتؒ کے علاقہ کے چند بے عقل وجاہل افراد مرزا قادیانی کے مرید ہو کر آئے۔ جب مسلمانوں کو علم ہوا تو انہوں نے ان قادیانی ہونے والے افراد کا سخت سماجی ومعاشرتی بائیکاٹ کر دیا جس سے ان کے ناک میں دم آ گیا جب اور کوئی بس نہ چلا تو حکومت کو درخواستیں دینا شروع کر دیں کہ مقامی

لوگوں نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے ہمارا پانی بند ہے' ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتا۔ حکومت کی طرف سے جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی۔ پھر مرزائیوں نے حیلہ جوئی کرتے ہوئے مسلمانوں کو دعوتِ مناظرہ دے ڈالی جس کے جواب میں اعلیٰحضرت ؒ نے ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' (قادیانی مرتد پر قہرِ خداوندی) نامی رسالہ تحریر کیا۔ اس مناظر وغیرہ کا تذکرہ خود اعلیٰ حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا ہے'' ''روہیل کھنڈ گزٹ'' مطبوعہ یکم جولائی (۱۹۰۵ء) میں تصور حسین نیچہ بندہ کے نام سے ایک مضمون ''اطلاع ضروری'' نظر سے گزار جس میں اولاً علمائے اہلسنت نصرہم اللہ تعالیٰ پر سخت زبان درازای وافتراء پردازی کی ہے اور کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہیں رکھا۔ آخر میں عمائدینِ شہر کو ترغیب دی ہے کہ علمائے طرفین کے مابین مناظرہ کرادیں تاکہ حق واضح ہوجائے'' (قہر الدیان علی مرتدِ بقادیان صفحہ ۶ از مولنا بریلوی)

چنانچہ اعلیٰحضرت بریلویؒ نے اس ''اطلاع ضروری'' کے جواب میں ''ہدایتِ نوری'' کے نام سے ایک سلسلہ تحریر شروع کیا اور زیرِ نظر تالیف اس سلسلہ کی پہلی تحریر ہے۔ اس تحریر میں آپ نے مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کی طرف سے انبیاء کرام خصوصاً حضرت عیسیٰؑ پر دشنام طرازی پر گرفت کرتے ہوئے ان کے دعویٰ مسیحت و مجددیت کو طشت از بام کیا ہے۔ آپؒ نے قادیانی تحریروں کا حوالہ دیکر ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی کذاب اور گالی گلوچ کا رسیا اور توہین انبیاء کرنے والا تھا۔ آپؒ فرماتے ہیں مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ مثیل مسیح ہے۔ وہ مسیح علیہ السلام کی شان گھٹا کر اپنے درجہ پر لانا چاہتا ہے اسی وجہ سے وہ ایسی تمام برائیاں جو خود اسمیں موجود ہیں ان کو ناحق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی منسوب کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے۔ آپ مرزا قادیانی کی کئی گستاخیوں کا حوالہ دینے کے بعد صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں ''یہ خدائے قہار کا حلم ہے کہ رسول اللہ کو حیلہ و بے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا'' دورانِ تحریر ہی آپؒ کی نظر سے مرزا قادیانی کی ''ازالہ اوہام'' گزری جو کہ برہنہ گوئی کا ایک بھیانک نمونہ ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کے آخر میں آپؒ نے ''ازالہ اوہام'' پر بھی سخت گرفت کی ہے۔

(۵)الجرز الدیانی علی المرتد القادیانی:۔

۴محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو پیلی بھیت'' سے شاہ میر خان قادری نے ایک استفتا بھیجا جس میں ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث کے حوالے سے جواب طلب کیا گیا تھا کہ قادیانی حضرات اس آیت اور حدیث نبوی کو وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بطورِ سند پیش کرتے ہیں۔ آپ وضاحت فرمادیں آیت اور حدیث مندرجہ ذیل ہے

ا۔آیت قرآنی:۔

''والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیاء وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایّان یبعثون''۔(النحل۔۲۱)

قادیانی عقیدہ: اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے اللہ کے سوا جس کسی کو بھی خدا کہا جاتا ہے وہ بوجہ خالق نہ ہونے کے اور مخلوق ہونے کے مردہ ہے زندہ نہیں......اسی وجہ سے جب عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خالق (خدا) کہتے ہیں تو کیوں ان کو بموجب آیت قرآنی مردہ سمجھا جائے؟''

ب۔حدیث نبوی:۔

''لعن اللہ الیھودُوَ النصاریٰ اتحذو قبورا انبیاءِ ھم مسجدہ''

قادیانی عقیدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبروں کی پوجا کرتے تھے۔ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بعداز وفات قبر موجود تھی جس کی پوجا کی جاتی تھی۔

اس استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے ایک رسالہ بعنوان ''الجرز الدیانی علی المرتد القادیانی'' (قادیانی مرتد پر خدائی تلوار برہنہ) تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ قبلہ حضرتؒ کی آخری تصنیف لطیف ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلویؒ نے پہلے اعتراض کا جواب دینے سے قبل سات فائدے بیان کئے ہیں جن میں واضح کیا کہ مرزائی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اٹھاتے کیوں ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ

مرزا قادیانی کے ظاہر و باہر کفریات پر پردہ ڈالنے کے لئے قادیانی ایک ایسے مسئلے میں الجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اختلاف قدرے آسان ہے۔ پھر بھی یہ مسئلہ ان کیلئے مفید نہیں۔ پھر سات وجوہ سے ثابت کیا کہ یہ آیت قادیانیوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ اسی طرح حدیث کو دلیل بنانے کے رد میں بھی دو مسکت جواب دیئے ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلویؒ کے ان فتاویٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مسئلہ ختم نبوت کو کس قدر اہمیت دیتے تھے اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ اجماعی اور قطعی عقیدہ اس قدر اہم اور نازک ہے کہ اس سلسلہ میں کسی بھی رعایت کی ہرگز گنجائش باقی نہیں۔

ان فتاویٰ کے علاوہ آپؒ کے فاضل صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلویؒ نے بھی ۱۳۱۵ھ میں ایک سوال کے جواب میں ایک کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" تصنیف فرمائی جس میں مسئلہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کو بڑی تفصیل سے بیان کرنے کے بعد مرزا غلام قادیانی کے مثیلِ مسیح ہونے کا زبردست رد فرمایا۔ امام احمد رضا خان بریلویؒ نے اپنے فتویٰ مسمیٰ بہ "السو العقاب علی المسیح الکذاب" میں اس فتویٰ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

"اس ادعائے کاذب (مرزا قادیانی کے مثیلِ مسیح ہونے) کے متعلق سہارن پور سے ایک سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولدِ اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ نے لکھا اور بنام تاریخی "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" مسمیٰ کیا۔ یہ رسالہ حامیٔ سنن قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی نے اپنے رسالہ مبارکہ ماہوار "تحفہ حنفیہ" میں عظیم آباد (پٹنہ) سے شائع فرمادیا۔

بحمد اللہ اس شہر میں مرزا قادیانی کا فتنہ نہ آیا اور اللہ اعز و اجل قادر کہ کبھی نہ لائے" (السوا والعقاب صفحہ ۵ تا ۸)

۱۳۳۵ ہجری میں بمبئی سے کسی نے سوال کیا کہ قادیانیوں کا رد کس طرح کیا جائے؟ اس کے جواب میں آپؒ نے صرف ایک صفحہ میں قادیانیت کا ایسا پوسٹ مارٹم فرمایا کہ کسی مزید لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد عبدالواحد خاں صاحب' مسلم بمبیٔ اسلام پورہ۔ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو سکول ۱۷ربیع الاول قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کی جائے' یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں؟

الجواب:۔ ''سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح اہلے گہلے پھر رہے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں' عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن' اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں' ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوت عیسیٰ پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ بلکہ عدم نبوت پر دلیل قائم ہے۔ یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے' معجزات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحتاً انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسیٰ سے کم نہ ہوتا' تو روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات فرما رہا ہے۔ یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے' اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیا کی پیشینگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں' نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں۔ اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ کی پیدائش ہے۔ اور اپنے آپ کو نبی کہنا اپنی طرف وحی الٰہی آنے کا ادعا کرنا۔ اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الٰہی کہنا اور یہ کہ آیہ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے ہیں مراد میں ہوں۔ اور یہ مجھ پر اترا ہے کہ انا انزلنہٗ قریباً بالقادیان وبالحق نزل اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشینگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں۔ (۱) ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیا کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے مگر شان الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد بیٹی پیدا ہوئی اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا تو انبیاء کا چاند ہوگا۔ بیٹی بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں۔ اب کے ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مر گیا۔ بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی (۲) دوسری بہت بڑی بھاری

پیشینگوئی آسمانی جورو کی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دیدے، اس نے صاف انکار کردیا۔ اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آ گئی کہ زوجنا کہا ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا' اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی۔ سلطان محمد خاں سے نکاح کردیا وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہوچکے اور یہ چل دیئے غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں' کہاں تک گنے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے کی۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد یہ ان کی عیاری ہوتی ہے۔

آیت قرآنی:۔

"والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیاء وھم یخلقون اموات غیر احیاءٍ وما یشعرون ایّان یبعثون"۔(النحل۔۲۱)

ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض کیجئے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں۔ فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے۔ فرض کیجئے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تو کافر' اس کا فیصلہ ہونا چاہئے انبیاء کی توہینیں' انبیا کی تکذیبیں' معجزات سے استہزا نبوت کا ادعا اور پھر دوسرے درجہ میں انبیا کے چاندوالا بیٹا' آسمانی جورو' یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۱۔۳۲ (مطبوعہ کراچی)

حضرت مولٰنا احمد سعید کاظمیؒ

(۱۹۱۳ء-۱۹۸۶ء)

غزالیٔ دوراں ابوالنجم سید احمد سعید کاظمی کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ سے منسلک ہے ۱۹۱۳ء میں آپ مراد آباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد مختار کاظمی تھا۔ ایام طفولیت میں ہی والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے برادر معظم سید محمد خلیل کاظمیؒ کی زیر نگرانی ہوئی۔ سید محمد خلیل کاظمی انتہائی فاضل، عظیم محدث اور صاحب نظر درویش تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی اور ہمیشہ حضور ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوئی نعتیں کہا کرتے تھے۔ شاہ جہان پور کے مدرسہ بحرالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت علامہ کاظمی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت نے ابتداء سے انتہا تک تمام تعلیم اپنے برادر معظم سے ہی حاصل کی اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ دستار بندی کے موقع پر حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھویؒ تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ اس تقریب میں حضرت مولانا معوان صاحب رامپوری، حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا نثار احمد صاحب کانپوری و دیگر اکابر علماء اور مشائخ اہل سنت موجود تھے جنھوں نے آپ کو خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

ایام تحصیل ہی میں آپ نے امتناع کذب کے موضوع پر ایک انتہائی علمی اور پر مغز رسالہ تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان کے نام سے زیب رقم فرمایا۔ مختلف بد مذہبوں سے مباحثوں اور مناظروں میں حصہ لیا اور ہر بار خدا کے فضل و کرم سے غالب اور کامیاب رہے۔

حضرت کی پوری زندگی دین و ملت کی خدمت سے عبارت تھی۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ شریعت پر استقامت اور متابعت سنت کا ذوق ابھرتا تھا آپ کے پاس بیٹھنے سے سینہ میں

عشق رسول کی بجلیاں کوندنے لگتی تھیں اور آپ کی گفتگو سن کر دل خوف خدا سے پگھل جاتا تھا۔ آپؒ نے عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔

مسلم لیگ کی صوبائی کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۹۵۲ء میں قادیانیت کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں مسلم لیگ کے اکابرین سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانیت کے مضمرات اور ان کی اسلام دشمن کاوشوں سے باخبر رہیں اور انگریزوں کے پیدا کئے ہوئے اس فتنے کے استیصال کے لئے جملہ صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اس قرارداد کا مقصود یہ تھا کہ اگر ہم پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں عظمت وشان مصطفوی کو ہر پہلو سے مقدم رکھنا ہوگا۔ اسلام حضور ﷺ سے عبارت ہے اور حضور کی خاتم المرسلینی کا مسئلہ حل کئے بغیر ملک میں اسلام کے نفاذ کا تصور ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

پاکستان کی سیاسی وتہذیبی زندگی کے مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ قرارداد اس وقت منظور کر لی جاتی تو قادیانیت کا مسئلہ اسی وقت حل ہو جاتا اور قادیانی عناصر نے بعد کے ادوار میں جس طرح قوت پکڑ کر اس مملکت کو جن عظیم نقصانات سے دوچار کیا وہ پیش نہ آتے مگر افسوس کہ آپ کی پیش کردہ اس قرارداد کو مسلم لیگی زعماء نے خاطر خواہ پذیرائی نہ بخشی۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگیا کہ یہ مسلم لیگ وہ نہیں رہی جو حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ کا پروگرام لے کر چلی تھی۔ چنانچہ یہی دل برداشتگی آپ کی مسلم لیگ سے علیحدگی کا باعث بنی۔ عظمت وشان رسولؐ کے تحفظ کے لئے آپ نے قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔ جمعیت علمائے پاکستان' جماعت اہلسنت پاکستان تنظیم المدارس اور دوسری متحدہ تنظیموں کی وساطت سے آپ نے ختم نبوت کے مسئلے کی عظمت واہمیت کو واضح کیا۔ تا آنکہ حکومت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

(پندرہ روزہ ندائے اہلسنت لاہور یکم تا ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دران آپؒ نے قیود وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر دجل کے پردے چڑھا کر اس کی نبوت کو تشریعی

اور غیر تشریعی کے جھنجھلوں میں ڈالنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اس کے رد میں بھرپور مقالہ قلمبند فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں مرزائیوں نے مرزا قادیانی کی نبوت غیر تشریعی ثابت کرنے کے لئے بعض اکابر صوفیائے کرام مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور امام شعرانیؒ کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ تحقیق مقام کے لئے ہمیں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے دعاوی نبوت پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا کے عجیب متضاد بیانات ہیں۔ کہیں تو مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جس جس جگہ میں نے نبوت ور رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اُسی کا نام پا کر اسی کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس دور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان ہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کہہ کر پکارا ہے۔ سو اب بھی میں انہی معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا الخ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۴) اس عبارت میں مرزا قادیانی نے صاف لفظوں میں غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب اس کے خلاف نبوت تشریعی کا دعویٰ ملاحظہ فرمایئے۔

اگر کہو کہ صاحب شریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہء سے جو امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعة ہو گیا۔

پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی (ص ۶-۷ اربعین ۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو صاحب الشریعة کہا ہے۔

کہیں سرے سے مکر جاتا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی نبوت کا صفایا کرتے ہوئے کہتا ہے ''نبوت کا دعوے نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو کہ بحکم خدا کیا گیا۔ (ازالہ اوہام طبع دوم ص ۱۷۴) لاہوری مرزائی

عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی وہ عبارتیں پیش کر دیتے ہیں۔ جن میں نبوت کا انکار معلوم ہوتا ہے۔

اور قادیانی مرزائی! عوام کو بہکانے کے لئے غیر تشریعی نبوت والی عبارتیں دکھا دیتے ہیں۔ مرزائی اگر مرزا قادیانی کو سچا سمجھتے ہیں تو قطعی طور پر انہیں صاحب شریعہ نبی مانتے ہوں گے۔ کیونکہ اربعین کی عبارت منقولہ بالا میں مرزا قادیانی نے غیر مبہم طور پر اپنے آپ کو صاحب شریعۃ قرار دیا ہے۔

لیکن ختم نبوت کے دلائل سے تنگ آ کر قادیانی مرزائی اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی ہے۔ صرف تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے غیر تشریعی جاری ہے۔

نبوت کی دو قسمیں: تشریعی و غیر تشریعی جن معنی میں مرزائیوں نے بیان کی ہیں۔ وہ قرآن و حدیث اور دلائل شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ جو صاحب الشریعة نہ ہو۔ مرزائیوں کو نبوت کی اس تقسیم کے دعویٰ کی دلیل میں نہ کوئی قرآن کی آیت ہاتھ آئی نہ کوئی حدیث البتہ حضرات صوفیائے کرام مثلاً شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور امام شعرانیؒ کی بعض عبارات سے انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی اول تو مرزائیوں کو شرم و حیا سے کام لینا چاہے۔ کہ جن صوفیاء کرام کو مرزا قادیانی نے ملحد اور زندیق قرار دیا ہے ان ہی کے اقوال و عبارات کو وہ مرزا قادیانی کی نبوت کی دلیل میں پیش کر رہے ہیں۔ مرزا قادیانی نے عربی کو وحدت الوجود کا حامی بتایا اور وحدت الوجود کے قائلین کو ملحد اور زندیق کہا۔

قبل اس کے کہ ہم ان حضرات صوفیاء کی عبارات پیش کر کے اس مسئلہ کو واضح کریں اور مرزائیوں کی افترا پردازی کا جواب لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مقام پر صوفیاء کے مسلک اور ان کے مقصد کو باوضاحت بیان کر دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ تزکیہ باطن اور صفائی قلب کے بعد اپنے دل و دماغ اور روح کو انوار معرفت سے منور کریں۔ اور فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر خدائے تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کریں ظاہر ہے کہ یہ فیوض و برکات اور

انوار و کمالات آفتاب نبوت ہی کی شعاعیں ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ہی فیض ہے اگر بارگاہ نبوت سے کسی کو فیض نہ پہنچے۔ اور آفتاب نبوت کی شعاعیں کسی کے دل کو نہ چمکائیں تو اس کو ہرگز کوئی فضل و کمال حاصل نہیں ہوسکتا نہ اس کے دل میں کوئی نور پیدا ہوسکتا ہے۔ ہر فضل و کمال کا سرچشمہ صرف نبوت اور رسالت ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہوسکتا تھا۔ کہ جب نبوت حضور ﷺ پر ختم ہوگئی۔ اور آپ نے باب نبوت کو مسدود فرمایا تو شاید وہ تمام فیوض و برکات بھی بند ہوگئے جو بارگاہ نبوت سے وابستہ تھے اور نبوت کا دروازہ بند ہوجانے کی وجہ سے کسی کو مقام نبوت سے کسی قسم کا کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے اور ختم نبوت کا یہی مفہوم لیا جائے کہ نبوت کا دروازہ بند ہوجانے سے مقام نبوت کے تمام فیوض و برکات بند ہوگئے۔ تو صوفیائے کرام کا ریاضت و مجاہدہ کرنا اور صفائی باطن اور تزکیہ نفس کر کے مقام نبوت کے فیوض و برکات اور آفتاب رسالت کے انوار سے مستفیض ہونے کی امید رکھنا بھی لغو بے معنی ہوگا اور اس طرح صوفیائے کرام کا تمام سلسلہ تصوف اور جدو جہد سب بیکار اور لغو ہو جائیگی اس شبہ کو دور کرنے اور مقصد تصوف کو کامیاب بنانے کے لئے صوفیائے کرام کا فرض تھا کہ وہ یہ بتائیں کہ ختم نبوت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مقام نبوت اس طرح ختم ہوگیا۔ کہ اب کسی کو کوئی فضل و کمال نبوت کے دروازہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ شبہ وسوسہ شیطانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فیضانِ نبوت جاری ہے۔ اور ہر صاحب فضل و کمال کو اس کی استعداد کے موافق جو کمال ملا ہے یا ملے گا۔ اس کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔ اور ختم نبوت کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب نہیں کیا جائے گا اور شریعت نہیں دی جائے گی۔ اس کو امر و نہی کے ساتھ مخاطب کرنا ہی تشریعی ہے۔ عام اس سے کہ وہ امر و نہی قدیم ہو یا جدید شریعت و نبوت میں کچھ فرق نہیں۔ نبوت شریعت ہے اور شریعت نبوت۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی امر و نہی سے مخاطب نہ فرمایا ہو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ (البقرہ۔۲۱۳) ہر نبی تبشیر اور انذار پر مامور ہوتا ہے۔ اور یہ ہی شریعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مقام نبوت کے فیوض و برکات بند ہوگئے۔ لیکن فیوض و برکات نبوت جاری ہونے کا یہ مطلب لینا بھی بالکل غلط اور باطل ہے کہ فیضانِ نبوت سے کوئی نبی بن سکتا ہے۔ دیکھئے

تمام عالم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمتوں سے مستفید ہو رہا ہے۔ اور بارگاہ الوہیت سے ہر قسم کے فیوض و برکات بندوں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندے فیضانِ الوہیت سے الوہیت کا درجہ بھی پا سکتے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام نے اپنی عبارات میں غیر مبہم طور پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ فیضانِ نبوت جاری ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ نبوت اور شریعت جاری ہے بلکہ امر و نہی کا دروازہ قطعاً مسدود ہو چکا ہے۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی بات کا امر فرمایا ہے یا کسی نہی سے مخاطب کیا ہے۔ تو ایسا شخص مدعی نبوت و شریعت ہے۔ اگر وہ احکام شرع کا مکلف ہے تو ہم ایسے شخص کی گردن مار دیں گے۔ (الیواقیت والجواہر جلد دوم ص ۳۴)

فان قال ان الله امرنی بفعل المباح قلنالهٗ لا یخلون یرجع ذالك المباح واجباًفی حقك اومندوباًو ذالك عین نسخ الشرع الذی انت علیه حیث میرت بالوحی الذی زعمته المباح الذی قرر الشارع مباحاما موراً به یعصی العبد بتر که وان ابقاه صباحا کما کان فی الشریعة فای فائدة لهذا الامرا لذی جاء به ملك وحی هذا المدعی الخ......

اگر کوئی شخص دعویٰ کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مباح کام کا امر فرمایا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ جس مباح کام کا اللہ تعالیٰ نے تجھے امر فرمایا ہے۔ وہ تیرے حق میں واجب ہوگا یا مندوب یہ دونوں صورتیں اس شریعت کے حق میں ناسخ قرار پائیں گی۔ جس پر تو قائم ہے۔ اس لئے کہ جس کام کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباح رکھا تھا تو نے اسے اپنی وحی مزعوم کے ساتھ ماموربہ یعنی ضروری اور واجب (یا مستحب) قرار دے لیا جس کے ترک سے بندہ گنہگار یا تارک افضل ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس امر مباح کو تیرے حق میں مباح ہی رکھا جیسا کہ وہ شرعاً پہلے سے مباح تھا تو تیری اس وحی اور امر سے کیا فائدہ ہوا؟

اس کے بعد امام شعرانی فتوحات مکیہ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ علیہ کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

وقال الشیخ ایضاً فی الباب الحادی والعشرین من الفتوحات من قال ان الله

تعالیٰ امرہ بشی فلیس ذالک بصحیح انماذالک تلبیس لان الامر من قسم الکلام و صفتہ و ذالک باب مسدود دون الناس الخ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ کی اکیسویں فصل میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی امر فرمایا ہے تو ہرگز صحیح نہیں یہ تلبیس ابلیس ہے۔ اس لئے کہ امر کلام کی قسم سے ہے۔ اور یہ دروازہ لوگوں پر بند ہے اس کے بعد فرماتے ہیں

فقد بان لک ان ابواب الامرالا لھیۃ و النواھی قد صدت و کل من ادعا ھا بعد محمدﷺ فھو مداع شریعۃ اوحی بھا الیہ لسواء وافق شر عنا او خالف فان کان مکلفا ضربنا عنقہٗ او لا ضربنا عنہ صفحاً۔

یہ بات تم پر بخوبی واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے امر و نہی پہنچا ہے وہ مدعی شریعت ہے۔ عام اس سے کہ جن اوامر ونواہی کا وہ مدعی ہے وہ ہماری شرع کے موافق ہوں یا مخالف وہ بہر کیف مدعی شریعت ہی قرار پائے گا۔ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے۔ ورنہ اس سے پہلوتہی کریں گے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۴ طبع مصر)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ صاحب فتوحات مکیہ اور امام شعرانیؒ کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی۔ کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امر و نہی کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے۔ وہ مدعی شریعت ہے نیز یہ کہ حضرات صوفیاء کرام کے نزدیک شریعت کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ اب مرزا قادیانی کی تصریحات سامنے رکھ کر یہ دیکھ لیجئے۔ کہ وہ من جانب اللہ امر و نہی پانے کا مدعی ہے یا نہیں۔

اربعین نمبر ۲ ص ۷۰۶ کی یہ عبارت ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ مرزا قادیانی نے لکھا ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا۔

پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی

بھی۔''

مرزا قادیانی کی اس عبارت سے دو باتیں بالکل واضح ہوگئیں ایک یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور امام شعرانی نے شریعۃ کے جو معنی بیان فرمائے ہیں مرزا قادیانی نے ان پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ دوسری یہ کہ مرزا قادیانی حضرات صوفیاء کرام اور خود اپنی تصریح کے مطابق مدعی شریعت ہے۔

اب میں ان مرزائی دوستوں سے دریافت کرتا ہوں۔ جنہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور امام شعرانی کی تصانیف سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان حضرات کے نزدیک نبوت تشریعی ختم ہوگئی۔ غیر تشریعی جاری ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کا غیر تشریعی نبی ہونا درست ہوگیا۔ کس حد تک ان عبارات سے آپ کو فائدہ پہنچا صوفیاء تو آپ کے لئے اغیار کا حکم رکھتے ہیں!

خود مرزا قادیانی جو تمہارا غم خوار ہے اور جس کی نبوت غیر تشریعی کی خاطر آپ نے اس قدر پاپڑ بیلے اس نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا۔ اور بول اٹھا کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی اور اس طرح میں صاحب شریعۃ ہوں!

مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہوا!

ناظرین کرام نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ نبوت تشریعی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ''اللہ تعالی کی طرف سے امر و نہی پانا۔''

چونکہ وحی من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کے ساتھ مخاطب ہونا ہے۔ اس لئے ہر نبی تشریعی ہوتا۔ اب اسکے بالمقابل نبوت غیر تشریعی کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتے کہ من جانب اللہ تعالیٰ امر و نہی کا خطاب پانے کے علاوہ جس قدر فضائل و کمالات ہیں مثلاً ولایت' قطبیت' غوثیت اور عرفان و قرب الٰہی مدارج سلوک وغیرہ انوار و برکات نبوت غیر تشریعی ہیں کیونکہ ان سب کا سرچشمہ مقام نبوت ہی ہے۔

اس لئے اگر صوفیاء نے یہ کہہ دیا کہ نبوت غیر تشریعی جاری ہے۔ یعنی نبوت کے فیوض و برکات بند نہیں ہوئے۔ امت مسلمہ انوار و برکات نبوت سے فیضیاب ہو رہی ہے تو یہ قول اپنے مرادی

معنی کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ہم مرزا قادیانی کو غیر تشریعی نبی مانتے ہیں مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے منکرین کو جہنمی' نا مسلمان' اور غیر ناجی کافر قرار دیا ہے'' ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (مکتوبات مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم۔ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

(اے مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کریگا۔ اور بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے۔ (رسالہ معیار الاخیار ص ۸)

خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے اس (میری وحی) کو مدار نجات ٹھہرایا۔ (حاشیہ اربعین ۴ ص ۷)

ان عبارات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے منکرین کو کافر جہنمی قرار دیا۔

اب مرزا قادیانی کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گزرے ہیں۔ کہ وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔'' (تریاق القلوب حاشیہ ص ۳۲۸ طبع دوم)

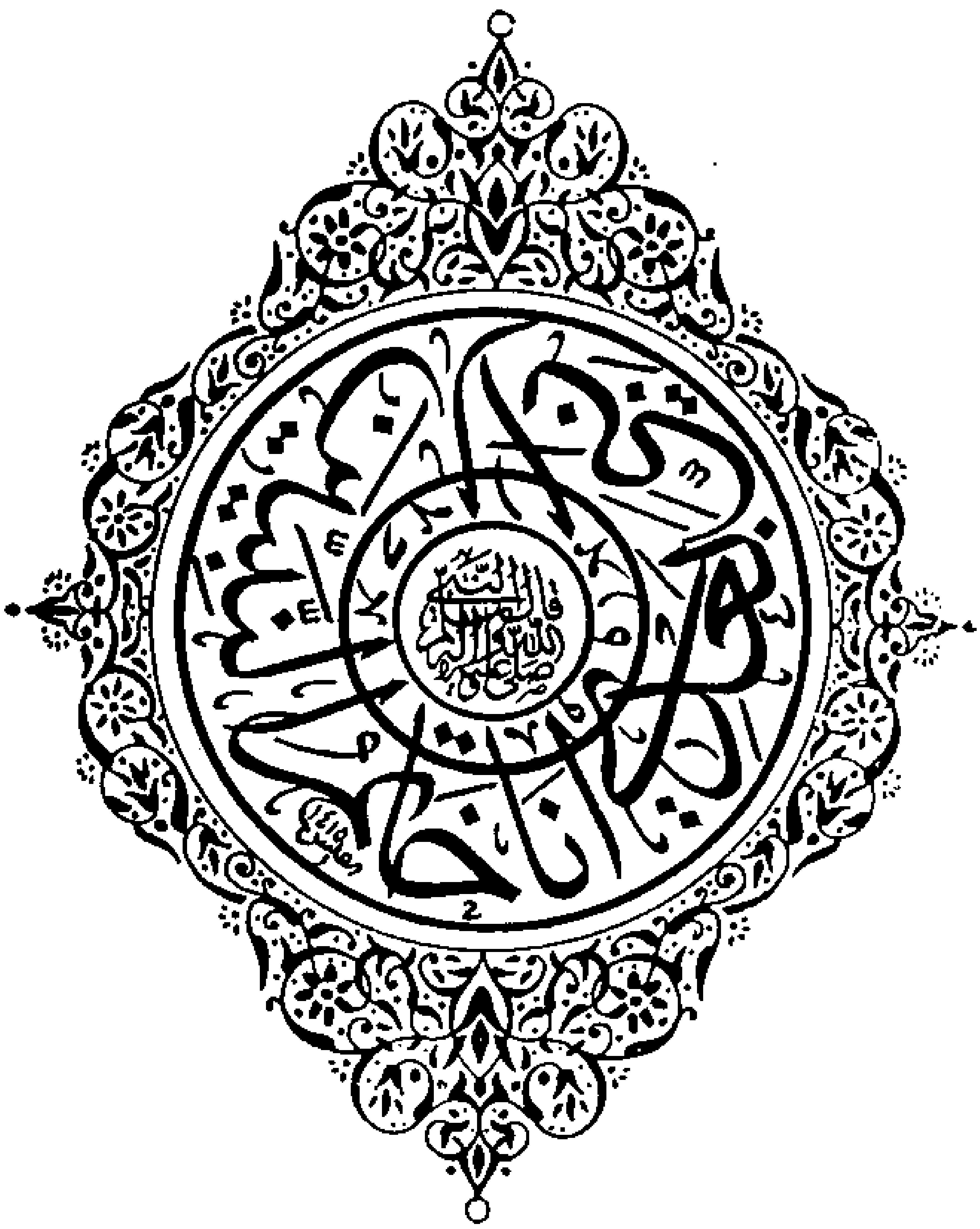
مرزا قادیانی اپنے منکرین کو کافر بھی کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ صرف اس نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ جو شریعت اور احکام جدیدہ لائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی احکام جدیدہ اور شریعت کا مدعی ہے

ناظرین کرام ازراہ انصاف بتائیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت تشریعی کے دعوے میں اب بھی

کچھ کلام کی گنجائش ہے۔!

پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہیں سراسر دجل وفریب نہیں تو کیا ہے!!

فَاعْتَبِرُوا یَااُولِی الْاَبْصَارِ۔



علامہ شاہ احمد نورانی

(پ:۱۹۲۶ء)

مبلغ اسلام فاتح قادیانیت الشاہ احمد نورانی ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ تبلیغ اسلام کی خاطر آپ نے متعدد غیر ممالک کے دورے کئے انسائیکلو پیڈیا پاکستان میں آپ کا تعارف لکھتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ ''آپ کی تبلیغ کے اثر سے ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں جن میں تعلیم یافتہ خواتین وحضرات شامل ہیں۔ آپ نے ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا''۔ (انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا صفحہ ۵۸۶)

ردقادیانیت کے سلسلہ میں امام شاہ احمد نورانی کی خدمات کے لئے تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے لیکن چند اہم واقعات وحالات قلمبند کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو امام احمد شاہ نورانی اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر تحریک میں شامل ہو گئے۔ منیر انکوائری رپورٹ میں آپکا نام بار بار منتظمین تحریک کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۸ء تک آپ بیرون ملک تبلیغی دورہ پر رہے اس دوران آپ نے یورپ افریقہ اور امریکہ وغیرہ کے متعدد ممالک کا دورہ کر کے اسلام کی دعوت عام کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران بعض مقامات پر آپکی قادیانیوں سے مڈبھیڑ بھی ہوئی مثلاً نیروبی' دارالسلام' ماریشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام' برٹش گیانا اور ٹرینی ڈاڈ میں آپ نے کامیاب مناظرے کئے اور قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان مناظروں کے نتیجے میں تقریباً ۶ سو قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ختم نبوت نمبر صفحہ ۴۱)

1969ء میں جب آپ طویل غیر ملکی دورہ کے بعد واپس وطن تشریف لائے تو آپ نے

اپنے خطاب کے دوران فرمایا۔

''اس وقت عالم اسلام کا سب سے زیادہ سنگین اور عظیم خطرہ قادیانی ہیں۔ جو یہودی صیہونیت کے ساتھ ملکر اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میں جہاں جہاں گیا، قادیانیوں کو اپنی بھرپور فتنہ سامانیوں اور بے شمار وسائل کے ساتھ موجود پایا۔ میں نے دنیا کے مختلف علاقوں میں مقدور بھر اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور بعض مناظروں میں ان کو عبرت ناک شکستیں دیں۔ لیکن یہ فتنہ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک کہ پوری پاکستانی قوم اس کا مقابلہ نہ کرے اور اسے پاکستان میں غیر مسلم اقلیت نہ قرار دیا جائے۔ حکومت پاکستان تبلیغ کے سلسلے میں جو بیرونی زرمبادلہ دیتی ہے اس کا ۷۵ فیصد قادیانیوں کو جاتا ہے۔ قادیانیوں نے اسرائیل کے شہروں حیفہ اور تل ابیب میں اپنے مراکز بنا رکھے ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات نہیں لیکن پاکستانی قادیانی جب چاہیں اسرائیل جا سکتے ہیں۔ بعد ازاں مولانا نے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ قادیانی کس طرح اسلام کے نام پر یورپ افریقہ اور امریکہ میں اپنا جال پھیلا رہے ہیں۔ اور ان کا زیادہ تر نشانہ غیر مسلموں کی بجائے بھولے بھالے مسلمان ہیں''۔ (تحریک ختم نبوت اور مولٰنا شاہ احمد نورانی صفحہ ۵)

مولانا ظہور الحسن بھوپالی سابق مرکزی سیکرٹری اطلاعات جمیعت علمائے پاکستان مولٰنا نورانی کی ردّ قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی ذاتی یادداشتوں کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

''مولانا شاہ احمد نورانی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کے ساتھ مجھے بھی ۳۰ جنوری ۱۹۷۱ء کو شیخ مجیب الرحمٰن سے ڈھاکہ میں ملاقات کا موقع ملا ہے اس ملاقات میں جو سیاسی اور دستوری معاملات زیر بحث آئے انہیں کسی اور وقت کے تذکرہ کے لئے چھوڑ کر میں صرف اس گفتگو کا حوالہ دے رہا ہوں جو خالصتاً مرزائیوں کے بارے میں ہوئی''۔

اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانی نے شیخ مجیب سے فرمایا کہ ہماری جانب سے ایک اہم مطالبہ یہ بھی ہوگا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ اس پر آپ کا کیا طرز عمل ہے مجیب الرحمٰن نے جواب دیا۔

دیکھئے قادیانیوں کا فتنہ آپ کے علاقہ ہی کا پروردہ ہے ہمارے یہاں ڈھاکہ میں انہوں نے ایک مشن قائم کیا تھا۔ جسے مسلمانوں کے دباؤ اور مظاہروں کے باعث وہ خود ہی ختم کرنے پر مجبور ہو گئے ہم نے اس فتنہ کو کہیں بھی سر نہیں اٹھانے دیا۔ آپ دیکھئے ایم۔ ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھر رہا ہے یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں۔ کوئی مقصد نہیں۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ (قادیانی) جانور نہیں ملتا۔

بعد ازاں شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے بعد جب ہم ہوٹل شاہ باغ پہنچے تو مولانا نورانی ہوٹل میں ہی ٹھہر گئے۔ اور ہم لوگ ڈھاکہ گھومنے نکل گئے رات کے بارہ بجے واپسی ہوئی تو مولانا نورانی کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، ہم نے یہ سوچا کہ مطالعے میں مصروف ہیں اس لئے اپنے اپنے کمرے میں سو گئے، صبح جب ناشتے کی میز پر مولانا سے ملاقات ہوئی تو ان کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں جیسے وہ رات بھر سو نہ سکے ہوں۔ ناشتہ کے دوران وہ متفکر اور خاموش ہی رہے جب ہم نے ان سے اس خاموشی اور فکر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ۔

"مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اب مشرقی پاکستان نہیں بچ سکتا۔ قادیانی صرف اس لئے پاکستان توڑنے کی سازش کر رہے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں ان کے قدم نہیں جم سکتے اور صرف مغربی پاکستان اگر پاکستان رہ جائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ قادیانی اسٹیٹ کے قیام کے سلسلہ میں ان کے عزائم زیادہ آسانی سے پورے ہو سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حکومت پوری طرح ان کا آلہ کار بن چکی ہے۔"

مولانا بڑی دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ذہن اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ پاکستان ٹوٹ بھی سکتا ہے، مگر اس گفتگو سے یہ ضرور ہوا کہ فضا سوگوار ہو گئی اور دل انجانے خطروں سے دھڑکنے لگا۔

۲۸ فروری ۱۹۷۱ء کو مجھے مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری، پروفیسر شاہ فرید الحق اور مولانا محمد حسین حقانی کے ساتھ کراچی کے ایوان صدر میں صدر یحییٰ خان سے ملاقات کا موقع ملا گفتگو میں قادیانیوں اور مرزائیوں کا ذکر ذرا زیادہ ہی تفصیل سے ہوا۔ مولانا نے اس موقع پر انگریزی

میں گفتگو کی انہوں نے کہا۔

جناب صدر! کیا آپ کو معلوم ہوا کہ قادیانی مسلمانوں سے علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں اوران کا مشن اسرائیل میں کام کر رہا ہے جبکہ پاکستان اور اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات نہیں ہیں! قادیانی جب چاہیں جنیوا کے راستے اسرائیل چلے جاتے ہیں۔اور پاکستان میں یہودی سرمایہ کے ذریعہ ملکی سلمیت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔مولانا نورانی نے یہ سوال بھی کیا کہ جناب صدر۔کیا آپ کو علم ہے کہ ربوہ دراصل پاکستان کے اندر ایک آزاد ریاست کی طرح ہے۔اس کی اپنی عدالتیں اور نیم فوجی تنظیم الفرقان فورس ہے؟ یحییٰ خاں نے مولانا کے ان دونوں سوالات پر لاعلمی کا اظہار کیا۔مولانا نے یحییٰ خاں سے یہ بھی کہا کہ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے لوگ ایم۔ایم احمد سے نفرت کرتے ہیں لیکن آپ پھر بھی ایم۔ایم احمد کو اپنے ساتھ مشرقی پاکستان لے جا رہے ہیں۔اس کے اچھے تاثرات مرتب نہیں ہوں گے۔اس کے جواب میں یحییٰ خاں نے کہا کہ ''مجیب بھی یہی کہتا ہے''۔مولانا نے جب یہ دیکھا کہ یحییٰ خاں مسئلہ کی سنگینی کو سمجھ ہی نہیں پا رہا تو وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ صدر صاحب یہ ملک بڑی قربانیوں سے حاصل کیا گیا ہے۔اسے اس آسانی سے ضائع نہ کیجئے۔

۳ مارچ ۱۷ء کو اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہو گیا۔اور مشرقی پاکستان میں حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔اس دوران مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیں اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں قادیانیوں کی سازشوں کی تفصیلات کا اعلان کراچی میں جلسہ عام میں کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس طرح کم از کم وہ اپنا فرض پورا کر دیں۔یہ جلسہ ۱۹ مارچ ۱۷ء کو آرام باغ میں ہوا۔عوام کی بڑی تعداد نے اس میں شرکت کی۔اور دو بار اس جلسہ پر شرپسندوں کی طرف سے حملے ہوئے۔اور جب انہیں جلسہ گاہ میں موجود کارکنوں نے مار بھگایا تو ان لوگوں نے ہی جا کر روزنامہ ''جسارت'' پر حملہ کیا۔ وہاں توڑ پھوڑ کی۔اور باہر کھڑی ہوئی ایک گاڑی کو آگ لگا دی۔اس جلسہ میں مولانا شاہ احمد نورانی نے جو تقریر کی اسے سن کر بہت سی آنکھوں میں آنسو تھے' بعض لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے' دو بار غنڈوں کے حملے کے باوجود مجمع پورے صبر و سکون سے بیٹھا رہا۔مولانا نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''انگریزی استعمار کی پیداوار مرزا قادیانی کے پیروکاروں نے پاکستان کے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ قادیانیوں نے پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا پروگرام ترتیب دیا ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی ہے۔ برسرِ اقتدار ٹولہ اور مغربی پاکستان کی اکثریتی جماعت ان کی آلہ کار بن گئی ہے اور اب مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش کا آخری راؤنڈ شروع ہونے والا ہے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی کی جائیگی اور بھارت مداخلت کرے گا اس ضمن میں ایم ایم احمد اور سورن سنگھ کے درمیان حال ہی میں نیویارک میں ملاقات ہوئی ہے۔ ایم ایم احمد نے گزشتہ ہفتہ کراچی میں باتھ آئی لینڈ کے ایک بنگلے میں ملک کی بعض اہم شخصیتوں سے ملاقات کر کے انہیں اس بات پر قائل کیا ہے کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان پر ایک بوجھ ہے اور اس کا آمدنی میں حصہ صرف ۹ فیصد ہے۔ قادیانیوں کا اس ضمن میں بھارت اور اسرائیل سے رابطہ ہے''۔

مولانا نورانی نے اس ضمن میں جو تفصیلات بیان کیں وہ بعض اخبارات میں تھوڑی بہت شائع ہوئی ہیں اور اس کا ایک سائیکلو اسٹائل پمفلٹ بھی شائع کیا گیا تھا۔ جس کی ممکن ہے کہ چند کاپیاں اب بھی بعض لوگوں کے پاس موجود ہوں۔ مولانا کے اندیشے بجا نکلے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ۲۵ مارچ ۷۱ء کو مشرقی پاکستان میں جو کاروائی ہوئی وہ بالآخر مشرقی پاکستان کی علیحدگی پر ختم ہوئی۔

۲۵ مارچ ۷۱ء کے بعد ملک میں موجود شدید سیاسی گھٹن کے باوجود بھی مولانا شاہ احمد نورانی ارباب حل وعقد کے سامنے قادیانیوں کے بارے میں قوم کا مؤقف پیش کرتے رہے۔ ۷ اپریل ۷۱ء کو انہوں نے یحییٰ خان کو کھلا خط لکھا جس میں مشرقی پاکستان میں کی جانے والی ناعاقبت اندیشی کا ذکر کرتے ہوئے قادیانیوں خصوصاً ایم ایم احمد کی وطن دشمن سرگرمیوں کا بھی ذکر کیا گیا تھا۔

اکتوبر ۷۱ء میں مولانا نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ ملک کے مسائل حل کرنے کے لئے ایک ۵ نکاتی فارمولا پیش کیا جس کی ملک گیر پیمانے پر تشہیر بھی ہوئی ان نکات میں بھی قادیانی مسئلہ تھا۔ کیونکہ مولانا نے اسے کبھی پاکستان کی سلیمت سے الگ متصور نہ کیا۔ وہ نکات یہ تھے:۔

☆ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کیا جائے۔

☆ مشرقی پاکستان کے مسئلہ کا سیاسی حل تلاش کیا جائے۔

☆ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

☆ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

☆ ۵۶ء کے دستوری مسودہ کو دستور کی بنیاد کے طور پر اختیار کیا جائے۔

بعد ازاں جب ذلفقار علی بھٹو برسر اقتدار آ گئے اور پاکستان کی قومی اسمبلی کا پہلا باقاعدہ اجلاس مارشل لاء کی تلوار کے زیر سایہ ۱۴ اپریل ۷۲ء کو بلایا گیا تو وہاں موجود مولانا نورانی نے اپنے سابقہ مؤقف کا اعادہ کیا اور پارلیمانی تاریخ میں پہلی بار پارلیمنٹ کے اندر مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرنے کا مطالبہ پیش کیا۔ انہوں نے ۱۵ اپریل ۷۲ء کو قومی اسمبلی سے خطاب کیا۔ آپ کی تقریر روداد قومی اسمبلی کے صفحات ۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰ پر شائع ہوئی ہے مولانا نے فرمایا۔

''عبوری دستور میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا۔ مگر مسلمان کون ہے اس کی وضاحت نہیں۔ اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں۔ وہ مسلمان بن کر یہاں حکومت کر سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے یہاں آ سکتے ہیں۔ مسلمان صرف وہ ہے جو اللہ کی وحدانیت اور حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ مرزائی اور قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ پھر یہ کیسے چور دروازہ سے آ کر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں'' (اقتباس)

اتفاق کہیے یا میری خوش نصیبی کہ اس تاریخی موقع پر میں بھی مہمانوں کی گیلری میں موجود تھا۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے حکمران پارٹی کے اراکین کی جانب سے ہنگامے اور مولانا کی تقریر کے دوران مداخلت کا مظاہرہ دیکھا سابق وزیر اطلاعات ونشریات مولانا کوثر نیازی نے تو تقریر کے بعد یہ تک کہہ دیا۔

''میں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف ایوان کے سامنے پیش نہیں کر سکتے یہاں تک کہ جمیعت علماء پاکستان کے تمام اراکین بھی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکتے''۔ (اقتباس)

جمیعت علماء پاکستان کے رکن قومی اسمبلی اور پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے فوراً یہ چیلنج قبول کیا انہوں نے اپنی تقریر میں بھی مولانا نورانی کے مؤقف کی تائید کی اور کہا!

''ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اور اختصار کے ساتھ مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ لفظ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ لفظ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ان کے لئے اس لفظ سے استفادہ کرنے کا سد باب ہونا چاہیے مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی نے دیا ہے۔ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور مسلمان کی متفقہ تعریف ہر وقت پیش کرنے کیلئے تیار ہیں'' (اقتباس)

اس کے بعد ستمبر ۱۹۷۲ء میں جب ترجمان اہلسنت کراچی کا ختم نبوت نمبر شائع ہوا تو اس میں مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک معرکتہ الآ را انٹرویو بھی شامل تھا جسے حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب ''شاہ احمد نورانی'' میں بھی شامل کیا ہے۔اور یہ انٹرویو خود اپنی جگہ ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔اس انٹرویو میں مولانا نے قادیانیت سے متعلق اپنا موقف بہت واضح طور پر بیان کیا ہے۔

قومی اسمبلی کی آئین ساز کمیٹی نے جب اپنا کام شروع کیا تو اس کے اجلاس میں بھی جمیعت کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی پہلی مرتبہ ترمیم مسلمان کی تعریف وریاست کا سرکاری مذہب اسلام قرار دینے سے متعلق پیش کی۔آئینی مذاکرات کے دوران مولانا کو اپنے اس مطالبہ کو تسلیم کرانے کے لئے واک آؤٹ کی دھمکی دینا پڑی۔مذاکرات کے دوران مولانا نے سیاسی تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایوان اسمبلی میں پیش کردہ مسلمان کی تعریف کے انگریزی ترجمے پر اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیار سے اتفاق رائے کرالیا۔واضح رہے کہ یہ ترجمہ جمیعت کے قابل فخر رہنما پروفیسر شاہ فرید الحق نے کیا تھا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقل دستور پر مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ساتھیوں نے رائے شماری میں یہ کہہ کر حصہ نہیں لیا کہ ہمارے بہت سے مطالبات مان لئے گئے ہیں لیکن ابھی دستور مکمل طور پر اسلامی نہیں ہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ کلیدی عہدوں کے لئے بھی مسلمان کی پابندی ہونی چاہیے۔(مولٰنا شاہ احمد نورانی اور تحریک ختم نبوت صفحہ ۱۸از مولٰنا ظہور الحسن بھوپالی)

مولٰنا ابوداؤد محمد صادق صاحب رقمطراز ہیں کہ۔

امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی عظمت ورفعت اور شان وشوکت کو بلند رکھنے کے لئے ۳۰ جون ۱۹۷۴ کو قومی

اسمبلی میں ایک تاریخی قرارداد پیش فرمائی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کے بعد خان عبدالولی خان سے آپ نے فرمایا خان صاحب آج شام میں آرہا ہوں قرارداد کے مسودے پر آپ کے دستخط کروانے ہیں شام کو آپ خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے خان صاحب نے پوچھا ''مولانا فرمایئے کیا حکم ہے علامہ نورانی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسودہ ہے بولے کیا اس پر میرے دستخط چاہیں میں نے کہا آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے علامہ نورانی صاحب نے کہا کہ آپ مسودہ ایک نظر دیکھ لیں بولے کوئی ضرورت نہیں اور بلاتردد انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کردیئے اس وقت غوث بخش بزنجو صاحب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی بلا لیت ولعل دستخط کردیئے۔

اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۲۲ افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہوگئی) نے دستخط کئے۔ البتہ جمیعت العلمائے اسلام کے (دیوبندی مکاتب فکر) مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔ اس تحریک میں امام نورانی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر منتخب کرلیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ (مولٰنا شاہ احمد نورانی۔ صفحہ ۱۶۰ از مولٰنا ابوداؤد محمد صادق صاحب)

قرارداد جب اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے آپ سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان کے چیمبر میں گئے تو ادھر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو بھی تشریف فرما تھے۔ وزیر اعظم کے ساتھ آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ بھی قابل مطالعہ ہے جناب سلیم مست قادری صاحب کی زبانی اس گفتگو کا خلاصہ ملاحظہ فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں۔

جب آپ قرارداد کا مسودہ صاحبزادہ فاروق علی خان سپیکر قومی اسمبلی کو پیش کرنے کے لئے

ان کے چیمبر میں تشریف لے گئے وزیر اعظم مسٹر ذولفقار علی بھٹو اور حفیظ پیرزادہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے مسٹر ذولفقار علی بھٹو اس وقت بہت پریشان تھے اور وہ اس قرار داد کے پیش کرنے پر علامہ نورانی سے خفا تھے ان کا مؤقف تھا کہ مولانا آپ نے میرے لئے خوامخواہ ایک مسئلہ اور مصیبت کھڑی کر دی ہے مسٹر بھٹو کہنے لگے دیکھئے مولانا قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیں کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ ہوگی وغیرہ وغیرہ مسٹر بھٹو کا مؤقف یہ تھا کہ آپ لوگ مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں علماء کرام کے فتوؤں سے ہم نے انکار تو نہیں کیا پھر اس معاملے کو قومی اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت تھی بھٹو نے کہا کہ یہ سب جنون کی باتیں ہیں علامہ نورانی صاحب نے کہا بھٹو صاحب! یہ سب محض مذہبی مسئلہ نہیں ہے پاکستان کے اندر یہ مسئلہ بہت حد تک سیاسی بن چکا ہے مسٹر بھٹو نے کہا مرزا ناصرالدین نے جو بیان دیا ہے کہ یہ سب یک طرفہ ہے آپ نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ آپ مرزا ناصرالدین کو بلا لیجئے بھٹو کہنے لگے مرزا ناصرالدین کو اسمبلی میں کیسے بلایا جاسکتا ہے علامہ نورانی نے کہا کہ مرزا ناصرالدین کو کیمرے میں بلایا جاسکتا ہے اسے پارلیمنٹ ان کیمرہ کہتے ہیں کوئی شخص اس میں نہیں آسکتا البتہ ہم اراکین پارلیمنٹ ہوں گے مرزا صاحب آئیں اور اپنا بیان دے دیں آپ ان کی سن لیجئے اس کے بعد قومی اسمبلی جو مناسب سمجھے گی کرے گی۔ اس قرارداد پر قومی اسمبلی میں دو ماہ سات روز تک بحث ہوتی رہی اسی دوران بھٹو صاحب سے اسی سلسلہ میں آپ کی تین میٹنگز ہوئیں میٹنگ رات دو بجے تک چلتی تھی۔ اس میں سردار شیر باز مزاری' حاجی مولا بخش سومرو (الٰہی بخش سومرو کے باپ) اور جسٹس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔ لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک سیکولر پارٹی سمجھتے ہیں۔ امام نورانی نے کہا کہ اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں۔ تو آپ کو ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ بھٹو صاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے ارکین کے سامنے رکھی۔ جے رحیم اور شیخ رشید نے اس کی بہت شدید مخالفت کی۔ مگر بھٹو صاحب نے کہا کہ یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی۔ جے رحیم نے قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا وہ نہیں چاہتے

تھے کہ یہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہو۔ اس دوران قادیانی بھی اپنا کام کرتے رہے اور مسلمان ممبروں کے کان بھرتے رہے۔ چنانچہ ایک رکن اسمبلی نے حضرت امام نورانی سے کہا کہ مرزا ناصر قادیانی کہتا ہے کہ جب کوئی مسلمان فنافی الرسول کے جذبے سے سرشار ہو کر مقام صدیقیت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کیلئے نبوت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ امام نورانی نے یہ بات سن کر اس ممبر سے کہا کہ مرزا ناصر قادیانی کا یہ کہنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی یہ کہے کہ جب مسلمان عبادت و ریاضت سے فنافی اللہ کا درجہ حاصل کر لے تو اس کیلئے الوہیت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ یہ جواب اس ممبر کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ (فاتح مرزائیت صفحہ ۸ از جناب سلیم مست قادری صاحب)

مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر عادل صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا ہے کہ "آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ محض اپنی قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے ٹھکرا دی مفصل واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی کی دعوت تھی کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقہ کے لاہوری گروپ سے متعلق وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے آپ کے ہاں مولانا نورانی تشریف فرما ہیں ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں میں ان لوگوں کو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں حضرت نے فرمایا کیا بات ہے ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے لہٰذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر درست نہیں ہے آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔

علامہ نورانی نے فرمایا آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر ہے اس لئے کہ ہمارا جوتا اس پیش کش سے قیمتی ہے مرزا مدعی نبوت ہے اور جو اسے مصلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی

نے فرمایا کہ کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ ان لوگوں کی سفارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر لے آئے ہیں یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمد للہ اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے یہ پیسے آنی جانی چیز ہے اصل دولت ایمان کی دولت ہے جو سرمایہ آخرت ہے۔ (مولنا شاہ احمد نورانی صفحہ ۱۵۷ از ابوداؤد محمد صادق)

عشق رسالت مآب ﷺ میں غرق شاہ احمد نورانی کی قادیانیت سے اظہار نفرت کا تذکرہ کرتے ہوئے عالمی مبلغ اسلام اور سابق سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن جناب علامہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں۔

سرینام جو ساؤتھ امریکہ میں واقع ہے۔ وہاں پر عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں سرینام کے وزیر اعظم کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ گاہ میں اسٹیج پر پروفیسر سید شاہ فرید الحق، میں علامہ ارشد القادری اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔ امام شاہ احمد نورانی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ وزیر اعظم سرینام اپنے ساتھ ایک وزیر کو لے کر آیا۔ سوئے اتفاق کہیے کہ وہ وزیر قادیانی تھا۔ اور امام شاہ احمد نورانی اسے جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے۔ جیسے ہی وزیر اعظم نے اسٹیج پر قدم رکھا۔ امام نورانی نے ان کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ پرائم منسٹر صاحب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ تشریف رکھیے اور قادیانی وزیر کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ ''خبیث'' کہاں سے آ گیا۔ پرائم منسٹر صاحب آپ اس کو یہاں سے ہٹائیے گا آپ کی مہربانی ہوگی۔ یہ قادیانی ہے یہ ہمارے اسٹیج پر نہیں بیٹھ سکتا۔ چنانچہ وزیر اعظم کو مجبور ہو کر اس قادیانی وزیر سے یہ کہنا پڑا کہ اچھا تم چلے جاؤ۔ اس طرح وہ قادیانی چلا گیا۔ علامہ ارشد القادری صاحب نے درد بھرے لہجے میں کہا کہ لوگوں نے امام شاہ احمد نورانی کو سمجھا نہیں ہے۔ جب وہ نہیں رہیں گے اس وقت آپ سمجھیں گے۔ اس وقت سمجھنا بے کار ہوگا۔ امام نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلایا اور پوری دنیا نے اس فیصلے کی پیروی کی۔

قسم خدا کی' اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسا مرد مجاہد' بے لوث' نڈر و بے خوف' مجسمہ حق وصداقت' قادیانیوں کے لئے ننگی تلوار اور ایسا مستغنی قائد میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس لئے آپ کو ایسے بے باک قائد کی قدر کرنی چاہئے۔ (فاتح مرزائیت از سلیم مست قادری)

آپ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی ذمہ داری بھی قادیانی گروہ کے ذمہ لگاتے ہیں۔ ''ماھنامہ ترجمان اہلسنت'' کو انٹرویو دیتے ہوئے آپ نے سقوط ڈھاکہ کے اسباب و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لئے پھلنے پھولنے کا موقع میسر نہیں ہے جیسے کہ مغربی پاکستان میں ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہئے۔ مشرقی پاکستان کے عوام کسی طرح مرزائیوں کو قبول نہیں کرتے۔ اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ اور خاص طور پر اس خطے کو جس میں سو فیصد صحیح العقیدہ یعنی اہلسنت و جماعت حنفی مسلمان ہیں تباہ و برباد کر دیا جائے۔

چونکہ مشرقی پاکستان اکثریت میں تھا اور اگر وہ آ جاتے تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سخت رویہ اختیار کرتے۔ اس کے مشاہدہ کا موقع مجھے مجیب الرحمٰن سے ملاقات میں ہوا۔ دوران گفتگو مجیب الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ دیکھیئے کہ ایم۔ ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھرتا ہے یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نہیں۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ بعد میں اس کی درخواست پر ملاقات ہوگئی۔ ساتھ ہی مجیب نے کہا۔ کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ جانور نہیں ملتا۔

اخبارات اس کے گواہ ہیں اور تفصیل کے ساتھ یہ واقعات اخبارات میں آئے ہیں کہ قادیان میں رہنے والے قادیانیوں نے سب سے پہلے باقاعدہ بنگلہ دیش تسلیم کر لیا ہے۔ اور انہوں نے بنگلہ دیش کی حمایت کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان ایک ہو کر رہیں گے۔ ان کے ساتھی اب بھی یہ کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کا مرکز قادیان رہے کیونکہ وہی ان کا قبلہ و کعبہ ہے۔ اور وہ براہ راست اپنے مرکز سے رابطہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ (ماھنامہ ترجمان اہلسنت کراچی ختم نبوت نمبر اگست ۱۹۷۲)

قادیانیوں کی طرف سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازشوں کے دوران اس ملک کو ان کی مذموم سرگرمیوں سے بچانے کے لئے قائد اہل سنت نے بہت طویل جدوجہد کی آپ نے قادیانیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے عوام الناس اور حکمرانوں کو بروقت اس مذموم فتنہ سے آگاہ کیا اور اس فتنہ کی بیخ کنی کے لئے نہ صرف اسمبلی کے اندر اور باہر بلکہ بیرونی ممالک کے طویل دورے کر کے شب و روز کام کیا۔

علاوہ ازیں جب ظفر اللہ قادیانی عالمی عدالت انصاف کا چیف جسٹس تھا اس نے ڈن ھاک (ھالینڈ) میں ایک مسجد بنوا کر قادیانیت کی تبلیغ کا اڈہ کھول لیا تو آپ نے بہت کوشش کر کے اس مسجد کے قریب ہی اندازاً ۱۱۲ ایکڑ زمین حاصل کر کے اس پر جامع مسجد طیبہ تعمیر کرادی اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں ایک پلیٹ فارم بنا کر تبلیغی کام شروع کر دیا۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج بھی جاری ہے۔ ہالینڈ میں قادیانیت کو پھیلنے سے روکنے میں جامع مسجد طیبہ (ڈن ہاک) کا اہم کردار ہے۔

۱۹۵۶ء میں آپ مولانا عبدالحامد بدایونیؒ کی رفاقت میں مصر گئے اور مصر کے صدر جمال عبد الناصر سے ملاقات کے دوران اسے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی سازشوں اور تباہ کاریوں سے آگاہ کیا تو جمال عبدالناصر نے مصر میں موجود تمام قادیانیوں کو ایک ماہ کے اندر مصر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اور آئندہ سے انکا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔

۱۹۷۱ء میں یحییٰ خان نے پارلیمانی لیڈروں سے ملاقات کی جب مولانا نورانی کو میٹنگ کی دعوت دی گئی تو آپ نے ایم ایم احمد قادیانی کو تمام مسائل کی جڑ قرار دیتے ہوئے اسکی موجودگی میں کسی قسم کے مذاکرات سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ایم ایم احمد کو اگرچہ وہ منصوبہ بندی کمیشن کا چیئرمین تھا میٹنگ سے اٹھادیا گیا۔

مولٰنا اصغر علی روحیؒ

(۱۸۶۷ء۔۱۹۵۴ء)

جناب مولٰنا عبدالحکیم شرف قادری صاحب حضرت مولٰنا اصغر علی روحیؒ کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مولانا اصغر علی روحیؒ ابن مولٰنا شمس الدین ابن میاں پیر بخش بن رکن الدین (رحمہم اللہ تعالٰی) ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء میں دریائے چناب کے کنارے واقع قصبہ کٹھیالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا، ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور آئے اور اپنے دور کے ممتاز فضلاء مولٰنا فیض الحسن سہارنپوریؒ مفتی عبداللہ ٹونکی، مولوی عبدالحکیم کلانوری اور مولوی قاضی ظفر الدین سے استفادہ کر کے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کئے اور ایم۔ او۔ ایل کی ڈگری حاصل کی (تذکرہ اکابرِ اہل سنت صفحہ ۶۰ جلد اول مرتبہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب۔)

آپ اورنٹیل کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۲ سے ۱۹۴۱ء تک اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ عربی کے پروفیسر رہے۔ اس کے بعد اگرچہ پیرانہ سالی کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھا لیکن انجمن حمایت اسلام نے از راہِ قدردانی چار صد روپیہ تاحیات مشاہرہ مقرر کردیا۔ علامہ مرحومؒ تمام زندگی شریعت مبارکہ کے پابند رہے۔ ظاہری تکلفات سے بے نیاز رہے آپ کو عربی و فارسی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا اور دونوں زبانوں میں بلا تکلف شعر کہتے تھے (فارسی گویانِ پاکستان صفحہ ۲۶۱۔۲۶۲ جلد اول از سید ڈاکٹر سبط حسن رضوی۔)

آپؒ نے کثیر کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپؒ کا وصال ۱۹۵۴ء/۱۳۷۳ھ میں ہوا آپؒ کا مزار مبارک کٹھالہ میں مسجد سے ملحق برلبِ شاہراہ عظیم (جی ٹی روڈ) واقع ہے۔

آپؒ کی دیگر اہم خدمات سے انکار ممکن نہیں لیکن سرِ دست میں آپؒ کی ردِ قادیانیت کے

سلسلہ میں کی جانی والی خدمات کا تذکرہ کرونگا۔ اس سلسلہ میں جناب پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی رانا صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج قصور) کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے اس گرانقدر مقالہ سے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی جو انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کی خاطر ''مولانا اصغری علی روحیؒ۔ احوال وآثار اور انکے عربی دیوان وشعر کی جمع تدوین'' کے عنوان سے قلمبند فرمایا تھا۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ کے صفحہ ۹۴ تا صفحہ ۱۰۲ تک ''مذاہب باطلہ کا رد'' کے عنوان سے فرقہ ء قادیانیہ کے رد کے سلسلہ میں آپؒ کی خدمات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مذاہب باطلہ کا رد

۱۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب مرحوم اپنی گراں قدر کتاب ائمہء تلبیس میں لکھتے ہیں۔ (ص ۱۹۵) مرزا قادیانی نے از راہ نادانی اپنے رسالہ اعجاز احمدیہ کو معجزہ کی حیثیت سے پیش کر کے علمائے امت سے اس کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس چیلنج کے جواب میں قاضی ظفر الدین صاحبؒ مرحوم جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور مولانا اصغر علی صاحب روحیؒ اور بعض دوسرے علماء نے اس سے کہیں بہتر عربی قصائد لکھ کر شائع کر دیئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے دوسرے علمائے حق کی طرح کوئی قصیدہ تو نہ لکھا البتہ ایک مہتم بالشان کارنامہ یہ انجام دیا کہ سیف چشتیائی میں ''اعجاز المسیح'' کے اغلاط اور مسروقات کا انبار لگا کر مرزائی عربی دانی کی دھجیاں بکھیر دیں۔

۲۔ دلاوری صاحب اسی کتاب کے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں۔ اس نام نہاد قصیدہ کے مقابلہ میں قاضی ظفر الدین صاحب مرحوم سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو ہمارے ضلع گوجرانولہ کے رہنے والے تھے۔ ایک قصیدہ بنام قصیدہ رائیہ شائع کیا جس کے ۱۱۲ اشعار نمونۃً کتاب الہامات مرزا صفحہ ۱۰۳......۱۰۵ میں نقل کئے گئے ہیں۔ اعجاز احمدی کے جواب میں مولانا غنیمت حسین صاحب مونگیری نے بھی ایک کتاب ''ابطال اعجاز مرزا'' دو حصوں میں لکھی پہلے حصہ میں مرزائی نظم کے اغلاط ظاہر کئے اور دوسرے حصہ میں سوا چھ سو اشعار کا نہایت فصیح وبلیغ عربی قصیدہ لکھا۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے اور پنجاب

میں بعض حضرات کے پاس موجود ہے۔مولانا اصغر علی صاحب سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے بھی اعجاز احمدی کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا۔اس قصیدہ کا مطلع یہ تھا۔

تسیر الی ربح الحبیب الزوامل فیالك شوقا هیجته المنازل

(اونٹنیاں منزل حبیب کی طرف جارہی ہیں۔اللہ رے وہ شوق جس کو منازل نے ابھارا ہے)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے مرزا کی بعض عربی کتب میں سے شرمناک قسم کی غلطیاں نکال کر مرزا کو لکھ بھیجیں۔مرزا نے اخبار الحکم مورخہ ۱۷/اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵) قادیان میں یہ لکھ کر ان سے پیچھا چھڑایا کہ نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں۔(آئمہ تلبیس ص ۴۸۰)

ایک دفعہ انہوں نے مرزا کے رسالہ ''حمامۃ البشریٰ'' کی غلطیاں نکال کر مرزا کے حواری خواجہ کمال الدین کو خفا کر دیا تھا۔یہ واقعہ رئیس قادیاں میں ملاحظہ فرمایئے۔(افسوس کہ دلاوری صاحب مرحوم اپنی کتاب رئیس قادیاں کی پہلی دو دو جلدیں لکھ کر اللہ کو پیارے ہو گئے اس لئے مذکورہ بالا واقع طبع شدہ جلدوں میں موجود نہیں غالباً کسی اگلی جلد میں اسے لکھنے کا ارادہ ہو گا جو پورا نہ ہو سکا)

۳۔ کتاب رئیس قادیاں مرتبہ ابوالقاسم رفیق دلاوری بعنوان باب ۵۸ میں ''حکیم نورالدین سے مولانا اصغر علی روحی کی ایک علمی جھڑپ'' حسب ذیل دلچسپ واقعہ درج ہے۔

قادیانی صاحب سخن سازی اور پروپیگنڈا بازی کے فن میں تو طاق تھے لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھے۔البتہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں۔یہی وہ دو شیر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب اتنا زمانہ فضائے تعلی میں پرواز کرتے رہے۔پھر ان دونوں میں حکیم نورالدین کو خاص اہمیت حاصل تھی بلکہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی و مؤسس تھے اور مرزا جی تو محض آلہء کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتے تھے۔جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آجاتی۔ایک مرتبہ بانیٔ سلسلہ حکیم نورالدین

لاہور آ کر ٹھہرے تو مولانا اصغر علی روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ان کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اس وقت مولانا اصغر علی صاحب کا عنفوان شباب تھا۔ ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ لاہور جو مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے اقرباء میں سے تھے، حکیم صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے مقرر نہیں تھے۔ ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجع لازم آئے گی۔ حکیم نورالدین نے کہا کہ ترجیح بلا مرجع تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے ترجیح بلا مرجع جائز ہے۔ مولوی زین العابدین نے پوچھا وہ کیسے؟ حکیم صاحب نے دو روپے جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھے اور مولوی صاحب سے کہا ایک اٹھا لیجئے۔ انہوں نے ایک روپیہ اٹھایا۔ پوچھا اس دوسرے کو کیوں نہیں اٹھایا؟ مولوی زین العابدین سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مولانا اصغر علی صاحب ایک طرف بیٹھے تھے مولوی زین العابدین سے کہنے لگے مولوی صاحب کہہ دیجئے کہ ارادۂ ازلی اس ایک اٹھانے سے متعلق تھا دوسرے سے متعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ترجیح ہے۔ حکیم نورالدین نے کہا بس صاحب یہ ٹھیک نہیں۔ یا یہ بولیں یا آپ گفتگو کر لیں۔ مولوی زین العابدین، روحی صاحب سے کہنے لگے اچھا آپ آ کر گفتگو فرمائیے۔ اس مجلس میں فقیر جلال الدین مرحوم مجسٹریٹ بھی موجود تھے۔ وہ بولے ہاں مولوی صاحب آپ آئیے اور گفتگو فرمائیے۔ غرض مولانا روحی کو زبردستی ان کے مقابل کر دیا۔

اس سے پیشتر حکیم صاحب بہت لافیں مار چکے تھے کہ ہم نے مصر سے منطق کی ایک نئی کتاب منگوائی ہے جس میں منطقیوں کی متعدد تھیوریاں غلط اور باطل ثابت کی گئی ہیں اس سلسلہ گفتگو میں وہ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ پر بھی ہاتھ صاف کر گئے تھے۔ روحی صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے منطق کو باطل کیا ہے کیا ساری منطق باطل ہے یا اس کے کوئی خاص قواعد یا اس کا کوئی حصہ؟ حکیم نورالدین نے کہا یہ بتانا تو مشکل ہے کہ منطق کا کتنا حصہ باطل اور کتنا صحیح ہے۔ مولانا اصغر علی نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں بتلا سکتے تو ممکن ہے کہ آپ اثنائے گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں کہہ دیں کہ یہ غلط اصول پر مبنی ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا اسلئے جب تک یہ مسئلہ صاف نہ ہو جائے کہ آپ کون کون سے اصول مانتے ہیں اور کون کون سے نہیں مانتے۔ اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ حکیم صاحب لاجواب ہو گئے اور سوچنے لگے۔ ان

ایام میں مولانا روحی کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا تھا جب دیکھا کہ حکیم صاحب کے منہ پر بالکل مہر سکوت لگ گئی تو جوش میں آ کر کہنے لگے۔ اسی برتے پر آپ نے امام غزالیؒ اور امام رازیؒ پر حملہ کر دیا تھا۔ یہی آپ کی استعداد ہے؟ آپ کو تو مڈل والے لڑکوں کے برابر بھی لیاقت نہیں۔

یہ سن کر مولوی محرم علی چشتی اور فقیر جلال الدین کہنے لگے۔ نہیں مولوی صاحب جانے دیجئے ایسا نہیں ہے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت قریب تھا۔ یہ لوگ کہنے لگے اچھا کسی دوسرے موقع پر گفتگو ہوگی۔ مولانا روحی چل آئے اور یہ خبر بجلی کی رو کی طرح شہر میں پھیل گئی کہ روحی صاحب نے حکیم نور الدین کو پچھاڑ دیا۔ (رئیس قادیان۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۳۷)

پھر دوسری مرتبہ حکیم نور الدین حویلی کابلی مل میں آ کر اقامت پذیر ہوا۔ صوفی غلام محی الدین وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور اور مولوی زین العابدین مذکور روحی صاحب کے مکان پر گئے اور کہا کہ حکیم نور الدین آئے ہوئے ہیں۔ آپ چل کر مرزا کے دعاوی کے متعلق ان سے گفتگو کیجئے۔ روحی صاحب نے کہا۔ اغلب ہے کہ حکیم صاحب گفتگو پر راضی نہیں ہونگے۔ مولانا روحی نے ان کے کہنے پر حکیم صاحب کو رقعہ لکھا کہ مرزا کے دعاویٔ باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اسلئے میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا ہوں۔

اس کے بعد شاید ۱۹۱۵ء (یہ ۱۹۱۵ء نہیں ہوسکتا کیونکہ حکیم نور الدین بھیروی ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو جہنم واصل ہوگیا تھا۔ یا تو دلاوری صاحب کو سہو ہوگیا ہے یا کاتب نے غلط کتابت کردی ہے میرے اندازہ کے مطابق یہ واقعہ ۱۹۱۳ء کا ہوسکتا ہے۔ زاہد) میں حکیم صاحب لاہور آئے۔ روحی صاحب کے ایک شاگرد نے کہا کہ حکیم نور الدین آئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور قاضی ظہور الدین اکمل مرزائی متوطن گولیکی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ قاضی ظہور الدین کہنے لگے واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں؟ شاگرد نے کہا واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہور الدین نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور۔

اس وقت بابو عبدالحق اکاؤنٹنٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے، مرزا کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کرا رہے تھے۔

۴۔ اسی طرح مولانا محمد عالم آسی امرتسری اپنی کتاب الکاویہ علی الغاویہ (جو مرزا قادیانی کے رد سے متعلق ہے) میں لکھتے ہیں۔

جب مرزائیوں کو مد میں شکست فاش ہوئی تو مرزا قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے جن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغری علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا اور کچھ ایسے الفاظ بھی کہے کہ اگر ان بزرگوں کے متعلق کچھ ذرہ بھر بھی حالات دگرگوں ہونے کی خبر مرزائیوں کو لگ جائے تو آج بھی اس کو پیشین گوئی کے سانچے میں ڈھالیں۔ یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدے سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزوں نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔ (الکاویہ علی الغاویہ صفحہ ۸۴۔۸۵)

پھر اسی کتاب میں آسی صاحب نے مرزا قادیانی کے قصیدۂ اعجازیہ سے ۱۲۲ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالی ہیں۔ ان اشعار میں شعر نمبر ۹ میں تین بزرگوں کا نام آتا ہے۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، قاضی ظفر الدین مرحوم اور مولانا اصغر علی مرحوم۔ وہ شعر یہ ہے ؎

ففکر بحدك خمس عشرة ليلة   فنادِ حُسينا او ظفر او اصغرا

(الکاویہ علی الغاویہ ص ۳۹۸۔۳۹۷)

مرزا قادیانی اپنے مخالفین کو اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے خوب کوستا اور گالیاں تک بھی دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام آتھم میں لکھتا ہے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ دو سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں.................. وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی' شیخ محمد حسین بٹالوی' مولوی رشید احمد گنگوہی' مولوی عبدالحق حقانی مفسر دہلوی' مولوی ثناء اللہ امرتسری' مولوی عبدالجبار غزنوی' مولوی اصغر علی لاہوری' مولوی عبدالواحد غزنوی' مولوی عبدالحق غزنوی' مولوی عبداللہ ٹونکی' حافظ عبدالمنان وزیر آبادی' مولوی دلدار علی الوری (انجام آتھم صفحہ ۶۹)

یہ کل ۵۸ نام ہیں جن میں مولانا روحی کا نام نمبر ۱۹ پر ہے اس کے بعد سجادہ نشینوں کے ۴۸ نام ہیں جن میں ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ' صادق علی صاحب گدی نشین لورتر چھتر' مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ بھی شامل ہیں۔

اس کے بعد ایک خط شروع ہوتا ہے جو عربی میں ہے اور اس کے نیچے بین السطور فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس خط کا عنوان یہ ہے۔ ''المکتوب الی علماء الہند و مشائخ ھذہ البلاد وغیرھا من البلاد الاسلامیہ''

اس کے بعد ایک ہمزیہ قصدہ ہے۔ اس خط میں "تسعة رھط من الاشرار" کے زیر عنوان بعض علماء کو بُرا بھلا کہا گیا ہے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) الرسل بابا امرتسرا (مولوی غلام رسول) (۲) مولوی اصغری علی لاہور (۳) مولوی محمد حسین بٹالوی (۴) مولوی نذیر حسین (۴) مولوی عبدالحق دہلوی (۶) مولوی عبداللہ ٹونکی (۷) مولوی احمد علی سہارنپوری (۸) مولوی سلطان الدین جے پوری (۹) مولوی محمد احسن امروہی (۱۰) مولوی رشید احمد گنگوہی (۱۱) شیخ اللہ بخش تونسوی (۱۲) شیخ غلام نظام الدین تونسوی۔

مولوی رسل بابا پر دو صفحے' مولوی اصغر علی پر تین صفحے' (ص ۲۳۸ تا ۲۴۰) مولوی محمد حسین پر

ساڑھے دس صفحے۔ (ص ۲۴۱ تا ۲۵۱) اس کے بعد باقیوں پر ایک ایک یا دو دو سطریں دی گئی ہیں (ان کا ذکر ص ۲۵۲ پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ خط جاری رہ کر کتاب کے آخر تک چلا گیا ہے۔)

اس سلسلہ میں مولوی اصغر علی روحی کے متعلق جو لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

ومن التسعة الذين اشربتُ الیھم رُجیلٌ یقاله اصغر، وانه یزعم فی نفسه کانّه اکبر، ویزدرینی مفتریاً من غیر استحیاءٍ، و یَسُبُّنی فی محافل واملاءٍ۔ فسیعلم کیف یُجعل من الاصغرین۔ انه یتبع الھوٰی ویجری طلقاً معا التقوی۔ یریدأن یغض خُتوم الشھوات ولوبالحنایات و یجتنی قطوف اللذات ولو بالمحرمات و کذلك تأھبتَ له الرفاق وازدادَ من المنافقین النفاق۔واستحکم فی الطباع الذمیمة حتی سبق اخوانه فی النمیمة وما اری مَدْحَرَةً لشیطانه الّاأن ادعُوَه لا متحانه فاقبل علیه اقبال طالب المناضل لیتبین امر الجاھل والفاضل۔وانه کان یطلبنی لوغاه فالیوم نرضیه بما یھواه قد خاطَبْتُه من قبل ذات العُوَیم لاُزِیْلَ ماعلاقلبه کالغیم۔ فقلتُ:اتنی کالرائد و تمتع من الموائد،فان کنت رأیناك کسحاب مطیرا وثبت معك من البلاغة کمیر، فنومن بك (ص۲۳۹) وبحسن بیانك و نشیعُ صفات علوشأنك۔ فیسوغُ لك بعداه أنتغلّتظنافی املاء نا وتاخذ اغلاط انشائنا کما انت تظن کالجاھلین الغافلین۔ومع ذلك نحسبك إنك ذومقولٍ جرِیّ نابغة کلامٍ عربی۔ ویجوزلك مالا یجوز لغیرك من ازدراء والطعن علی املاء و تحمد عندالناس کالفاضلین المؤدبین۔ واماطرز ازدرائك قبل اثبات علمك وعلاء ك فما ھذا الّا لبوسُ سفیهٍ یترك الحیاء وعادةَ ضریرٍ لایری الأضواءَ۔ فیحسبُ النھار المنیرَ ظلاما والوابل جھاما۔ وان کنت من رجال ھذا المضمار و ولیجة اھل ھذاه الدار فارِ ناکمال انشاء ك قبل از درائك۔ وأت بکتاب من مثل ھذا الکتاب ثُمّ اجعل بینی و بینك حکما احدًا من اولی الالباب۔ فان شھد الحکم علی کمالك و حسن مقالك وظن انك جئت باحسن من کلامی واریت نظاماً (۲۴۰) اجمل من نظامی فلك ان تتخذ جدّی عبثا و تجعل تِبرِی خُبثاً وان تحسب دری الغُرّ کلیلٍ دامسٍ و بیانی الواضح کطریقٍ طامسٍ۔ وتشیعُ عثادی فی

العالمین وان لم تفعلُ ولن تفعلَ فاتّقِ لعن اللّا عِنِیْن۔

الا لا تَعِبْنِی کالسفیه المشارز — وان کنت قد از معت حربی فبارزِ

وانك تذکرنی کرجل مُحقَّرٍ — و تَلْمِذُنی فی کلّ ان کمارزِ

وإنّا سمعنا کلّ ماقلتَ نَخْوَةً — أتحسبُ حضرائی بحمق کتارزِ

وما کنت صوّالا ولکن دَعَوْتَنِی — وقد بَانَ انك تزدرینی کغارز

ولا خیر فی طَغْواك یا ابنَ تکبر — ویفقأ ربّی عین دون معارز

فحَرِّج علی نفس تبیدك واجتنبُ — مناهج فقأ فا جَنَّتَكَ کفارزِ

ولا تنهَّجُ سُبُلَ الغوایة واکتبُ — علی ماعراك و تب بقلب آرزِ

اسی کتاب کے ص ۱۶۳ تا ۱۶۴ پر یہ عبارت پائی جاتی ہے۔

فان یبقَ احدمنکم سالماالی سنة فأُقِرُّبانّی کاذب وأَجیئکم بعَجْزٍ و توبةٍ واحرق کُتُبی واشیعُ هذا الأمرَ بخلوص نیّة (ص ١٦٤) واحسب انکم من الصادقین۔

مرزائیت کے علاوہ مولانا اپنے رسالہ اُلتہد میں بداعتقادوں، زندیقوں اور دہریوں کے عقائد کا رد بھی کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں وہ کسی سے ڈرتے نہ تھے۔ چاہے کوئی شخص کتنا نامی گرامی ہو۔ چنانچہ انہوں نے سرسید احمد خاں مرحوم کے بعض عقائد پر جرح وتنقید کی اور اپنی کتاب ''مافی الاسلام'' میں بھی وضاحت سے عقلی ونقلی دلائل کے ذریعے ایسے عقائد کا بطلان کیا وہ کسی کے ساتھ پرخاش یا عدوات نہیں رکھتے تھے بلکہ جو خوبی کسی میں ہوتی اس کا کھلے دل سے اعتراف کرتے لیکن اس کے نقائص اور اغلاط کی طرف سے چشم پوشی کرنا یا وقتی مصلحت کو مدنظر رکھنا ان کا شیوہ نہیں تھا۔

مقالہ کے صفحہ ۳۰۵ پر ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے۔

پیر غلام دستگیر نامی مرحوم (جو مولانا مرحوم کے عزیز شاگردوں میں شامل تھے) نے یوں لکھا ہے:

''میں جناب مولانا اصغر علی صاحب روحی ایم۔اے۔ایل مولوی فاضل، منشی فاضل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کا نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے میری اکثر نظموں کو جو دینی خدمت کے لئے لکھی گئیں، شوق وقدر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی اصلاح واشاعت میں بڑی مدد دی پیشتر ازیں میں نے

بہت سی نظمیں لکھیں مگر ان میں کسی کو بھی بموجب ارشاد جدامجد پیر مراد شاہ صاحب کہ۔

نرسد تابسمع استاداں نتواں کرد اعتماد سخن

پبلک کے سامنے پیش نہ کر سکا چونکہ آئندہ طبع شدہ نظمیں ایک فاضل اجل واستاد محقق کی نظر سے گزر چکی تھیں اس لئے میں نے بلا دھڑک ان کو ہدیہء ناظرین کر دیا۔ خدا مولوی صاحب موصوف کو جو باوجود دولت علم سے اس قدر مالا مال ہونے کے ایک درویشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عمر نوح عطا فرمائے تاکہ مجھ جیسے تشنہ کام ان کے دریائے فیض سے سیراب ہوتے رہیں آمین یا ربنّا

اس کے بعد نامی صاحب نے قادیانی کی تاریخ کے عنوان سے مرزا قادیانی کی تاریخ ہائے وفات جو مختلف اصحاب نے نکالی تھیں نقل کی ہیں۔

ان میں سب سے پہلے ان کی اپنی نکالی ہوئی تاریخ ہے جو یہ ہے

ہُوا فی النار ایک مردِ شریر کیوں نہ شیطان ہوں آج دلگیر

فتنے اور تفرقے مٹے سارے پائے مفسد میں پڑ گئی زنجیر

بدلم گشت خواہشے پیدا کہ کنم سالِ فوتِ اوتحریر

گفت نامی زروئے الہامے

مرگیا قادیان کا خنزیر ۱۳۲۶ھ

اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کی نکالی تاریخ یہ لکھی ہے

لقد دخل فی قعر جھنم ۔اور مولنا محمد عالم آسی امرتسریؒ نے بھی یہی تاریخ وفات نکالی ہے۔۱۳۲۶ھ

قاضی فضل حق (پروفیسر گونمنٹ کالج لاہور) کی نکالی ہوئی تاریخ یہ رکھی۔

میرزا ہیضہ بمرد ۱۳۲۶ھ

اور سب سے آخر میں مولانا اصغر علی روحیؒ کی نکالی ہوئی دو تاریخیں لکھی گئیں

ا۔ ''دجال قادیانی کا اب خاتمہ ہوگیا'' ۱۳۲۶ھ

۲۔ روحِ خبیث ۱۳۲۶ھ

ان سب سے ۱۳۲۶ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس برنی قدس سرہٗ

(۱۸۹۰ء--۱۹۵۹ء)

حضرت مولانا محمد الیاس برنیؒ بلند شہر (اتر پردیش) کے ایک قصبہ برن میں ۱۹ اپریل ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں خورجہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان امتیازی شان میں پاس کیا۔ اس کے بعد علی گڑھ میں داخلہ لے لیا اور وہاں سے ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تک تعلیم حاصل کی۔ حدیث کا علم پیلی بھیت میں حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس برنیؒ بہت بڑے عالم تھے۔ مدتوں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں معاشیات کے پروفیسر رہے ۱۹۲۵ء میں دارالترجمہ کے ناظم بنائے گئے اور اس خدمت پر ۱۹۴۷ء تک کارگزار رہ کر وظیفہ حسنِ خدمت حاصل کیا۔ برنی صاحب مغربی تعلیم یافتہ حضرات کی اس صف میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی فراست سے دینی علوم میں گہری نظر پیدا کی۔

حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی القادری قدس سرہٗ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ حضرت مولانا الیاس برنیؒ نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلویؒ سے بھی کسبِ فیض کیا اور خلافت حاصل کی۔

حضرت مولانا الیاس برنیؒ نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلویؒ کی تصانیف کی باقاعدہ ایک علمی فہرست مرتب کی تھی جو بذات خود اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک کتاب ہے۔

الیاس برنی مرحوم کی یہ علمی فہرست حضرت علامہ نور احمد قادری نے دیکھی تھی۔ مذکورہ فہرست حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن قادری جے پور کے ایماء سے تیار کی گئی تھی۔ (مکتوب علامہ نور احمد قادری مورخہ ۷ اگست ۱۹۹۳ء از اسلام آباد پاکستان)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ خاص مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے قادیانی فتنہ کے انسداد میں مولانا الیاس برنی کے ساتھ نمایاں تعاون فرمایا (برنی نامہ صفحہ ۴۳)

ممباسہ میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے جارج برنارڈ شاہ سے ملاقات کے موقع پر الیاس برنیؒ کی ایک کتاب ''اسلام'' (انگریزی) جارج برنارڈ شا کو مطالعہ کے لئے عنایت فرمائی تھی۔

مولانا الیاس برنیؒ عشقِ رسالت مآب ﷺ سے سرشار تھے نعتیہ کلام سے گہری دلچسپی رکھتے تھے خود بھی بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ ان کا ایک نعتیہ دیوان ''معروضہ'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ان کے کلام میں جگہ جگہ وہ محاسن بھی پائے جاتے ہیں جو رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے خلوص کے آئینہ دار ہیں۔ بیان میں کشش اور جاذبیت ہے۔ سادہ الفاظ اور صاف طرزِ بیان کے علاوہ سادگی' سلاست روحانی' جذب کیف اور اثر بھی ان کے کلام میں موجود ہے۔

نمونہ کلام

سارے نبیوں کے حاصل ہمارے نبی
سارے نبیوں میں فاضل ہمارے نبی
بحرِ عرفاں میں کشتی ہزاروں چلیں
سارے نبیوں کے ساحل ہمارے نبی

ساقی کوثر کو پایا جو کوئی مے خانہ تھا
فرش سے تا عرش ہر جا ساغر و پیمانہ تھا
سرِ حق اسرار عالم حکمت کون و مکاں
جس نے سمجھا کچھ محمد کا وہی دیوانہ تھا
دیکھنے کو رنگ محفل یوں پتنگے تھے ہزار
جان دے دی شمع پر جس نے وہی پروانہ تھا

مولانا الیاس برنی مرحوم نے مختلف موضوعات پر کتب تحریر کیں ذیل میں ان کی فہرست دی جاتی ہے۔

ا۔ اصرارِ حق

۲۔ مشکوٰۃ الصلوٰت

۳۔ ہدایت الاسلام

۴۔ فتوح الحکم

۵۔ فتوحاتِ قادریہ

۶۔ مکاتیب المعارف

۷۔ صراط الحمید حصہ اول۔ دوم

۸۔ معارفِ ملت جلد اول، دوم، سوم، چہارم

۹۔ جذبات فطرت جلد اول دوم، سوم، چہارم

۱۰۔ مناظرِ قدرت جلد اول دوم، سوم، چہارم

۱۱۔ جواہرِ سخن

۱۲۔ علم المعیشت

۱۳۔ اصولِ معاشیات

۱۴۔ معیشت الہند

۱۵۔ مالیات

۱۶۔ المعاشیات

۱۷۔ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

۱۸۔ قادیانیت کا آغاز وانجام

۱۹۔ تحفۂ محمدی (جلد چہارم)

۲۰۔ تسہیل الترتیل

۲۱۔ مالک الملک

۲۲۔ حزب اللہ

۲۳۔ قادیانی جماعت

۲۴۔قادیانی مذہب

۲۵۔قادیانی قول فعل

۲۶۔اسلام(انگریزی)

۲۷۔معروضہ(نعتیہ دیوان)

۲۸۔سلطانِ مبین

۲۹۔محراب العبادات

اور دیگر کئی کتب۔

دوبار حرمین شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ۶ جنوری ۱۹۵۹ء کو اس عالمِ فانی سے رحلت فرمائی۔

پروفیسر محمد الیاس برنیؒ صاحب مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپ نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپؒ کی شہرۃ آفاق تصنیف ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' جونہی شائع ہوئی آپؒ کی ذات زندہ جاوید ہوگئی۔ اس شاہکار کتاب میں آپؒ نے قادیانی مذہب کا ریمانڈ قادیانی تحریریں ہی کی روشنی میں کیا ہے جس طرح مطالعہ حدیث کا کوئی طالب علم صحیحین سے استفادہ کئے بغیر علم حدیث پر دسترس حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح ۱۹۳۴ء کے بعد ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں کام کرنیوالوں کے لئے علمی محاسبہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

قادیانیوں کی علمی موت کا ساماں بننے والی یہ شہرہ آفاق کتاب لکھنے کی نوبت کیوں کر آئی' اس کا پسِ منظر فاضل مصنف نے کتاب کی تمہید اول میں بیان کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''ماہ ربیع الاول میں حیدرآباد میں بڑے بڑے جلسہ ہائے میلاد النبی منعقد ہوتے ہیں۔ جن میں شرکت کرکے خواص وعوام اپنے اپنے دامن گل ہائے عقیدت سے بھر کر جاتے ہیں۔ من جملہ دیگر جلسوں کے ایک جلسہء میلاد مبارک ہر سال علامہ مفتی نواب ضیاء یار جنگ بہادر کی صدارت میں بمقام بادشاہی عاشورہ خانہ منعقد ہوتا ہے۔ علماء مشائخ خصوصیت سے اس میں جمع ہوتے ہیں اس

ناچیز ہیچمدان کو بھی اس جلسہ میں چند سال سے بہ تعمیل ارشاد وفرمائش تقریر کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ امسال بھی بتاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ یوم جمعہ جلسہ منعقد ہوا اور خلاف معمول اس ناچیز کے مشورے بلکہ اطلاع کے بغیر ''ختم نبوت'' کا عنوان مقرر کر دیا گیا۔ صرف ایک روز قبل اپنے کو پتہ چلا۔ بہر حال بڑے مجمع کے روبرو شب کو تقریر ہوئی۔ اپنی بے بضاعتی تو معلوم ہے' خدا کی شان کہ تقریر کام کر گئی۔ دلوں میں اتر گئی۔ اگر چہ کوئی فرقہ خصوصیت سے مخاطب نہ تھا۔ تاہم قادیانی صاحبان کو تشویش ہوئی کہ ان پر کاری زد پڑی۔ چنانچہ جلد از جلد ان کی طرف سے ایک رسالہ ''ختم نبوت اور جناب پروفیسر الیاس برنی'' کے عنوان سے شائع ہوا اور اس میں کافی تنقیص کے باوجود تقریر کے اثر کا اعتراف کرنا پڑا کہ ''مقرر کی اپنی وجدانی بے اصل تقریر اس قابل نہ تھی کہ ہم اس پر کچھ خامہ فرسائی کرتے لیکن اسلامی پبلک میں سے اکثروں نے ہم سے سوالات کی بھرمار شروع کر دی جس کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوا کہ ہم مختصراً کچھ عام فہم دلائل ختم نبوت کی حقیقت پر لکھ دیں''۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ہی کئی جلسے بھی ہوئے۔ نامور قادیانی واعظ دور دور سے بلائے گئے۔ ختم نبوت کے مختلف پہلوؤں پر خوب تقریر ہوئیں' تردیدیں ہوئیں۔ پھر کچھ تبلیغی رسالے بھی قادیان سے منگوا کر تقسیم کئے گئے۔ غرضیکہ خوب تلا بیلی رہی۔

قادیانی صاحب کی یہ غیر معمولی یورش اور سرگرمیاں دیکھ کر بالآخر مسلمانوں میں بھی توجہ اور حرکت پیدا ہوئی۔ تحقیق کا شوق پھیلا۔ چنانچہ مذکورہ رسالہ کے جواب میں ''ختم نبوت'' کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے نکلنے شروع ہوئے۔ ایک رسالہ ''ختم نبوت'' کے عنوان سے من جانب مجلس الواعظین سید ابوالحسنات مولوی شجاع الدین علی صاحب صوفی قادری نے شائع کیا۔ دوسرا رسالہ قادیانی جماعت کے شائع کردہ ٹریکٹ کا مدلل جواب قاری محمد تاج الدین صاحب قادری نے شائع کیا۔ ان دونوں سے بڑھ کر مفصل جواب ''ہدایۃ الرشید للغوی المرید'' کے عنوان سے سید محمد حبیب اللہ صاحب قادری (عرف رشید بادشاہ) نے شائع کیا۔ علیٰ ہذا ایک رسالہ ''تکذیب مرزا صاحب بہ زبان مرزا صاحب'' ان کے بھائی سید ولی اللہ صاحب (عرف حبیب بادشاہ) نے شائع کیا۔ ختم نبوت

کے اثبات میں ایک رسالہ مولوی سید درویش محی الدین صاحب نے بھی شائع کیا لیکن اس سلسلے میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ ''آوازِ حق'' نکلا جو مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی' استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا علمی کرشمہ ہے اور جو مولوی فخر الدین رازی صاحب کی سعی سے حیدر آباد میں شائع ہوا۔''

آپ مزید فرماتے ہیں۔'' تقریر کی شب جلسہ ختم ہوتے ہی قادیانی صاحبان کے نمائندے نے آ کر تبادلہ خیالات کے نام پر مناظرہ کی دعوت دی۔ لیکن ہم نے عذر کر دیا کہ یہ اپنا منصب نہیں اس مقصد کے لئے علماء کرام سے رابطہ کیا جائے۔''

آپؒ کے اس جواب سے قادیانی ہوشیار ہو گئے۔ اور جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہوا ہے ایک رسالہ ''ختم نبوت اور الیاس برنی'' شائع کر دیا اور رسالہ کے آخر پر لکھ دیا کہ ہم نے الیاس برنی کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا مگر وہ مقابلہ پر آنے سے کترا گئے ہیں۔ پروفیسر صاحب فرماتے ہیں کہ اس قادیانی رسالہ کی اشاعت پر خیال ہوا کہ اسی سلسلہ میں علمی تحقیقات کے طور پر قادیانی مذہب کا دوسرا رخ جو بالعموم عوام کی نظروں سے اوجھل اور مخفی رہا ہے' نمایاں کر دیا جائے تو خوب رہیگا۔ اس سے قادیانی مذہب کی نوعیت کا صحیح اندازہ بھی ہو جائے گا اور مغالطہ کی بھی گنجائش نہ رہے گی۔

اسی ضرورت کے مدنظر خود بانی مذہب مرزا قادیانی اور ان کی امت کے مشہور و مستند اکابر کی کتابوں میں صاف صاف اقتباسات تلاش کر کے وہ مخصوص اعتقادات جو لوگوں سے تقریباً مخفی ہیں' موزوں عنوانات و ترتیب کے تحت اس کتاب میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہ مذہب قرآن و اسلام سے کس حد تک تعلق رکھتا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ تمہید اول)

چنانچہ پروفیسر صاحبؒ نے قادیانی کتب سے اقتباسات چن کر ان پر مناسب عنوان لگایا اور تقریباً سو صفحے کی ایک کتاب'' قادیانی مذہب'' کے نام سے شائع فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنتِ شاقہ کو شرفِ قبولیت بخشا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف آپ کی کتاب کی دھوم مچ گئی۔ کتاب کا سٹاک ختم ہو گیا تو ایک ہی سال بعد کتاب کا دوسرا ایڈیشن نکالنا پڑا اب کی بار پروفیسر صاحب نے مزید اضافے کر دیے پہلے چھوٹی تقطیع سو صفحے اور پانچ فصلیں تھیں اب دوسرے ایڈیشن میں متوسط تقطیع کے ۳۵۰ صفحات

اور گیارہ فصلیں ہوگئیں۔ کتاب کی ضخامت بڑھی تو افادیت بھی بڑھ گئی۔ پہلے ایڈیشن کی طرح دوسرا ایڈیشن بھی ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ ہر طرف کتاب مقبول عام ہوگئی۔ اخبارات و جرائد میں تبصرے اور تعریفی نوٹ آنے لگے۔ چند ایک تبصرے ملاحظہ فرمائیں۔

''مولانا الیاس برنی ایم۔اے' ایل۔ایل بی (علیگ) مقیم حیدر آباد دکن نے کچھ عرصہ ہوا ''قادیانی مذہب'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کیا تھا۔ اس رسالہ کو مزید مضامین کے اضافہ کے ساتھ زیر بحث موضوع پر ایک مبسوط تالیف کی صورت میں شائع کیا ہے۔

مولانا الیاس برنی نے قادیانی مذہب کی تردید کے لئے بالکل اچھوتا' مدلل اور اثر انگیز طریق اختیار کیا ہے۔ انہوں نے قادیانی مذہب کی بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان میں سے ضروری اور اہم تحریریں انتخاب کر لی ہیں اور ان کو نہایت عمدہ اور لطیف سلیقے اور پیرایہ کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا ہے کہ مطالعہ کے بعد قادیانی تحریک کے زیر و بم' مد و جزر اور حقیقت پر خود بخود پوری روشنی پڑ جاتی ہے۔ خود مؤلف نے اپنی طرف سے بہت کم رائے زنی کی ہے۔ بلکہ قادیانی مذہب کے چہرے کو قادیانی تصانیف و تحریرات کے آئینہ میں دکھا دیا ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ ایک جدید تعلیم یافتہ اہل قلم کی اس تصنیف نے قادیانی حلقوں پر سراسیمگی کی کیفیت طاری کر دی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انداز بیاں بہت ہی شریفانہ اور استدلال مخلصانہ ہے۔ قادیانی مذہب کے عہد بہ عہد ارتقاء اور اس کی حقیقت کے متعلق یہ کتاب ایک بیش قیمت ذریعہء معلومات ہے۔ ارباب ذوق اس سے مستفید ہو کر قادیانیوں کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ شکست دے سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مذہب ایک گورکھ دھندہ ہے' ایک مجموعہ تضاد اور ذخیرہ اضداد ہے اور اسی لئے من عند غیر اللّٰہ ہے''۔ (اخبار مدینہ' بجنور' جلد ۲۳' نمبر ۸۲' مؤرخہ ۷ انومبر ۱۹۳۴ء)

''قادیانی مذہب'' مولفہ پروفیسر مولوی محمد الیاس برنی صاحب ایم۔اے' ایل۔ایل۔بی تقطیع ۱۸X۲۲/ ۸ ضخامت ۳۵۰ صفحہ' لکھائی چھپائی اور کاغذ نفیس۔

یہ کتاب قادیانی مذہب کے اصلی چہرے پر سے نقاب اٹھانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس میں مرزا قادیانی بانی مذہب کے ان احوال و اقوال کو جن سے مرزا قادیانی کی نبوت کی حقیقت منکشف

ہوتی ہے۔ خود مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کی خاص تحریروں اور تقریروں سے اقتباس کر کے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جن کے پڑھنے سے ہر ایک منصف مزاج اور سمجھ دار شخص اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا مذہب کس حد تک حامل صداقت و قابل اتباع ہے۔

اس کتاب میں خلاف تہذیب اور دل آزار کلمات کے استعمال نہ کرنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ جو تعلیم یافتہ مسلمان قادیانی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر قادیانیت کا دم بھرنے لگے ہیں' ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے ایسی ہی کتابوں کی ضرورت ہے''۔ (اخبار منادی' دہلی مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

''جناب برنی کا یہ رسالہ (قادیانی مذہب) لعن طعن سے قطعاً پاک ہے۔ قادیانی اور اہل سنت مباحث کے متعلق ایسی متین کتاب غالباً نہیں دیکھی گئی جس کو مخالف و موافق سب ٹھنڈے دل سے پڑھ کر سکون قلب کے ساتھ رائے قائم کر سکتے ہیں۔

جناب مولف نے اس رسالہ میں اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے۔ زیادہ تر مرزا قادیانی اور ان کے مستند متبعین کی تحریریں ایک خاص ترتیب سے جمع کر دی ہیں اور ان پر جو کچھ اظہار رائے کیا ہے' مختصر ہے اور تہذیب و متانت کے ساتھ ہے۔

یہ مولف صاحب کے حسن نیت کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس رسالے کو بلا قیمت شائع کیا اور کسی مالی منفعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ (رسالہ بلاغ امرت سر' بابت اپریل ۱۹۳۴ء)

''قادیانی مذہب'' مولفہ جناب الیاس برنی صاحب' پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن' تقطیع متوسط' ضخامت ۳۴۴ صفحہ' کتابت بہتر' کاغذ عمدہ طباعت قابل تعریف۔

قادیانی مذہب کے مزعومات کی تردیدیں تو بے شمار علماء و فضلاء نے کی لیکن واقعہ یہ ہے کہ خالص علمی رنگ میں پوری تحقیق اور تدقیق کے بعد کامل سنجیدگی اور متانت سے برنی صاحب نے جس طرح یہ کتاب لکھی ہے' ان ہی کا حق ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد قادیانیوں کی تدلیس و تلبیس پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے۔ دیانت تحریر کا یہ عالم کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہیں کہی۔ دلچسپی کی یہ کیفیت کہ جب تک کتاب ختم نہ کر لیجئے' کتاب چھوڑنے کو جی ہی نہ چاہے۔ کتاب کیا ہے' قادیانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مرزا

قادیانی کے اباطیل کا دندان شکن جواب' قادیانیت کا مکمل مرقع۔ ایک ایسا آئینہ جس میں قادیانیوں کا ایک ایک خط وخال نمایاں۔

برنی صاحب اب تک ایک ماہر معاشیات کی حیثیت سے مشہور تھے لیکن کتاب لکھ کر انہوں نے ثابت کر دیا کہ مذاہب کے مطالعہ اور اس کی تحقیق و تدقیق میں بھی انہوں نے پورا حق ادا کیا ہے۔ جو کچھ کہا ہے' خوب سوچ سمجھ کر اپنی ذمہ داریوں کا لحاظ کر کے۔

ہم اپیل کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو قادیانیت سے کچھ بھی متاثر ہے' یا قادیانیوں کے راز ہائے درونِ پردہ سے واقف ہونا چاہتا ہے' ضرور اس کا مطالعہ کرے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کی قادیانیوں میں بھی تبلیغ کی جائے''۔ (اخبار خلافت' بمبئی' جلد ۱۳' نمبر ۲۲۳' مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء)

پروفیسر صاحب کتاب کی مقبولیت کے بارے میں مزید تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ کتاب **قادیانی مذہب** کچھ ایسی مقبول ہوئی کہ تیسرے سال کے اندر ہی اس کا چوتھا ایڈیشن نکل گیا اور تحقیق کا سلسلہ کچھ اس طرح پھیلا کہ ہر جدید ایڈیشن سابقہ ایڈیشن سے کیفیت اور کمیت میں بہت بڑھ گیا۔''

بریلی' دیوبند' لکھنؤ' دہلی' لاہور اور دیگر مقامات کے سربرآوردہ علماء نے بہ یک زبان اس کتاب کی از حد تعریف کی اور اس کو بہترین محاسبہ تسلیم کیا۔ ان سے بڑھ کر جدید تعلیم یافتہ طبقوں نے اس کی قدر کی۔ مذہبی مباحث کے پیش نظر اس کو نفسیاتی تحقیق کا ایک علمی کارنامہ شمار کیا۔ اس سے جو اخلاقی' تمدنی اور سیاسی پہلو نمایاں ہوئے' ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عدم توجہی میں کیا کیا ہوتا رہا اور نگہداشت کی کس درجہ ضرورت تھی۔ چنانچہ آج علماء سے بڑھ کر قومی لیڈر اس کتاب کی اہمیت محسوس کرتے ہیں۔ منجملہ اکابر ملت علامہ محمد اقبال نے تو دوسرے ہی ایڈیشن پر یہ رائے دی تھی۔ کہ یہ کتاب ملک میں وسیع پیمانے پر شائع ہونے کے قابل ہے۔ (علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحبؒ کے خط بنام مولانا الیاس برنیؒ کی نقل آئندہ صفحات پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔) اخبارات و رسائل نے تیسرے ایڈیشن پر جو تبصرے لکھے ہیں' ان میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

''مولانا الیاس برنی صاحب ایم۔ اے ناظم دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے قادیانی عقائد کی اصل صورت' اس فرقہ کی مستند کتابوں سے مضامین اخذ کر کے دکھا دی ہے جس سے ہر شخص قادیانی دجل سے واقف ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے علمی طبقہ میں اور جدید تعلیم یافتہ گروہ میں اس کتاب کی دھوم مچ گئی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب مناظرہ کی نہیں ہے' لیکن مناظرے کے مقصد پر اس سے بہتر کتاب کسی نے نہ دیکھی ہوگی''۔ (اخبار منادی' دہلی' مورخہ ۲۳/ اگست ۱۹۳۵ء)

''مولوی الیاس برنی معاشیات کے ایک مستند عالم ہیں' جن کی کتابیں اردو زبان میں اس فن پر شاید سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن وہ ایک معاشی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متکلم اور مناظر بھی ہیں اور تعجب یہ ہے کہ وہ جتنے بلند پایہ معاشی ہیں' اتنے ہی دقیق النظر متکلم اور کامیاب مناظر بھی ہیں۔ ان کی یہ کتاب رجب ۱۳۵۲ھ میں تالیف ہوئی۔ ایک سال کے اندر ہی ربیع الاول ۱۳۵۳ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور محرم ۱۳۵۴ھ میں تیسرا ایڈیشن تیار ہو گیا۔ پہلے یہ کتاب سو صفحے کا ایک چھوٹا سا رسالہ تھا۔ دوسرے ایڈیشن میں ۳۵۰ صفحے ہوئے اور اب تقریباً ۶۰۰ صفحات ہیں۔

پروفیسر الیاس برنی جیسے سنجیدہ اور متین مصنف کی تصنیف میں لہجے کی متانت و سنجیدگی' رائے کا استحکام' نقل کی احتیاط اور ذاتیات سے علیحدگی کی جس قدر امید کی جاسکتی تھی' وہ اس کتاب میں پورے طور پر نمایاں ہے اور قادیانی مذہب کے متعلق ہر قسم کی معلومات بلا حاشیہ آرائی جس قدر مستند مواد سے اس کتاب میں جمع ہیں' وہ اور کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے قادیانی فرقے میں اگر ہلچل مچ گئی تو کوئی عجب نہیں اور یہی اس کی افادیت اور کامیابی کی سب سے روشن دلیل ہے''۔ (رسالہ فاران' بجنور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء)

''جناب الیاس برنی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے کون واقف نہ ہوگا۔ آپ نے دنیائے تالیف و تصنیف میں وہ کارہائے نمایاں کیے ہیں' جن کا زمانہ مداح ہے۔ آپ نے مذہبیات میں بھی بڑی تفحص اور تجسس کی ہے اور ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' نامی کتاب تالیف کی ہے جس کا تیسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ قادیانی مذہب کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی لیکن اس بحرِ بے کراں میں غوطہ لگا کر جو درِ مکنون پروفیسر صاحب نے نکالا ہے' وہ

کم غواصوں کو نصیب ہوگا۔ شروع سے آخر تک کتاب مذکور پڑھ جائیے۔ آپ ایک لفظ بھی ایسا نہ پائیں گے جو پروفیسر صاحب نے اپنی طرف سے ایزاد کیا ہو۔ مرزا آنجہانی کے خاندان اور پیدائش سے لے کر دم واپسیں تک کے واقعات بڑی کاوش اور محنت سے لکھے ہیں۔ مضمون مسلسل ہے۔ کہیں ایک لفظ بلکہ حرف کا بھی سکتہ نہ ہوگا لیکن حیرت اور کمال تعجب کا مقام ہے کہ یہ تمام الفاظ خود مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ترتیب میں جو کمال پروفیسر صاحب نے کیا ہے اس کی نظیر اگر نا ممکن نہیں تو فی زمانہ محال ضرور ہے۔

کتاب کیا ہے' قادیانی مذہب کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جو چیز آپ کو ہزاروں کتب اور رسائل پڑھنے سے مہیا نہ ہو سکے گی' وہ آپ '' قادیانی مذہب کے علمی محاسبہ'' میں پائیں گے۔ ہم نے بھی قادیانی لٹریچر کا مطالعہ بہت کیا ہے لیکن جو حوالہ جات پروفیسر صاحب نے ترتیب دیے ہیں' ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو ہماری نظر سے نہ گزرے تھے۔ انداز بیان نہایت ہی عالمانہ اور شریفانہ ہے۔ طرز تحریر دل پسند اور جاذب توجہ ہے۔ استدلال معقول اور دیانت سے مملو۔ کوئی بات بغیر حوالہ نہیں لکھی۔ جو مضمون بیان کرنا چاہتے تھے' اس کے فقرات والفاظ مرزا آنجہانی کی کتب سے اخذ کئے ہیں تا کہ عطائے شما بہ لقائے شما کا مصداق ہو سکے۔

قادیانی مذہب کی تاریخ کا لب لباب ہے جس کی نشو نما اور ارتقاء کو بتدریج بیان کیا ہے۔ مرزا آنجہانی کے خیالات واعتقادات میں جو تبدیلیاں مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہوئیں' ان کا بیان نہایت خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اور قادیانی مذہب کے چہرے سے نقاب اتار کر دنیا کو اس کی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس مرقع میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں' جسے دل آزار یا خلاف تہذیب کہا جا سکے۔ دوست دشمن' سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ بہر حال پروفیسر صاحب اس علمی کارنامے کے لئے لاکھوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔'' (رسالہ صوفی' منڈی بہاوالدین' بابت جولائی ۱۹۳۵ء)

'' قادیانیت کی تردید میں اب تک علمائے اسلام نے دفتر کے دفتر تیار کر دیے ہیں لیکن عموماً وہ تحریریں مولویوں کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جو انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کی ذہنیت سے کوئی مناسبت نہیں

رکھتیں اوراس لئے اپنے مقصد میں بھی زیادہ موثر نہیں ثابت ہوئی ہیں۔حال میں سر اقبال اور سر مرزا ظفر علی وغیرہ ہم کی تحریروں کے باعث بحث کا رخ بدلا ہے اور اب ہمارا جدید طبقہ بھی ادھر متوجہ ہو چکا ہے۔ پروفیسر الیاس برنی صاحب اس سلسلہ میں السابقون الاولون میں شامل ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور وہ ترتیب زمانی میں سر اقبال وغیرہ ہم سے بھی اس باب میں متقدم ہیں۔ان کی کتاب ''قادیانی مذہب'' کا یہ جدید ایڈیشن بلحاظ اضافہ مضامین ایک جدید اور مستقل کتاب کے حکم میں ہے اور اس میں قادیانی مذہب کے اسرار کو ایک جدید طرز پر طشت از بام کیا گیا ہے' جو دلچسپ بھی ہے اور دلنشیں بھی۔

اس ضخیم کتاب میں مولف نے کمال یہ کیا ہے کہ خود بہت ہی کم لکھا ہے بلکہ خود مرزا قادیانی (بانی فرقہ) کی تحریروں سے ان کے اقتباسات لے لے کر انہیں ایک خاص ترتیب اور سلیقہ مندی سے پرو دیا ہے جس سے مرزا قادیانی کے دعوے اور تعلیمات اور خود ان کی زندگی کے سارے خط و خال نظر آ جاتے ہیں۔رومی اور چینی نقاشوں کے معرکہ کا مشہور قصہ یہ چلا آ رہا ہے کہ چینی نقاشوں نے بڑی محنت سے دیوار پر نقش و نگار بنائے۔رومی ہنرمندوں نے اور کچھ نہ کیا۔صرف یہ کیا کہ مقابل کی دیوار کو صیقل کر کے آئینہ بنا دیا اور جوں ہی پردہ اٹھا' ساری چینی نقاشیاں ہو بہو رومی دیوار پر منعکس ہو گئیں۔ برنی صاحب کا فن نقاشی بھی کچھ اسی قسم کا واقع ہوا ہے۔انہوں نے مرزا کا چہرہ خود مرزا کے آئینہ میں جلا کر کے دکھا دیا ہے اور خود الگ کھڑے ہو گئے ہیں۔

دلچسپی سے کتاب کا کوئی صفحہ خالی نہیں۔عبارت کسی خشک علمی یا مذہبی کتاب کی نہیں' ناول یا افسانہ کی معلوم ہوتی ہے۔جا بجا قلم کی شوخیاں اور مہذب ظرافتیں اس پر مستزاد ہیں''۔

(اخبار صدق لکھنؤ' مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء)

''الغرض پچاس سال کا ایک عظیم مغالطہ جس میں ہندوستان کے غریب تعلیم یافتہ مسلمان اور شاید حکومت انگریزی بھی مبتلا ہو گئی تھی' اب اس کا پردہ چاک ہو رہا ہے اور جس کا اس تحریک میں جہاں مقام تھا' وہ پہچانا جا رہا ہے۔

صرف یہ ہی نہیں کہ قادیانی جماعت اور حکومت کے تعلقات اس نوبت تک پہنچ چکے ہیں بلکہ یکا یک قدرت کی طرف سے یہ عجیب معاملہ ہو رہا ہے کہ قادیانی بحث و مباحثہ' جسے اب تک خالص دیوبند

اور فرنگی محل، بریلی اور سہارنپور کی جبہ و دستار والے مولویوں کا ایک مذہبی مشغلہ سمجھا جا رہا تھا۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ ایک طرف جماعت احرار جس میں تعلیم یافتوں کی ایک معقول تعداد شریک ہے، وہ اس تحریک کے استیصال کے لئے آستین چڑھا چکی ہے تو دوسری طرف مولوی ظفر علی خان کا شبدیز خامہ ان کے تعاقب میں سرپٹ چھٹا ہوا ہے اور حال میں علامہ سر اقبال ادام اللہ فضلہ و طول اللہ عمرہ کے اس حقیقت خیز و ولولہ انگیز مقالے نے ہمالیہ سے راس کماری تک ہلچل ڈال دی ہے۔ جس میں انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے فلسفیانہ پہلو کو قدرتی قانون پر منطبق کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کا عظیم شرف حاصل کیا ہے۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ

لیکن جدید طبقے کی تمام کاوشوں میں سب سے زیادہ منظم، باضابطہ و سنجیدہ شاہکار حقیقت میں وہ عظیم و خطیر کارنامہ ہے، جس کے لئے قدرت کے ہاتھوں نے مسلم یونیورسٹی کے ایک ہونہار سپوت عثمانیہ یونیورسٹی کے جلیل القدر استاد پروفیسر الیاس برنی ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی ناظم دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی کو منتخب کیا۔

فاضل موصوف اب تک ملک میں اپنی معاشی اور ادبی خدمت کی بنیاد پر شہرت رکھتے تھے لیکن دو سال ہوئے کہ حیدرآباد میں ایک شر پیدا ہوا، جس سے خیر کا عظیم سمندر ابل پڑا۔

پروفیسر مذکور نے ایک تقریر کی تھی جس کا قادیانیوں سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے اسلام کے نظریہ ختم نبوت کی عالمانہ مثال میں تشریح کی تھی لیکن قادیانیوں نے برنی صاحب کو بھی بے کس، بے زبان مولویوں پر قیاس کر کے "ریش بابا" کے ساتھ بھی بازی گری کا ارادہ کیا۔ حسب عادت ایک رسالہ شائع ہوا جس میں برنی صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا تذکرہ اپنی تحریر میں کیوں کیا؟...... ظاہر ہے کہ ایک مسلمان اس مطالبہ پر جس حد تک برہم ہوسکتا ہے، برنی صاحب بھی ہوئے لیکن بجائے کسی لفظی زق زق کے خاموشی کے ساتھ انہوں نے قادیانی لٹریچر کی فراہمی کا کام شروع کر دیا اور بڑی تدبیروں سے انہوں نے جب اس جماعت کے پیشوا اور اس کے معتبر اہل قلم مرزا قادیانی کے مقربین و خلفاء کے وثائق جمع کر لئے تو بجائے مناظرانہ و مجادلانہ طریق کے خالص علمی رنگ میں انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ "قادیانی مذہب" کتاب کی صورت میں

شائع کیا۔ برنی صاحب کی قلم سے یہ کتاب کچھ ایسے انداز میں نکل پڑی کہ ہاتھوں ہاتھ ملک میں پھیل گئی اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں جدید اضافوں کے ساتھ اس کے دو ایڈیشن پے بہ پے نکالنے پڑے۔ بڑھتی ہوئی مانگ دیکھ کر پچھلے چند مہینوں میں پروفیسر صاحب مذکور نے اور بھی ہمت سے کام لیا۔ وقت اور روپیہ کی ایک بڑی مقدار اس کتاب کی ترتیب میں صرف کی۔ حال میں ۶۰۶ صفحات پر اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بڑی آب و تاب کے ساتھ پریس سے نکالا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اب تک قادیانی تحریک کے متعلق جتنی کتابیں' رسالے' مضامین شائع ہوئے ہیں' ان سب سے اس کتاب کا رنگ بالکل نرالا ہے۔ چند خوبیاں خاص طور پر اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔ سب سے بڑی خصوصیت پروفیسر ممدوح نے اپنی کتاب کی یہ لکھی ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کی تحریک کے متعلق جو کچھ بھی لکھا جائے' جہاں تک ممکن ہو' خود مرزا قادیانی یا اس کے معتبر اصحاب و خلفاء کی کتابوں سے خود ان ہی کے الفاظ میں ہو۔ برنی صاحب نے بڑے اہتمام اور حزم کے ساتھ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ خود ارقام فرماتے ہیں۔

''کل ایک سو بیس کتابوں سے مواد لیا گیا' جن میں سے ایک سو پانچ قادیانی ہیں اور صرف پندرہ غیر قادیانی۔ ان پندرہ میں سے بھی صرف چار قادیانی مذہب کی تردید میں ہیں۔ باقی پانچ فن طب سے متعلق ہیں۔ چند اخبارات و رسائل ہیں جن سے بعض واقعات نقل کئے گئے ہیں۔ رہیں ان میں ایک سو پانچ کتب قادیانی' ان میں سے نصف خاص مرزا قادیانی کی تصانیف ہیں۔ باقی نصف دیگر قادیانی افراد کی''۔ (قادیانی مذہب' ص ۵۹۹)

۲۔ برنی صاحب نے اپنی طرف سے جو کچھ کام کیا ہے' وہ عنوانات اور سرخیوں کے قائم کرنے میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت اجتہاد' وقت رسی' ژرف نگاہی کی جو داد ان عنوان بندیوں میں انہوں نے دی ہے' یہی ان کا مخصوص حصہ ہے۔

۳۔ اس کے سوا ترتیب ایسی رکھی ہے کہ تم اس کو منطقی استدلال' نفسیاتی تحلیل' تاریخی تسلسل اور تدریجی ارتقاء کی ایک سلیس اور دلچسپ کتاب جو چاہو قرار دو' ناظرین کی بشاشت طبع کو باقی رکھنے کے لئے سرخیوں میں ایسی جان بھری گئی ہے کہ پڑھنے والا ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد اس وقت تک کسی

دوسرے مشغلے میں اپنے کو لگا نہیں سکتا' جب تک اس کو ختم نہ کر لے۔

پروفیسر برنی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ فجزی اللّٰہ عنی و عن الاسلام و عن رسول اللّٰہ ﷺ وعن القران خیر الجزاء ۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر علماء کی جماعت شرح صدر اور وسعت قلب سے کام لے تو برنی صاحب کے اس کام کو ایک تجدیدی کام قرار دے سکتی ہے۔ ذلك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم

(انگریزی نبوت کی انگریزی تنقید' مندرجہ اخبار ''صدق'' لکھنؤ مورخہ یکم اگست ۱۹۳۵)

جوں جوں ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کی شہرت بڑھی اس کی مانگ بڑھتی گئی اور ہر ایڈیشن پہلے سے ضخیم اور ثقہ ہوتا گیا۔ تین سال کے اندر اندر کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو گئے' کتاب جو ابتداً سو صفحات کا ایک رسالہ تھی اب ایک ہزار صفحات کی مستقل مستند کتاب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ قادیانیت دم دبائے چھپ رہی تھی اور اہل اسلام حقیقت میرزایت سے آگاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر اور پروفیسر صاحب کے احسان مند ہو رہے تھے۔ چوتھے ایڈیشن کی اشاعت پر اخبار و رسائل نے جو تبصرے لگائے ان کے مطالعہ سے کتاب کی اہمیت وافادیت بالکل وضح ہو جاتی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ ''آج سے تین سال قبل پروفیسر الیاس برنی ایم۔ اے کو اپنی تقریر ''ختم نبوت'' کے سلسلہ میں ''قادیانی مذہب'' کے نام سے ایک کتاب لکھنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ اس کے بعد کچھ حالات وواقعات ایسے پیش آئے کہ پروفیسر صاحب کو یہ سلسلہ دراز کرنا پڑا۔ یہ تائید غیبی سمجھنا چاہیے کہ پروفیسر صاحب کو اس سلسلہ کے لئے اتنا مستند مواد دستیاب ہو گیا کہ آج تک اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔ پہلا ایڈیشن چھوٹی تقطیع کے (۱۲۰) صفحات پر' دوسرا ایڈیشن (متوسط تقطیع کے) ۳۴۰ صفحات پر اور تیسرا ایڈیشن متوسط تقطیع کے ۶۰۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ اب اس کا چوتھا ایڈیشن بڑی تقطیع کے ۹۶۶ صفحات پر شائع ہوا ہے۔ اس طرح سے پروفیسر صاحب نے قادیانی مذہب کی ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کر دی ہے۔

یوں تو قادیانی مذہب سے متعلق غیر قادیانی صاحبان نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن یہ کتاب ان سب سے مکمل اور مستند ہے۔ پروفیسر صاحب نے کتاب کی ترتیب میں بڑا کمال دکھایا ہے۔ یعنی خود اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ قادیانی مذہب کے تمام لٹریچر کو سامنے رکھ کر بڑے سلیقہ اور عمدگی کے ساتھ

ترتیب دیا ہے کہ قادیانی مذہب کی پوری حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے اور قادیانی مذہب تضاد و اضداد کا ایک مجموعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد پھر کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس قسم کی کتابوں کی زبان بالعموم سخت اور دل آزار ہوا کرتی ہے لیکن اس کتاب کا انداز بیان نہایت شریفانہ ہے جس کے مطالعہ سے دوست دشمن کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ علمی تحقیق کے ساتھ سنجیدگی اور مخلصانہ استدلال نے کتاب کے اثر کو دو آتشہ کر دیا ہے۔ کتاب علمی ہونے کے باوجود جاسوسی ناول کی طرح بے حد دلچسپ و دلفریب ہے۔

یہ جدید ایڈیشن تقریباً چار سو صفحات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اب یہ کتاب بڑی حد تک مکمل ہو گئی ہے۔ اضافہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اگر رہی ہے تو بہت ہی کم۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تائید غیبی سے پروفیسر صاحب کو کوئی پراسرار قادیانی ڈائری ہاتھ لگ جائے۔

گزشتہ تین سال سے ''قادیانی مذہب'' کے مطالب عام ہو گئے ہیں۔ ہر شخص ان سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لئے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کتاب کے پہلے دو ایڈیشن بلا قیمت تقسیم ہوئے تھے۔ تیسرے ایڈیشن کی قیمت دو روپیہ رکھی گئی تھی۔ اب چوتھے ایڈیشن کی قیمت تین روپیہ مقرر کی گئی ہے جو تقریباً ہزار صفحہ کی اچھی چھپی ہوئی کتاب کی مناسبت سے بہت کم ہے''۔

(اخبار ''مشیر'' دکن، حیدر آباد، مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء، جلد ۲۵ نمبر ۱۲۰)

۲۔ ''قادیانی مذہب'' تالیف جناب صلاح الدین محمد الیاس برنی، پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، دکن باضافہ و ترتیب جدید، حجم تقریباً ایک ہزار صفحات، قیمت تین روپیہ۔

یہ جناب پروفیسر الیاس برنی کے اس مختصر سے رسالہ کا چوتھا ایڈیشن ہے جو ابتداء میں قادیانی مذہب کے نام سے شائع ہوا مگر جس نے گزشتہ تین اشاعتوں میں قادیانیت کے ایک علمی محاسبہ کی حیثیت سے غیر معمولی وسعت اور ضخامت اختیار کر لی۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقوں نے ایک مدت تک احمدیت کے متعلق حسن ظن سے کام لیا اور حتی الوسع یہی سمجھنے کی کوشش کی کہ یہ ایک فروعی اور ضمنی اختلاف ہے جس کی ذمہ داری ہماری سیاسی اخلاقی اور ذہنی انحطاط پر عائد ہوتی ہے جو ان فساد انگیز حالات کے ختم ہونے پر خود بخود کافور ہو جائے گا۔ اس طرز عمل سے قادیانیوں کو جو فائدہ پہنچا، اس کی

تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اس بے اعتنائی سے قادیانی یا احمدی تحریک کا اصل مدعا لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس صورت حالات کے خلاف ایک رد عمل رونما ہے۔ احمدیت کے ثمرات ملک کے سامنے ہیں اور اس کے بعض نتائج کو خود اس جماعت کا لاہوری فریق بھی قرآن پاک کے منافی سمجھتا ہے۔ حقیقت میں قادیانیت کی عمارت جس مسالے سے تیار ہوئی ہے' اس کو اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں یہی وجہ ہے کہ ارباب غور وفکر کی ایک جماعت ان عجیب وغریب انکشافات' اعتقادات' اجتہادات وافتراقات پر انگشت بدنداں ہے جو بقول پروفیسر صاحب موصوف اس تحریک کی بدولت وجود میں آئے اور جن کا خود انہوں نے زیر نظر تالیف میں نہایت شرح وبسط سے جائزہ لیا ہے۔

انہوں نے لفظی نزاعات اور بحث ومناظرہ کی راہ سے ہٹ کر قادیانیت کا تجزیہ جس انداز سے کیا ہے' وہ بیک وقت اچھوتا بھی ہے اور دلچسپ بھی اور اس سے پروفیسر صاحب کی جدت طبع اور ذوق علم دونوں کا اظہار ہوتا ہے۔ سوائے چند تمہیدات وضمیمہ جات کے جہاں کتاب کی تالیف وترتیب کے متعلق بعض امور تشریح طلب تھے'' قادیانی مذہب'' کے تمام ابواب وفصول ان اقتباسات پر مشتمل ہیں جو مولف نے بکمال محنت ودیانت مرزا قادیانی اور اس کے نائبین ومریدین کی تصانیف' ان کے اشتہارات اور اخبارات اور رسائل سے اخذ کیے۔ پوری کتاب بیس فائلوں پر منقسم ہے اور ان میں یکے بعد دیگرے (۱) بانی تحریک (۲) ان کے حالات زندگی اور گوناگوں دعاوی (۳) قادیانیت کی تدریجی نشونما (۴) احمدیوں کا جماعتی افتراق' ان کے مخصوص عقائد' اجتہادات ونزاعات اور (۵) ملت کی طرف ان کا جو طرز عمل رہا ہے' اس پر خود اس جماعت ہی کے الفاظ میں ایک مکمل اور مبسوط تبصرہ موجود ہے۔ ہماری رائے میں پروفیسر الیاس برنی کی تصنیف قادیانیت کا ایک جامع قاموس ہے۔ جس سے مسلمانوں کا کوئی گھر خالی نہیں ہونا چاہیے۔ جو حضرات ادیان ومذاہب کا مطالعہ علمی نہج پر کرتے ہیں' ان کے لئے یہ کتاب خاص طور پر مفید ثابت ہوگی۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ باوجود اتنی ضخامت اور اعلیٰ درجہ کی طباعت وکتابت کے'' قادیانی مذہب'' کی قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے۔ غالباً اس لئے کہ ہر شخص اس سے افادہ حاصل کر سکے۔ پروفیسر صاحب کا یہ ایثار قابل مبارک باد ہے''۔ (رسالہ ''طلوع اسلام'' لاہور'

بابت ماہ اگست ۱۹۳۶ء)

۳۔ ''قادیانی مذہب مرتبہ پروفیسر حاجی محمد الیاس برنی ایم ۔اے' استاذ معاشیات جامعہ عثمانیہ۔تقطیع ۲۰x۲۶/ ۸ حجم ۹۶۶ صفحات ۔کاغذ سپید' کتابت وطباعت بہتر قیمت (۳ روپے)

یہ کتاب برنی صاحب کی کوئی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کی پرانی تالیف ''قادیانی مذہب'' کی جو پہلی مرتبہ ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی تھی' مکمل تر اور شاید آخری شکل ہے۔ برنی صاحب محض ایک پروفیسر معاشیات نہیں ہیں بلکہ اس سے زیادہ وہ مذہب وملت کا درد رکھنے والے خادم اسلام ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے مفید اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ادھر چند برسوں سے ان کی دینی حمیت نے انہیں وقت کی ایک اہم ترین ضرورت اور مذہب کی ایک بڑی خدمت یعنی قادیانی مذہب کے احتساب کی طرف متوجہ کردیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آج سے چار سال پہلے ایک مختصر کتاب ''قادیانی مذہب'' لکھی جس میں مرزا قادیانی اور اس کی امت کے اکابر کے قلم سے اس کی اور اس کے مذہب کی تصویر دکھائی تھی۔اس کتاب کو اتنا حسن قبول حاصل ہوا کہ چار سال کے اندر اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہوئے جن میں سے ہر ایک جامعیت وتکمیل میں پہلے سے بڑھ کر تھا۔موجودہ چوتھا ایڈیشن سب میں جامع تر اور مکمل تر ہے۔اس کی جامعیت کا اندازہ کتاب کی ضخامت ور اس کے فصول مباحث کی کثرت سے ہوسکتا ہے۔ پوری کتاب میں بیس فصلیں اور چند ضمیمے ہیں۔ ہر فصل میں بکثرت مباحث ہیں۔بعض بعض فصلوں کے مباحث کی تعداد سو سے اوپر ہے۔ پوری کتاب کے مباحث ایک ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔استیعاب کی یہ شان ہے کہ مرزا قادیانی کے خاندانی حالات اور ان کی پیدائش سے لے کر ان کی وفات تک کا کوئی واقعہ اور قادیانی مذہب کا کوئی رخ اور کوئی پہلو چھوٹنے نہیں پایا ہے۔عجب نہیں کہ اس کتاب کو دیکھ کر قادیانی امت پکار اٹھی ہو مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصھا۔

اس کتاب کی تالیف میں برنی صاحب نے قادیانی مذہب کا سارا لٹریچر کھنگال ڈالا ہے۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بعض ضروری تشریحات اور حواشی کے علاوہ مصنف نے خود اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ بلکہ خود مرزا قادیانی اور قادیانی مذہب کے اکابر کے قلم وزبان سے' نبی قادیان اور

ان کے مذہب کی تصویر کھینچ دی ہے۔ گویا مصنف نے قادیانیوں ہی کا بنایا ہوا آئینہ لا کر ان کے سامنے کھڑا کر دیا ہے جس میں ان تمام خدوخال صاف نظر آتے ہیں اور بہ یک نظر ان کی پوری تاریخ نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ جہاں خود کچھ لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، وہاں بھی تہذیب و متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا ہے۔ جو مناظرانہ تحریروں میں عنقا ہے، اس موضوع پر بلکہ شائد مناظرے کی تاریخ میں اس نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف متین و سنجیدہ، بلکہ سب سے زیادہ موثر اور کامیاب بھی ہے۔ آج کل بہت سے ناواقف اور سادہ لوح مسلمان بلکہ بعض کوتاہ نظر تعلیم یافتہ تک قادیانی مذہب کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور کم از کم ان کے تبلیغی ڈھونگ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد قادیانی مذہب کی حقیقت بالکل آئینہ ہو جاتی ہے۔ خدا مصنف کو اس عمل حسنہ کی جزائے خیر دے"۔

(رسالہ "معارف" اعظم گڑھ، بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

"قادیانی مذہب" یہ بڑی تقطیع کے ۹۶۶ صفحات کی ایک کتاب ہے جو مولانا الیاس برنی ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی (علیگ) ناظم دارالترجمہ سرکار عالی، حیدرآباد دکن کی مصنفات کا شاہکار ہے۔ اس کتاب میں قادیانی مذہب کی حقیقت کو خود اس مذہب کے اکابرین کی مستند تحریرات کے آئینہ میں اس خوش اسلوبی کے ساتھ بے نقاب کیا ہے کہ اس کتاب کو غور اور گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے پر اس مذہب کا پھر کوئی تبلیغی حربہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ مذہبی مباحث میں پروفیسر برنی صاحب کا طرز نگارش اور اسلوب اظہار مدعا اتنا دلکش اور سنجیدہ ہے کہ اس حیثیت کی دوسری کتاب اب تک ہم نے نہیں دیکھی۔ کتاب کیا ہے، قادیانی مذہب کی ایک انسائیکلوپیڈیا ہے اور گویا پورے قادیانی لٹریچر کا عطر و خلاصہ ہے۔ پروفیسر صاحب کی قلم سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا، جو متانت و ثقاہت سے گرا ہوا اور کسی ذوق سلیم پر بار ہو۔ انہوں نے قادیانی مذہب کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس مذہب کے اعتقادات و اجتہادات و افتراقات کو خود اس مذہب کے اکابرین کی مستند تحریرات کے دامن میں پیش کیا ہے۔ صرف عنوانوں کے الفاظ ان کے ہیں۔ باقی سب کچھ قادیانی لٹریچر کے پورے حصے اور پوری عبارتیں معہ حوالہ کتاب اور صفحہ ہیں اور سب کچھ ایک دلکش نظم و ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ عنوانات میں بھی ہمیں یہ

احتیاط اور تہذیب اور رواداری نظر آئی کہ ایسا کوئی لفظ قلم سے نکلنے نہیں دیا جس سے قادیانی مذہب والوں کی کوئی واقعی دل آزاری ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ صرف اس کتاب کو پڑھنا قادیانی تبلیغ کے سحر سامری کو باطل کر دے گا۔

برنی صاحب نے یہ وہ خدمت اسلام انجام دی ہے اور اس قدر محنت اور جگر کاوی سے کام لیا ہے کہ بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اس کتاب کو اگر پھیلا دیا جائے تو یقین ہے کہ دین سے بے خبر انگریزی تعلیم یافتہ لوگ قادیانی تبلیغ کے اثر سے قطعی محفوظ ہوں گے اور اس کتاب کو پڑھ کر اقرار کریں گے کہ اس بندۂ خدا کی کوشش نے ان کا دین بچالیا۔ اب کوئی قادیانی تبلیغی حکمت و تدبیر انہیں سوادِ اعظم سے اور حضور خاتم النبیین کے قدموں سے جدا نہ کر سکے گی۔

اے حیدر آباد! خدا تجھ پر اپنی رحمت کا وہ سایہ برقرار رکھے جس کا تیرے لئے اعلیٰ حضرت آصف جاہ ہفتم کی صورت ہمایونی میں ظہور ہوا ہے اور جس کی بدولت تیری یہ شان ہے کہ تو گویا آج مدینۃ الاسلام ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کا دل و دماغ کھنچ کر تیرے دامن میں چلا گیا ہے اور دین کی کیسی کیسی خدمات ہیں دورِ حاضرہ میں خدا نے اے حیدر آباد تیرا حصہ کر دیا ہے"۔

(روزنامہ "پیغام" دہلی مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء)

"قادیانی مذہب" یہ ایک کتاب کا نام ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحہ کی ہے اور جناب مولانا الیاس برنی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پروفیسر جامعہ عثمانیہ و ناظم دارالترجمہ عثمانیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ ظلِ سبحانی اعلیٰ حضرت حضور نظام کے مکتوب مبارک میں بھی مولانا برنی کا ذکر تھا۔ یہ کتاب قادیانی عقائد کے جزو کل کا ایک ایسا مکمل آئینہ ہے جو موجودہ زمانہ کے لٹریچر میں بے نظیر کہا جا سکتا ہے......اس کی قیمت تین روپیہ بہت کم ہے۔ کیونکہ یہ قیمت لاگت سے بھی کم ہے۔ خواجہ حسن نظامی۔ ("اخبار" منادی" دہلی مورخہ ۱۹ جون ۱۹۳۶ء)

مبلغِ ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب نے آپ کی شہرہ آفاق کتاب پر ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

"مصنف سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے امت محمدیہ پر عظیم احسان کیا اور اپنے لئے شفاعت محمدیہ کی سند حاصل کی۔ مرزائیت کی اصل کتب کے کم و بیش تیس ہزار

حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔

آج تک قادیانی گروہ اس کا جواب دینے سے عاجز ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں سوائے خوبصورت ودلچسپ سرخیوں کے باقی تمام تر مواد مرزائیت کی کتب سے ماخوذ ہے البتہ کہیں کہیں بین القوسین ایک آدھ فقرہ تبصرہ کے طور پر اپنی طرف سے لکھ کر مصنف نے حوالہ کی آہنی زنجیر کو آہنی تالا لگا دیا ہے۔ لطف یہ کہ تبصرہ پیوند کاری نہیں بلکہ ضرب کاری محسوس ہوتا ہے۔

بلاشبہ آج تک رد قادیانیت پر لکھی جانے والی کتابوں میں اپنی بعض خوبیوں کے باعث ممتاز ہے اسے رد قادیانیت پر انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے۔

اس کی دس فصلیں ہیں۔ پہلی فصل مرزا قادیانی کے ذاتی حالات، دوسری فصل نبوت کی تمہید، تیسری فصل نبوت کی تحصیل، چوتھی فصل نبوت کی تکمیل، پانچویں فصل فضیلت کی تفضیل، چھٹی فصل انکشافات، ساتویں فصل ارشادات، آٹھویں فصل تعلقات، نویں فصل معاملات اور دسویں فصل قادیانی صاحبان اور مسلمان دین وملت پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب پر نصف صدی بیت چکی ہے۔ لیکن پروفیسر الیاس برنی کے قلم سے مرزائیت کو جو چرکا لگا تھا آج تک مرزائیت اس کی ٹیس سے کراہ رہی ہے۔ موجودہ مرزائیت کے لئے دنیا میں یہ کتاب سوہان روح ہے تو قبر میں مرزا قادیانی کے لئے عذاب خداوندی۔ یہ کتاب لکھ کر مصنف نے قادیانی امت پر اتمام حجت کر دیا۔ (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت صفحہ ۱۶۲)

خلیل احمد رانا فرماتے ہیں:

''قادیانیت کے خلاف آپ کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی طرف سے عام طور پر سرخیاں ہی لگائی ہیں، باقی مرزائیوں کی کتابوں کے حوالے بلا تبصرہ ہیں، اگرچہ اس کتاب میں ثبوت ختم نبوت اور قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات نہیں ہیں، مگر خود قادیانیوں کی کتب سے ان کی تردید بڑے جامع انداز میں کی گئی ہے۔''

(تحریک ختم نبوت کا ایک قلمی مجاہد از خلیل احمد رانا، مطبوعہ جہانِ رضا اپریل ۲۰۰۰)

مشہور واعظ شاہ بلیغ الدین (کراچی) لکھتے ہیں:

''پروفیسر محمد الیاس برنی صاحب نے قادیانیت کے خلاف تنہا بہت بڑا جہاد کیا' ان کا جہاد علمی تھا' قادیانیت کے خلاف سب سے پہلے جامع' کتابیں انہوں نے لکھیں' اور انہیں غیر مسلم قرار دینے کی تجویز شروع کرنے والے ابتدائی لوگوں میں سے تھے۔''

(شاہ بلیغ الدین' مضمون' آئینہ ایام' مرقع جامعہ عثمانیہ (جشن الماس نمبر) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء' ص ۲۹۰)

پروفیسر ہارون خاں شروانی (حیدر آباد دکن) لکھتے ہیں!

برنی صاحب کو ختم نبوت کے مسئلہ پر عبور حاصل تھا اور یہ عبور اجتہاد کی حد کو پہنچ گیا تھا' اس مسئلہ پر متعدد کتابیں لکھیں اور ان میں سے بعض کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے' ان کی طرز تحریر دل میں جگہ کر لیتی ہے۔

(پروفیسر ہارون خاں شروانی' مضمون' پروفیسر محمد الیاس برنی' مرقعہ جامعہ عثمانیہ' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء ص ۱۸۱)

مفکرِ پاکستان جناب علامہ محمد اقبال صاحب کو جب حضرت علامہ الیاس برنیؒ نے ''علمی محاسبہ'' کا نیا ایڈیشن ارسال کیا تو آپ نے شکریہ کا خط ان الفاظ میں تحریر فرمایا۔

لاہور:۔ جاوید منزل

۲۷ مئی ۱۹۳۷

جناب پروفیسر صاحب السلام علیکم۔ آپ کی کتاب ''قادیانی مذہب'' کی نئی ایڈیشن جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے' مجھے مل گئی ہے۔ جس کے لئے بے انتہا شکر گزار ہوں۔ میں نے سید نذیر نیازی ایڈیٹر ''طلوع اسلام'' سے سنا ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے۔ آپ کی محنت قابل داد ہے کہ اس سے عامۃ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے۔ اور آئندہ پہنچتا رہے گا۔

اب ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ جو آپ کے ذاتی افکار کا نتیجہ ہو۔ آپ کے قلم سے مسلمان ایسی توقع رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ قادیانی تحریک یا یوں کہیے کہ بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلہ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے ازبس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ یہ مسئلہ عجمی

مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اور اصل اس کی تارین ہے۔' نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ میرے رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

والسلام

محمد اقبال

(۱) ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ۶ تا ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۵ صفحہ ۱



صاحبزادہ افتخار الحسن زیدیؒ

آپ فیصل آباد کے بریلوی مکتب فکر کے عظیم راہنما تھے۔عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ آپؒ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔بلا کے خطیب اور شہرہ آفاق قلم کار تھے۔زندگی بھر تحریر وتقریر سے قادیانیت کے بخیئے ادھیڑتے رہے۔۱۹۵۳ء ۱۹۷۴ء اور بعدہٗ ۱۹۸۴ء میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔متعدد بار پابند سلاسل ہوئے۔۱۹۸۹ء میں بدنام زمانہ مصنف سلمان رشدی نے ''شیطانی آیات'' نامی کتاب تحریر کی تو آپؒ نے اس کے رد میں ''گستاخ رسول ﷺ کی سزا'' کے عنوان سے شہرہ آفاق کتاب تحریر فرمائی۔اس کتاب میں آپ نے دلائل وبراہین سے ثابت کیا کہ مرزائی وقادیانی بھی گستاخ رسول اور واجب القتل ہیں' آپؒ نے مرزا قادیانی کی کتب سے متعدد ایسے حوالے نقل کئے ہیں جن سے ان کا گستاخ رسول ہونا اظہر من الشمس ہے۔اسی بنا پر اسے نبی ورسول ماننے والے بھی گستاخان رسول اور واجب القتل ہیں۔ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں اپنی کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ رقم طراز ہیں۔

''اگرچہ مجلس احرار کا اور نہ کبھی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ممبر رہا ہوں مگر ۳۵ سال سے اس شمع محمدی ختم نبوت کے پروانوں کے ساتھ مرزائیت کے خلاف جہاد میں مصروف ہوں۔اور یہ میرے والد گرامی مولانا سید محمود مسعودؒ کے خون کی کرامت ہے جنہوں نے سب سے پہلے قادیان جا کر مرزا المحمود کو للکارا اور اسے دعوت مباہلہ دی'' (گستاخ رسول کی سزا صفحہ ۱۱۷)

عقیدہ ختم نبوت سے آپؒ کو کتنا لگاؤ تھا اس کا اندازہ آپؒ کی اس تحریر سے ہوتا ہے آپؒ فرماتے ہیں ''آج کل بیماری ونا توانی اور کمزوری اور علالت کے باوجود بھی جہاں کہیں ختم نبوت کی شمع جلتی ہوئی نظر آتی ہے جل مرنے کے لئے وہاں پہنچ جاتا ہوں۔'' ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران آپ کو ایک سال قید کی سزا ہوئی جو آپ نے میانوالی جیل میں کاٹی۔علاوہ ازیں بھی آپ متعدد بار ختم نبوت وناموس رسالت کے موضوع پر تقاریر کرنے کے جرم میں جیل اور نظر بندی کی صعوبتیں برداشت

کرتے رہے مگر آپ کے پائے ثبات میں کبھی تزلزل نہ آیا۔ آپؒ کی وفات حسرت آیات پر صاحبزادہ طارق محمود صاحب (دیوبندی) نے اپنے زیر ادارت نکلنے والے ماہنامہ ''لولاک'' میں آپؒ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

''صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ ایک عظیم عوامی خطیب تھے۔ بریلوی مکتب فکر میں صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کے بعد بلاشبہ وہ بڑے خطیب تھے۔ مرحوم سال ہا سال سے ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر ربوہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مرحوم آخری مقرر کی حیثیت سے اسٹیج پر جلوہ گر ہوتے اور پھر اس طرح چھا جاتے کہ ان کی خطابت کے سامنے کسی کا چراغ نہ جلتا۔ شاہ صاحب شوگر کے عارضہ کے باعث چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سے معذور تھے۔ انہیں معذوری کی یہ تکلیف گزشتہ دو برس سے تھی لیکن اس کے باوجود آپؒ ربوہ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے ایک خادم اور رفیق نے بتایا کہ ایک دفعہ سفر سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں آپؒ نے فرمایا میں چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ زبان سے معذور نہ فرمائے تاکہ میں اس کی حمد وثناء اور اس کے حبیب ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان کرتا رہوں۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہؒ بلاشبہ بڑے عوامی خطیب تھے۔ لیکن آپ کی خطابت' شجاعت سے عبارت تھی۔ دور ایوبی میں ملک امیر محمد خان مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے ایک آمر اور جابر گورنر کے بارے میں کہا ''گورنر کی مونچھوں سے بغاوت ہوسکتی ہے۔ محمد ﷺ کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہوسکتی'' صرف اتنی بات پر شاہ صاحب کو شاہی قلعہ دیکھنا پڑا تھا۔ آپ نے ہر دور میں کلمۃ الحق بلند کیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں ...... ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مرحوم نے بڑی جگر داری اور بہادری سے حصہ لیا۔ فیصل آباد سے رضا کاروں کا جو قافلہ روانہ ہوا تھا' شاہ صاحب نے اس کی قیادت فرمائی۔ روانگی سے پہلے شاہ صاحب کو ایک بڑے جلوس کی صورت میں ریلوے اسٹیشن تک لایا گیا۔ ریلوے اسٹیشن کے باہر صاحبزادہ صاحب نے تانگے پر کھڑے ہو کر ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ نے اپنی تصنیف ''زندگی'' میں لکھا ہے کہ میری شفاعت اور

بخشش کے لئے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اسٹیشن والی تقریر ہی کافی ہے۔ منیر انکوائری رپورٹ میں صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ کی اس تقریر کا ذکر موجود ہے جس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ اس تقریر نے پورے شہر میں آگ لگا دی تھی۔ آپ نے مختلف جیلوں میں ساڑھے تین سال قید کاٹی۔ اگرچہ مرحوم بڑے خوش پوش، خوش خوراک اور نفیس الطبع انسان تھے لیکن اس کے باوجود نہایت پامردی اور جوانمردی سے اس طرح جیل کاٹی کہ مرحوم کے پائے ثبات میں لغزش تک نہ آئی۔

آخری آیام میں شاہ صاحب مرحوم کا جسم مختلف عوارض کا ہسپتال بن گیا تھا۔ شوگر کے عارضہ کے باعث مرحوم چلنے پھرنے سے معذور تھے لیکن آپ نے اپنے حلقہ احباب سے رابطہ رکھا۔ جلسوں، کانفرنسوں اور عوامی اجتماعات سے خطاب کرتے رہے۔ تقریر کے آغاز میں کہا کرتے تھے ''میں کونجوں کی ڈار سے بچھڑی ہوئی کونج ہوں۔ جب کونج ڈار سے بچھڑ جائے تو روتی نہیں بلکہ کرلاتی ہے۔ رونا اور ہے، کرلانا اور ہے۔''

صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ ایک تاریخ ساز، عہد آفرین شخصیت تھے۔ مرحوم بے پناہ خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے۔ راقم کو انہیں بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی شخصیت کو پڑھنے کا موقع ملا۔

۱۵ جولائی بروز جمعرات بعد نماز عصر صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ صاحبزادہ صاحب کے معتقدین زار و قطار رو رہے تھے۔ جنازہ مسلم ہائی سکول طارق آباد کی گراؤنڈ میں پہنچا تو انسانوں کا جم غفیر موجود تھا۔ ملک کے دور دراز علاقوں سے علمائے کرام اور شاہ صاحب کے مریدین نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں صاحبزادہ سید افتخار الحسن کو جامع مسجد الفردوس منصور آباد میں، جہاں مرحوم نے سال ہا سال خطابت کے فرائض سرانجام دیئے تھے، اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ شاہ صاحب کی تدفین کے وقت رقت آمیز مناظر دیکھے گئے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہل وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

(ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد جلد ۲۹ شمارہ ۱۷ از قلم صاحبزادہ طارق محمود)

ایک مرتبہ دوران خطاب آپ نے فرمایا

اے اسلامی بھائیو! نبی کائنات ﷺ کا فرمان ہے:

''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی استعداد نہ رکھتا ہو تو اسے زبان سے روکے۔ اگر زبان سے بھی نہ روک سکتا ہو تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

آؤ اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنا احتساب کرتے ہیں۔

اس وقت قادیانیت دنیا کی سب سے بڑی برائی ہے جو اسلام کی ذیشان عمارت کو دھڑام سے زمین پر گرا کر اس کے کھنڈرات پر قادیانیت کی عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔

اگر ہمارے حکمرانوں نے ہاتھ سے یعنی اپنی حکومتی قوت سے اس برائی کو روکا ہوتا تو یہ فتنہ کبھی کا اپنی موت مر چکا ہوتا۔

اگر امت کی کثیر تعداد نے زبان سے اس فتنے کے خلاف جہاد کیا ہوتا تو آج اس برائی کے پرخچے اڑ چکے ہوتے۔

اگر ملت اسلامیہ کی کثیر تعداد نے قادیانیت کو دل سے برا جانا ہوتا تو آج قادیانی مسلم معاشرے میں گھل مل کے نہ رہ سکتا۔

سوچئے! ہمارا نام کس درجے میں آتا ہے یا کسی درجے میں نہیں آتا۔ اگر کسی درجے میں نہیں آتا۔۔۔ تو کیا ہم مسلمان ہیں؟ کیا رحمت عالم ﷺ سے ہمارا کوئی ناطہ ہے؟

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تجھے پاس نہیں

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

(شمع ختم نبوت کے پروانوں کی باتیں صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۶ از طاہر رزاق)

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۷۷ء--۱۹۳۸ء)

حافظ و خیام کی پرواز لے کر آ گیا
ایک شاعر، میر و غالب کی ہمہ دانی کے بعد
نغمہ یثرب کی خاطر ساز لے کر آ گیا
ایک دیوانہ، جمال الدین افغانی کے بعد

شاعر مشرق حکیم الامت سرمایہ اہلسنت ، مفکر پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ لیکن ضرورت مضمون کے تحت چند سطور بطور سیاق لکھنا ضروری ہیں۔

نابغہ عصر شاعر مشرق کے اجداد کشمیری تھے جو بعد ازاں ہجرت کر کے سیالکوٹ آ گئے۔ آپ کے والد ایک شب بیدار اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ جن کا اصل نام شیخ نور محمد تھا مگر خاندان بھر میں میاں جی کے نام سے مشہور تھے۔ میاں جی کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ علامہ محمد اقبال کے بڑے بھائی کا نام شیخ عطا محمد تھا۔ آپ کی پیدائش ۹ نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ میں ہوئی ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی بعد ازاں یورپ چلے گئے اور قانون اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر کے واپس لوٹے۔ آپ نے سیالکوٹ کالج کے زمانہ طالب علمی سے ہی ہلکی پھلکی شاعری کا آغاز کر دیا تھا مگر بعد میں آپ کی شاعری میں ایسا رنگ آیا کہ ایک زمانہ آپ کے افکار و نظریات کا گرویدہ ہو گیا۔ دین اسلام کی عظمت اور سربلندی آپ کی پہلی اور آخری خواہش تھی۔ آپ کے کلام کی ہمہ گیریت کا یہ عالم تھا کہ دین و دنیا کے تقریباً تمام مسائل و افکار کا تذکرہ آپ نے اجمالاً و تفصیلاً کسی نہ کسی طور پر فرما دیا ہے۔ مسلم ملت کا یہ عظیم پھول تقریباً اکسٹھ برس تک اس جہان رنگ و بو میں اپنی ہمہ گیر خوشبو بکھیر کر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ کو راہی ملک عدم ہوا۔

اسلام اور پیغمبر اسلام خاتم النبیین ﷺ سے آپ کی عقیدت و محبت کا اندازہ آپ کا کلام پڑھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی تمام تر عزت و عظمت اور شہرت کو نبی اکرم ﷺ کے عشق و محبت کا صدقہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

در دل ما مقام مصطفیٰ ست
آبروئے ما ز نام مصطفےٰ است

(اسرار و رموز۔ صفحہ ۱۹)

روح را جز عشق او آرام نیست
عشق او روز کورا شام نیست

(پیام مشرق ۶۱)

در جہان ذکر و فکر انس و جان
تو صلوٰۃ صبح تو بانگ اذان

(پس چہ باید کرد۔ ۵۷)

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

(پیام مشرق۔ ۲۱)

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(بانگ درا۔ ۲۳۱)

نسخہ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

(اسرار و رموز۔ ۲۱)

ایک دفعہ جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ سے زیادہ عالم اور عامل لوگ دنیا میں موجود ہیں مگر جو پذیرائی آپ کو میسر آئی ہے وہ اور کسی کے حصہ میں کیوں نہیں آئی تو آپ نے فرمایا۔

''میں نے باقاعدگی سے ایک لاکھ مرتبہ سید المرسلین ﷺ کی ذات اقدس کی خدمت میں درود شریف کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ یہ سب عزت و شرف اسی کا نتیجہ ہے''

کافر ہندی ہوں مگر دیکھ میرا ذوق و شوق

دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوٰۃ و درود (بال جبریل صفحہ: ۱۳۰)

آپ نے دین اسلام کی خدمت غیر شعوری طور پر کبھی نہ کی بلکہ اس کے پیچھے آپ کے عظیم والد کی خواہش اور دعائیں شامل تھیں۔ آپ کی بڑی بھاوج شیخ عطا محمد کی بیوی روایت کرتی ہیں گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیتے وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اقبال کو واقعی اقبال بنانے میں اہم کردار ادا کیا وہ تھا انکا اپنے والد کے ساتھ عہد۔ انکے والد نے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ ''وہ تکمیل تعلیم کے بعد اپنی ساری زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیں گے''۔ مسلمانوں کی ایک نسل گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس عہد کو کما حقہ' پورا کیا بلکہ والد صاحب کی بیماری کے آخری ایام میں آپ نے باتوں باتوں میں والد صاحب سے دریافت فرمایا

''والد صاحب بزرگوار آپ سے جو میں نے خدمت اسلام کا عہد کیا تھا وہ میں نے پورا کیا یا نہیں؟''

والد صاحب نے بستر مرگ پر گواہی دی:۔

جان من تم نے میری محنت کا معاوضہ چکا دیا'' (داستان اقبال از پروفیسر صابر کلوری صفحہ ۲۴ مطبوعہ شاہکار بک کلب کراچی)

علامہ اقبال کو دین اسلام کے جس پہلو سے بھی دیکھا جائے تو تصور یہی ابھرتا ہے کہ آپ نے اسی شعبہ میں سب سے زیادہ کام کیا ہے مثلاً اگر اطاعت خدا کے حوالے سے آپ کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو قاری یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جتنا زیادہ درس اطاعت خدا کا اقبال نے دیا ہے شاید ہے کسی ہم عصر عالم دین کو اتنی توفیق ہوئی ہو اسی طرح عشق رسالتمآب ﷺ اور گمراہ و باطل فرقوں کی

تردید جیسے تمام عنوانات پر آپ کی سیر حاصل تعلیمات موجود ہیں مگر آج کی نشست میں ہم احتساب قادیانیت کے حوالے سے آپ کی خدمات پر میسر معلومات کی روشنی میں بحث کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

دین اسلام کی سربلندی کی خاطر علامہ اقبال نے قادیانی فتنہ کوشروع شروع میں مخلص سمجھتے ہوئے اسکی تائیدوحمایت فرمائی مگر درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے کے مصداق جب آپ نے انگریز کے خودکاشتہ پودے کا پھل دیکھا تو فوراًاپنے گذشتہ نظریات سے رجوع کرلیااور قادیانیت کو اسلام وملک دونوں کی غدار قرار دینے میں ذرابھی تامل محسوس نہ کیا۔

آپ نے اپنے متعدد بیانات میں فرقہ قادیانیہ کے خلاف اظہار خیال فرمایا ہے۔اپنے بیانات میں آپ نے برطانوی حکومت سے برملا مطالبہ کیا کہ فرقہ قادیانیہ کے خلاف کاروائی کرے اور اسے مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم شمار کرے۔۱۹۳۵میں آپ کا ایک بیان قادیانیوں کے خلاف شائع ہوا تھابعد میں اس بیان کواسلام اور قادیانیت کے عنوان سے علیحدہ کتابچہ کی شکل میں شائع کردیا گیا۔ اسمیں آپ نے حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کومسلمانوں سے الگ غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔نیز ۱۹۳۵میں ہی سٹیٹسمین (اخبار) میں آپ کی نہرو کے ساتھ قادیانی مسئلہ کے بارے میں خط وکتابت ہوئی اور آپ نے ایک مقالہ اسلام اوراحمدیت کے نام سے مذکورہ اخبار میں شائع کرایا۔ اس مضمون کوتین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے دوحصوں میں گروہ قادیاں اوراس کے پیروکاروں کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے جبکہ تیسرے حصہ میں جواہرلال نہرو کے بیان کا تجزیہ بیان کیا گیا ہے۔آپ کے دستخطوں کے ساتھ اس مضمون کا ٹائپ شدہ نسخہ آج بھی قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔(ترجمان اہل سنت کراچی ختم نبوۃ نمبر صفحہ ۵۱)

۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو کراچی کے ایک انگریزی اخبار الاسلام نے علامہ اقبال کی خصوصی اجازت سے یہ مضمون شائع کیا تھااوراس اخبار کی کاپی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعوداحمد صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔علامہ اقبال کی زندگی میں بھی یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ پہلے آپ قادیانیت کے حامی تھے اورآج کل آپ اس کے مخالف کیوں ہوگئے ہیں تو آپ نے فرمایا:۔

''کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں عیاں نہیں ہو جاتی ۔ اچھی طرح ظاہر ہونے میں برسوں چاہیے ۔ تحریک کے دو گروہوں (لاہوری و قادیانی (مرتب) کے باہمی تنازعات اس پر شاہد ہیں خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے معلوم نہ تھا کہ آگے چل کر تحریک کس راستہ پر چل جائے گی ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت --- بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت --- کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ سے متعلق نازیبا الفاظ کہتے سنا ۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے ۔ اگر میرے موجودہ رویہ میں کوئی تناقص ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے'' ۔ بقول ایمرسن ''صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے'' (اقبال اور احمدیت ۔ صفحہ ۵۹ از بشیر احمد ڈار)

بقول پروفیسر صابر کلوروی (مرتب داستانِ اقبال) اگرچہ اقبالؒ قادیانی تحریک کے آغاز میں اس سے نیک امیدیں وابستہ رکھے ہوئے تھے لیکن اس کی اندھی تقلید آپؒ نے کبھی بچپن میں بھی نہیں کی ۔ وضاحت میں جناب پروفیسر موصوف تحریر فرماتے ہیں ۔

''سیالکوٹ کی جامع مسجد ہے' مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے ابتدائی ایام ہیں' وہ اپنے عقیدت مندوں کو تازہ الہامات سنا رہے ہیں' ان کے مرید جھوم جھوم کر ان کے دعوؤں پر امنا وصدقنا کہہ رہے ہیں' اتنے میں اقبال وہاں پہنچ جاتے ہیں اور لوگوں کی توجہ یہ کہہ کر اپنی طرف مبذول کرا لیتے ہیں مجھے بھی الہام ہوا ہے' سنیے ! چھوٹے سے بچے کے اس اعلان پر سبھی حیران رہ جاتے ہیں اور اقبال کا منہ تکنے لگتے ہیں' وہ عربی کے چند جملوں میں قادیانی عقائد پر مزاحیہ رنگ میں چوٹیں کرنی شروع کر دیتے ہیں (کیا ہی مناسب ہوتا اگر پروفیسر صاحب اقبال کی اس گفتگو کی ایک جھلک بھی تحریر کر دیتے ۔ زاہد) ۔ اس نوک جھونک پر مرزا قادیانی کے حواری سخت برہم ہوتے ہیں اور اس ''بندہ گستاخ'' کا ''منہ بند'' کرنے کے لئے اُسے یزداں کی محفل سے نکال باہر کرتے'' ۔ (داستانِ اقبال صفحہ ۲۴ از پروفیسر صابر کلوروی مطبوعہ شاہکار بک کلب)

بشیر احمد ڈار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ روایت بھی سننے میں آئی ہے کہ ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کی بیعت حکیم الامت نے کی تھی" ساتھ ہی آپ وضاحت فرماتے ہیں کہ اس وقت شاعر مشرق کی عمر ابھی سولہ سترہ سال تھی اس عمر میں آپ کسی قسم کی مضبوط رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے البتہ ۱۹۰۲ء سے لے کر آپؒ کے نظمی و نثری کلام میں عقیدہ ختم نبوۃ کا تحفظ اور قادیانیت کی بیخ کنی کی طرف اشارے ملتے ہیں"۔ (اقبال اور احمدیت از بشیر احمد ڈار مطبوعہ آئینہ ادب۔ انار کلی لاہور)

۲۳ فروری ۱۹۰۲ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ بمقام لاہور میں آپ نے ایک نظم پڑھی تھی۔ اس نظم میں آپؒ نے بڑی خوبصورتی سے ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔ ؎

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک

ماہر اقبالیات جناب پروفیسر غلام رسول مہر صاحب نے اس مصرعہ پر نہایت موزوں فٹ نوٹ تحریر فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں:۔

"یہ ۱۹۰۲ء کا کلام ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لکھنے کی ضرورت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ بروزی کی بنا پر ہوئی یعنی کہ تیرے بعد نبوت کا دعویٰ ہر لحاظ سے شرک فی النبوت ہے خواہ اس کا مفہوم کوئی ہو یعنی ظلی اور بروزی نبوت بھی اس سے باہر نہیں"۔

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت اقبالؒ رقمطراز ہیں!

"ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنائی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ "اسلامی وحدت" ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے"۔ (قادیانی اور جمہور مسلمان از علامہ محمد اقبال)

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد

بر رسول ما رسالت ختم کرد (رموز بیخودی۔۱۰۲)

ایک دوسرے مقام پر آپؒ نے فرمایا

"اسلام میں تصور ختم نبوت بڑی اہمیت کا حامل ہے اس تصور کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ!

''حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی انسان کے آگے روحانی طور پر سرِ تسلیم خم نہ کرنا''

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں

''اسلام مکمل، سرمدی و ازلی ہے حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی شخص پر ایسی وحی نازل نہ ہوگی جس کا انکار الحاد و زندقہ سمجھا جائے جو شخص اس قسم کی وحی کا دعویٰ کرے گا وہ اسلام کا باغی اور غدار ہے چونکہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ فرقہ احمدیہ کے بانی پر اس قسم کی وحی نازل ہوتی تھی اس لئے یہ لوگ اس کی دعوت کی حمایت نہ کرنے کی وجہ سے پورے عالم اسلام کو کافر اور زندیق سمجھتے ہیں۔ان حالات میں اگر ہندوستان کے مسلمان قادیانی تحریک کو اسلام کی اجتماعی زندگی کے لئے خطرناک سمجھتے ہیں تو ان کا یہ سمجھنا درست ہے''۔(الاسلام کراچی، ۲۶ جنوری ۱۹۳۶ صفحہ ۱۶)

نیز آنحضور ﷺ کی ختم نبوت ورسالت کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ے

وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(بال جبریل صفحہ:۴۱)

اگرچہ علامہ مرحوم اوائل عمری میں مرزا قادیانی کی ملمع کاریوں سے متاثر ہو کر اس بارے میں نیک اور حوصلہ افزا نظریات و خیالات رکھتے تھے لیکن جب اسکی تعلیمات عام ہوئیں اور حقیقت سامنے آئی تو آپ نے برملا تردید فرمائی قادیانیوں کے عقیدہ حرمت جہاد پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے اسے انگریز کی سازش قرار دیا آپ فرماتے ہیں:۔

''سلطان ٹیپو شہید کے جہاد حریت سے انگریز نے اندازہ کر لیا تھا کہ مسئلہ جہاد اسکی حکومت کے لیئے ایک مستقل خطرہ ہے جب تک شریعت اسلامیہ سے اس مسئلہ کو خارج نہ کر دیا جائے انگریز کا مستقبل مطمئن نہیں چنانچہ اس نے زمانے کے مختلف علماء کو اپنا آلہ کار بنانا شروع کیا اور ہندوستانی علماء سے ایسے فتاوی حاصل کیے لیکن ایک مخصوص قرآنی مسئلہ کو مٹانے کے لیے علماء کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید

نبوت کی ضرورت محسوس کی جسکا بنیادی مقصد بھی یہی ہو کہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کی جائے احمدیت کے اسباب وجود پر آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے اسکی وقعت سطحیت سے زیادہ نہیں اسکا حقیقی سبب اس ضرورت (تنسیخ جہاد) کا احساس تھا (ملفوظات اقبال طبع اول صفحہ ۱۴۱)

نیز آپ کی شہرہ آفاق شاعری میں بھی مرزا قادیانی کے فتویٰ تنسیخ جہاد پر گرفت کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں:۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

(ضرب کلیم صفحہ ۲۲۔۲۳)

ایک اور جگہ آپ نے قادیانی نبوت پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا۔

وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام (ضرب کلیم ص ۵۳)

مرزا قادیانی انگریزی افکار میں ڈوب کر امت مسلمہ کو لمبے عرصے تک انگریز کا غلام بنانے کی خاطر انگریزی استعمار کو اپنی الہامی سند مہیا کر رہا تھا اس پر آپ نے فرمایا۔

ہو بندہ آزاد اگر صاحب الہام ہے اسکی نگاہ فکر وعمل کے لیئے مہمیز
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے غارت گر اقوام ہے وہ صورت چنگیز

(ضرب کلیم صفحہ:۵۱)

فتنہ قادیانیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''بات یہ ہے کہ برطانوی حکومت کو ہندوستان پر اپنا تسلط جمانا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا

کہ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کیا جائے اور ان کو ایک ایسے سانچہ میں ڈھالا جائے جو حکومت برطانیہ کی مطلب براری میں ممد ومعاون ہو۔ عقائد کو متزلزل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ایک ایسی اساس دریافت کی جائے جسکا تعلق وحی سے ہو یہ اساس احمدی فرقہ نے مہیا کر دی احمدی حضرات خود دعویٰ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کی انہوں نے یہ سب سے بڑی خدمت کی کہ اپنے روحانی انکشافات کے ذریعے مسلمانان ہند کی نظر میں انگریزوں کی غلامی کو خوش نظر بنا دیا اور اس طرح مسلمانوں کے لیے مصائب و آلام کی راہ ہموار کی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں میں سیاسی بیداری سے انگریزوں، ہندوستانی قوم پرستوں اور قادیانیوں کو فکر لاحق ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان بیدار ہو گئے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے وہ کبھی بھی محمد عربی ﷺ کی امت میں ایک نئی امت کی تشکیل نہیں کر سکیں گے''۔ (ترجمان اہل سنت کراچی ختم نبوۃ نمبر ۱۹۷۲ صفحہ ۵۵)

مرزا قادیانی کی انگریز پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا

فتنہ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرے (ضرب کلیم صفحہ: ۴۶)

تمام ایسے مسلمان جو مرزا قادیانی کی نبوت کی تصدیق نہ کریں انہیں کافر کہنے کے قادیانی عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا۔

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر

(ضرب کلیم صفحہ: ۲۰)

علامہ اقبالؒ نے اپنے بیان قادیانی اور جمہور مسلمان میں ۱۹۳۵ء کے آخر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ حکومت کے سامنے ان الفاظ میں پیش کیا:۔

''میرے خیال میں حکومت کے لیے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا۔ اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسا وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے،، (اقبال اور احمدیت از شمشیر ڈار صفحہ ۴۵)

نیز قادیانیوں کو کافر سمجھنے اوران سے میل جول ختم کرنے کو نا جائز اور رواداری کے تقاضوں کے خلاف سمجھنے والے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا!

''بعض لوگ اس اہم معاملہ (قادیانیوں سے برتاؤ اور میل جول ۔زاہد) میں رواداری کی بات کرتے ہیں یہ لوگ درحقیقت رواداری کے حقیقی معنیٰ ومفہوم سے ناآشنا ہیں اوراس لفظ کے استعمال میں نہایت ہی غیر محتاط ہو گئے ہیں انکونہیں معلوم کہ حقیقی اور سچی رواداری ذہنی وسعت اور روحانی بالیدگی سے حاصل ہوتی ہے''۔(اسلام اوراحمدیت از اقبال صفحہ ۶)

علامہ مرحوم کا نہایت اہم مضمون ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء کے روزنامہ سٹیٹسمین میں شائع ہوا تھا اسی دن سٹیٹسمین ......(Staitasman) نے آپ کے بیان کے حوالے سے اداریہ بھی تحریر کیا اور آپ کے موجودہ اور گذشتہ خیالات کے حوالے سے چند اہم سوالات اٹھائے آپ نے انکے تسلی بخش جوابات لکھ کر روزنامہ سٹیٹسمین کو روانہ کر دیئے ۔آپ نے قادیانیوں کی دوغلی پالیسی (عقائد اسلام سے انحراف اور مسلمان کہلانے کی ضد) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میری رائے میں قادیانیوں کے نزدیک صرف دوراہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں (اسلام سے کنارہ کش ہونے اور علیحدہ مذہب کے پیروکار ہونے کا اعلان کر دیں ۔زاہد) یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اسکے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں انکی جدید تاویلیں محض اس بناء پر ہیں کہ انکا شمار حلقہءِ اسلام میں ہو تا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔''

آگے چل کر آپ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم گروہ ثابت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''انکا بنیادی اصولوں سے انحراف اپنی جماعت کے لئے نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز (باجماعت نماز) سے قطع تعلق نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اوران سب سے بڑھکر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے یہ تمام امور قادیانیوں کی مسلمانوں سے علیحدگی پر دال ہیں۔(اقبال اوراحمدیت صفحہ ۶۴۔۶۵ از بشیر احمد ڈار)

آپ نے مزید فرمایا!

''موجودہ مردم شماری کے لحاظ سے قادیانی اگر مسلمانوں سے علیحدہ ہو جائیں تو انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ اس لئے قادیانی کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ لیکن ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گذرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے پنجاب میں مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو نقصان پہنچا سکے۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت نے سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا تھا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسا مطالبہ کرنے کا انتظار کیوں کر رہی ہے۔ (اقبال اور احمدیت از بشیر احمد ڈار)

''اخبار صدق'' لکھنو نے اپنی یکم اگست ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں علامہ سر محمد اقبالؒ کے مقالہ پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا۔

''قدرت کی طرف سے یہ عجیب معاملہ ہو رہا ہے کہ قادیانی بحث و مباحثہ جسے اب تک خالص دیوبند اور فرنگی محل، بریلی اور سہارنپور کی جبہ و دستار والے مولویوں کا ایک مذہبی مشغلہ سمجھا جا رہا تھا جدید تعلیم یافتہ گروہ اس کی طرف اٹھ گئی ہیں۔ ایک طرف جماعت احرار جس میں تعلیم یافتہ افراد کی ایک معقول تعداد شریک ہے وہ اس تحریک کے لئے آستین چڑھا چکی ہے تو دوسری طرف مولوی ظفر علی خان کا شبریز خامہ ان کے تعاقب میں سرپٹ چھٹا ہوا ہے۔ اور حال ہی میں علامہ سر محمد اقبال ادام اللہ فضلہ و طول اللہ عمرہ کے اس حقیقت خیز ولولہ انگیز مقالے نے ہمالیہ سے راس کماری تک ہلچل ڈال دی ہے۔ جس میں انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے فلسفیانہ پہلو کو قدرتی قانون پر منطبق کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کا عظیم شرف حاصل کیا ہے متع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔ (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ ۳۹)

آپ کا بیان ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' اخبارات کی زینت بنا تو ہر طرف سے اسکے موافق و مخالف آراء کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ہر طرف سے تعریفی و تنقیدی بیانات آنے لگے۔ پنڈت نہرو کو بھی قادیانیوں کی حمایت نے اکسایا تو اسلامی نظریات سے ناواقفیت کے باوجود اس نے بھی اپنے خیال میں آپ کے بیان پر تبصرہ کرنے کی لاحاصل کوشش کی اور بے سروپا سوالات اٹھا کر معاملے کو مزید پیچیدہ

کرنے کی کوشش کی تو آپ نے اس کے اعتراضات کا جواب بھی تحریر فرمایا جو اس وقت کے اخبارات ورسائل کی زینت بنا۔ اس کے جواب میں آپ نے مسئلہ ختم نبوت اور عقیدہ حیات وممات مسیح پر بڑی عالمانہ ومدلل گفتگو فرمائی اور آپ نے نہرو پر واضح فرمادیا کہ۔

''قادیانی اسلام کے دشمن تو ہیں ہی یہ ملک کے بھی وفادار نہیں ہیں''

اپنے بیٹے جناب جاوید اقبال سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو وصیت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

''......باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہونگا کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکان دین میں سے نہیں سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے، جاوید کو میرا یہی مشورہ ہے کہ ایسی راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو عقائد کے نئے نئے فرقے مختص کردیے ہیں ان سے احتراز کرے۔ بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دینوی فائدہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کردے غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیے اور آئمہ و اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیے''(داستان اقبال صفحہ ۹۸ از پروفیسر صابر کلوری)

قادیانی شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حوالے سے عوام کو گمراہ کرنے کیلیئے ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مسلمان امتی پیغمبرانہ مشاہدات وتجربات سے گذر سکتا ہے۔ اسکے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

''شیخ عربی کی فتوحات مکیہ کے متعلقہ حصہ کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے اسی شدت سے قائل تھے جیسے کوئی صحیح العقیدہ سنی ہوسکتا ہے۔ میرے خیال میں اگر شیخ عربی کو کشف کے ذریعہ یہ معلوم ہوجاتا کہ مشرق کے ایک ملک ہندوستان میں حضور ﷺ کی خاتمیت کو برباد کرنے کی کوشش کی جائیگی تو وہ یقیناً ہندوستانی علماء کو متنبہ فرمادیتے کہ اس قسم کے باغیوں سے مسلمانان عالم کو خبردار کریں۔''(ترجمان اہلسنت کراچی ختم نبوت نمبر صفحہ ۵۵)

۱۹۳۷ء میں جناب الیاس برنی رحمۃ اللہ کے نام مکتوب میں آپ کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ کی افادیت کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو مبارک باد دی نیز مسئلہ بروز سے متعلق ایک مستقل کتاب لکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپؒ نے لکھا:

لاہور:۔ جاوید منزل

۲۷ مئی ۱۹۳۷

جناب پروفیسر صاحب السلام علیکم۔

آپ کی کتاب ''قادیانی مذہب'' کی نئی ایڈیشن جو آپ نے بکمال عنایت ارسال فرمائی ہے' مجھے مل گئی ہے۔ جس کے لئے بے انتہا شکر گزار ہوں۔ میں نے سید نذیر نیازی ایڈیٹر ''طلوع اسلام'' سے سنا ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے۔ آپ کی محنت قابل داد ہے کہ اس سے عامۃ المسلمین کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے۔ اور آئندہ پہنچتا رہے گا۔

اب ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ جو آپ کے ذاتی افکار کا نتیجہ ہو۔ آپ کے قلم سے مسلمان ایسی توقع رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ قادیانی تحریک یا یوں کہئے کہ بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پر مبنی ہے۔ مسئلہ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے ازبس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اور اصل اس کی تارین ہے۔' نبوت کا سامی تخیل اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ میری رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

والسلام

محمد اقبال

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ۶ تا ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۵ صفحہ ۱)

مارچ ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پرنسپل علی گڑھ یونیورسٹی نے ظفر اللہ خان قادیانی کو

یونیورسٹی کے ایک کانووکیشن میں خطاب کی دعوت دے دی۔ جسے ظفر اللہ خان نے قبول کرلیا۔ یونیورسٹی کے طلباء نے علامہ اقبالؒ سے ملاقات کر کے صورت احوال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ اس خطاب کو رکوانے میں مدد کریں۔ آپ ان دنوں کافی علیل تھے اور ملاقات سے احتراز کرتے تھے۔ مگر جب آپ نے مسئلہ کی نزاکت دیکھی تو فوراً طلبہ سے ملاقات کی اور ایک یادداشت تیار کروا کر اس پر اپنے دستخط فرمائے پھر طلباء کو ہدایت فرمائی کہ دیگر اکابرین سے دستخط کروا کر اخبارات میں شائع کروا دو اور یونیورسٹی انتظامیہ میں تقسیم کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نتیجۃً ظفر اللہ خان قادیانی کا خطاب منسوخ کرا دیا گیا۔ (شمع ختم نبوت کے پروانوں کی باتیں صفحہ ۱۸۳ از طاہر رزاق)

قادیانی اکثر اقبال اور آپ کے خاندان کو قادیانی یا قادیانی نواز ثابت کرنے کی مکروہ کوشش کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں شیخ عبدالماجد قادیانی نے ''اقبال اور احمدیت'' کے عنوان سے ایک کافی ضخیم کتاب مرتب کی ہے جس میں اقبال کو احمدی ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے اس کتاب میں اٹھائے گئے اکثر اعتراضات کا مسکت جواب پروفیسر شفیق احمد صاحب (صدر شعبہ اردو و اقبالیات اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور) نے اپنے ایک اہم مقالہ ''اقبال اور قادیانیت'' میں دیا ہے مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر سارا مقالہ من و عن نظر قارئین ہے۔

''پارسال ایک کتاب ''اقبال اور احمدیت'' منظر عام پر آئی ہے۔ کتاب کے مؤلف شیخ عبدالماجد قادیانی نے اس ضخیم تالیف میں فرزند اقبال جسٹس (ر) جاوید اقبال کی کتاب ''زندہ رود'' کے بعض ابواب' عناوین اور مندرجات کی صحت کو چیلنج کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے قلم سے قادیانیت کے متعلق جو معرکہ آراء مقالات' مکاتیب' بیانات اور اشعار رقم ہوئے اور جن کی اشاعت سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کے مکروہ عزائم اور مذموم مقاصد کو جاننے کا موقعہ ملا...... یہ سب کچھ اقبال کی ملی غیرت' دینی حمیت' ایمانی فراست اور اعتقادی بصیرت کا ہرگز آئینہ دار نہیں بلکہ اقبال نے یہ سب کچھ ذاتی اغراض اور سیاسی مفادات کے پیش نظر لکھا اور دراصل انہیں قادیانیت کے خلاف ''مجلس احرار اسلام'' نے استعمال کیا۔

زیر بحث کتاب کے قادیانی مؤلف نے جو کچھ لکھا' یقیناً اسے یہی لکھنا چاہئے تھا لیکن حیرت

ہے کہ اس کے جواب میں نہ جاوید اقبال نے زبان کھولی نہ کسی اور سرکاری یا غیر سرکاری اقبالی نے ۔ زیر نظر مضمون اس سلسلے کی اولین جوابی تحریر ہے ۔

یہ عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اول میں برصغیر پاک و ہند کے میدان ادبیات و سیاست کے افق پر تین عظیم شخصیات نمایاں ہوئیں اور تینوں کے بڑے بھائی قادیانی تھے ۔ لیکن مولانا محمد علی جوہر اس اعتبار سے خوش قسمت ثابت ہوئے کہ ان کا انتقال ۱۹۳۱ء میں ہو گیا ۔ پھر ان کا انتقال انگلستان اور تدفین فلسطین میں ہوئی ۔ نیز مسلمانان برصغیر پر ان کے اثرات تحریک خلافت کے استثناء سے زیادہ گہرے نہیں پڑے ۔ اسی طرح ابوالکلام آزاد ایک زمانے میں مسلمانان پاک و ہند کی آنکھ کا تارا ضرور بنے رہے لیکن آل انڈیا کانگریس سے وابستگی اور مسلم لیگ کی مخالفت و تحریک پاکستان کے خلاف سرگرمیوں کے سبب مقبول عام ہونے کی بجائے ناپسندیدگی کا نشان بن گئے ۔ یوں ان دونوں شخصیات کو کسی جماعت یا گروہ سے وابستہ کرنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا ۔ غالباً اسی لئے اس طرح کی کوشش نہیں کی گئی لیکن علامہ اقبال اپنے شعری فکری اور سیاسی کارناموں کے باعث جتنے مقبول اپنی زندگی میں تھے' وفات کے بعد اس سے کہیں زیادہ ہو گئے ۔ پھر یہی نہیں بلکہ وہ پاک و ہند کی تحدیدات سے نکل کر ممدوح عالم کے مرتبے پر فائز ہو گئے اور جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ویسے ویسے اقبال کے قدر دانوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے لیکن اقبال کے لئے یہ قبول عام جس قدر باعث اعزاز ہو سکتا ہے ۔ اس سے کہیں زیادہ مصیبت خیز ہو گیا ہے ۔ اس لئے کہ یار لوگ ان کی فکر کو سوچے سمجھے بغیر اور ان کے پیغام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ان کے استحصال میں لگ گئے ۔

ہمارے ملک میں ہر طبقہ' ہر جماعت اور ہر گروہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اقبال کو ذریعہ بنانے میں لگا ہوا ہے اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ متصادم نظریات و خیالات کے حامل لوگ بھی اپنے اپنے نقطہ نظر کے لئے سند کے طور پر اقبال کو ہی تختہ مشق بناتے ہیں مثلاً ایک زمانے میں سرمایہ داری نظام کے حامی:

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

کا حوالہ دے کر اقبال کو اشتراکیت کا مخالف قرار دینے کی کوشش کرتے تھے جبکہ اشتراکیت کے حامل ''اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو۔'' والے مصرعے کو کارل مارکس کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اشتراکی ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح سادہ لوح لوگوں کو بہکانے میں مدد ملتی تھی چنانچہ قادیانیوں نے بھی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اقبال کے نام کو استعمال کرنے کی کوششیں کیں ہیں اور ایسی کوششیں اب تک جاری ہیں۔

قادیانیوں کی اس نوع کی کوششوں کے لئے جو حقائق یا مفروضے بنیاد بن رہے ہیں۔ ان میں علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد اور بڑے بھائی شیخ عطا محمد' بھتیجے شیخ اعجاز احمد اور استاد مولوی میر حسن کی قادیانیت یا قادیانیت کی طرف میلان' قادیان میں آفتاب اقبال کی تعلیم' اقبال کے کچھ مضامین بطور خاص ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں قادیانی فرقے کی تعریف' والدہ جاوید کی رخصتی سے پہلے قادیانیوں کے خلیفہ اول حکیم نور دین سے ازسرنو نکاح کرنے یا نہ کرنے کے متعلق استفسار اور کشمیر کمیٹی کی صدارت کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کی صدارت پر اتفاق نیز خود علامہ اقبال کی مرزا قادیانی سے بیعت وغیرہ شامل ہیں اور بظاہر یہ اتنے مضبوط حوالے ہیں کہ اگر یہ حوالے کسی بھی شخص سے متعلق دیئے جائیں تو پھر اسے قادیانی ہونے سے نہیں بچایا جا سکتا۔ لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ ہمارا موضوع کوئی عام شخص نہیں' بلکہ اقبال ہے جو ایک ہی سانس میں اشتراکیت کی تحسین بھی کرتا ہے اور تنقیص بھی۔ جو جمہوریت کو بہترین سیاسی نظام بھی سمجھتا ہے اور اس کی خرابیاں بھی گنواتا ہے جو مسولینی اور مصطفیٰ کمال پاشا کی تعریف کرتے بھی نہیں تھکتا لیکن ان کی خبر بھی خوب خوب لیتا ہے۔ اس اقبال پر نہ تو کوئی فتویٰ لگانا آسان ہے اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی خاص اور محدود دائرے میں مقید کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک قادیانیت اور اقبال کے متعلق حقائق اور مفروضوں کا تعلق ہے' ان کا جائزہ لینے سے قبل یہ جان لینا چاہئے کہ بعض صنعتوں میں صف اول کا شہر ہونے کے باوجود آج بھی سیالکوٹ پاکستان کے بڑے شہروں میں شمار نہیں ہوتا اور اقبال کی پیدائش سے بھی تیرہ سال قبل ۱۸۶۴ء میں جب مرزا قادیانی یہاں بہ سلسلہ ملازمت مقیم رہا ہو تو تصور کیا جا سکتا ہے کہ سیالکوٹ کیا اور کتنا بڑا شہر ہوگا؟ ایسے میں ایک سرکاری ملازم اور وہ بھی کچہری میں اہلمد سے کس کس کے تعلقات اور شناسائی نہ ہوگی۔

یقین کرنا چاہئے کہ انہیں تعلقات کے باعث محدث اور مجدد کے دعوؤں کے وقت بہت سے لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ہوگا۔ انہی میں شیخ نور محمد بھی شامل رہے ہوں گے' چنانچہ کسی موقع پر انہوں نے بیعت بھی کر لی ہوگی لیکن طبع سلیم کے شیخ نور محمد بہت عرصے تک ساتھ نہ نبھا سکے اور جلد ہی مرزا قادیانی کے اثر سے نکل آئے۔ اس سلسلہ میں شیخ عطا محمد کے بیٹے اعجاز احمد' مرزا قادیانی اور حکیم نور دین سے شیخ نور محمد کے تعلقات' عقیدت اور بیعت کے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''۱۹۰۲ء میں جب ہماری منجھلی پھوپھی ''طالع بی بی'' کا انتقال ہوا تو سیالکوٹ کے احمدی حضرات ان کے جنازے میں شامل نہ ہوئے۔ اس پر میاں جی نے حضرت میر حامد شاہ...... کی زبانی حضرت بانی سلسلہ کو پیغام بھیجا کہ ''میں عمر رسیدہ ہوں' آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا۔''...... ان کے متعلق صرف یہ کہنا کہ وہ احمدی نہ تھے' نامکمل بات ہوگی۔ ہاں یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ابتداء جماعت میں شامل ہو گئے تھے لیکن ۱۹۰۲ء میں جماعت سے الگ ہو گئے۔''(۱)

گویا شیخ نور محمد کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ قادیانی جماعت میں شامل ہوئے تھے تو فوراً اس سے الگ ہو گئے لیکن شیخ عطا محمد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اعجاز احمد کے بقول ان کے والد احمدی تھے۔ جبکہ شیخ عطا محمد کے ایک دوسرے صاحبزادے اور ایک دختر کے نزدیک شیخ عطا محمد مرزائیت سے تائب ہو گئے تھے۔ غالباً اس لئے ان کے جنازے کی بھی نمازیں دو ہوئیں۔ اس کے علاوہ شیخ اعجاز احمد خود لکھتے ہیں:

میرا خیال ہے کہ جاوید کے راویوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد اباجان کے احمدیوں کے کسی فرقے کے ساتھ شامل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکالا ہوگا۔''(۲)

ہم جانتے ہیں کہ احمدیوں (مرزائیوں) کے دو ہی گروہ ہیں' یعنی قادیانی اور لاہوری۔ لیکن شیخ اعجاز احمد خود تسلیم کرتے ہیں کہ شیخ عطا محمد نہ لاہوری تھے اور نہ قادیانی گروپ میں شامل ہوئے' پھر معلوم نہیں کہ وہ کیسے مرزائی تھے؟ اسی طرح شیخ اعجاز احمد اپنی کتاب میں شیخ عطا محمد کے ایک خط کا اقتباس نقل کرتے ہیں' جس میں شیخ عطا محمد اپنی مرزائیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں خود بھی تو مرزائی ہوں لیکن مجھ میں اور ان میں صرف جنازے کے فرق کا سوال

ہے۔"(۳)

یعنی عطا محمد ایسے قادیانی تھے جن کا تعلق نہ لاہوری گروپ سے تھا اور نہ قادیانی گروپ سے۔ نیز جنازے کے سوال پر بھی ان کا اختلاف تھا۔ اس کے باوجود اگر شیخ عطا محمد کو بقول شیخ اعجاز احمد احمدی مان لیا جائے تو بھی اس سے علامہ اقبال کا قادیانی ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ خود اقبال' جیسے چچا کے خیالات اعجاز احمد پر اتنا اثر نہ ڈال سکے اور نہ انہیں ان کے ماموں متاثر کر سکے۔ جن کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

"میرے ماموں شیخ غلام نبی بڑے نیک اور شریف النفس بزرگ تھے لیکن عقیدۃً کٹر وہابی اور احمدیت کے مخالف۔"(۴)

اگر چچا اور ماموں شیخ اعجاز احمد کو متاثر نہ کر سکے تو یہ کیوں فرض کر لیا جائے کہ محض بھائی کی احمدیت کے باعث علامہ اقبال بھی احمدی ہو گئے ہوں گے۔

اپنے خاندان کے بزرگوں کے برعکس اعجاز احمد البتہ آخر تک مرزائیت پر قائم رہے اور اس کا علم اقبال کو بھی تھا۔ اس حوالے سے شیخ عبدالماجد سوال اٹھاتے ہیں کہ جب اقبال کو اعجاز کی قادیانیت کا علم تھا تو وہ اسے ایک نیک صالح نوجوان کیوں لکھتے ہیں۔(۵) اس کا بڑا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ شیخ اعجاز احمد بھی تو اپنے "کٹر وہابی اور احمدیت کے مخالف" ماموں کو نیک اور شریف النفس لکھتے ہیں۔ یعنی اکثر اوقات ذاتی نیکی اور شرافت کا عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اعجاز احمد تو ایک طرف' میں تو حضرت ابوسفیان کے کردار کے اس پہلو کا معترف ہوں کہ آنحضرت ﷺ سے بدترین دشمنی کے باوجود انہوں نے اپنے زمانہ کفر میں بھی' دربار قیصر وروم میں آنحضرت ﷺ کی تعریف وتحسین کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا اور یہ بات خود علامہ اقبال کے کریڈٹ میں جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائی اور بھتیجے کے عقائد سے واقفیت کے باوجود ان کی کردار کشی کی بجائے ان کی شخصی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اقبال کے اس خاندان کی احمدیت اور اس کے باعث اقبال کو احمدی ثابت کرتے ہوئے یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ خود بقول شیخ اعجاز احمد ان کے خاندان میں شیخ نور محمد کی طرف سے احمدی گروہ سے الگ ہو جانے کے بعد گھر میں کبھی احمدیت کا تذکرہ نہیں سنا گیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''میاں جی کی جماعت احمدیہ سے علیحدگی کے بعد ہوش سنبھالنے پر میں نے گھر میں احمدیت کا چرچا نہیں سنا۔''(٦)

اسی طرح بقول پروفیسر محمد اسلم ۳ فروری ۱۹۵۴ء کو شیخ اعجاز احمد کے انتقال کے بعد شیخ نور محمد کے اخلاف میں سے کوئی بھی قادیانی نہیں رہا۔(۷)

رہے علامہ اقبال کے استاد مولوی میر حسن تو بلاشبہ اقبال کو ان سے آخر وقت تک بے حد عقیدت رہی۔ لیکن اول تو مولوی میر حسن کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیسے عقائد رکھتے تھے مثلاً بعض لوگ انہیں قادیانی کہتے تھے تو بعض کے نزدیک وہ صحیح العقیدہ حنفی مسلمان تھے۔ جیسا کہ معروف اقبال شناس ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' مولوی میر حسن کے مسلک اور آزاد خیالی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''دراصل بات یہ ہے کہ اگرچہ شاہ جی عملاً حنفی مسلک کے پیرو تھے لیکن مذہبی معاملات میں رواداری اور فراخ دلی برتنے کے قائل تھے۔''(۸)

اس کے باوجود جو لوگ مولوی میر حسن کو قادیانی ثابت کرنا چاہتے ہیں' انہیں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ مولوی صاحب کے سر سید احمد خان کے ساتھ بڑے مخلصانہ روابط تھے۔ نیز ان لوگوں کو مولانا عبدالمجید سالک کی تصنیف ضرور دیکھنا چاہئے جس میں مولوی میر حسن سے مرزا قادیانی اور حکیم نور الدین کے تعلقات کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ ان عبارتوں سے یوں لگتا ہے کہ جیسے مسیح و مہدی مرزا قادیانی نہیں بلکہ میر حسن تھے۔(۹) اور حکیم نور الدین خلیفہ اول نہیں بلکہ میر حسن کے بے تکلف دوست تھے۔ جن سے پہلیں بھی جائز تھیں اور جملے بازی بھی (۱۰) لیکن اگر مولوی میر حسن کو قادیانی بھی مان لیا جائے تو بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اثر سے علامہ اقبال بھی قادیانی ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ تو خود بعد ازاں ایسے اساتذہ سے بھی پڑھتے تھے جو عیسائی تھے اور اقبال کو ان سے عقیدت مندانہ تعلق بھی تھا مثلاً پروفیسر ٹامس آرنلڈ۔ تو کیا یہ سمجھنا چاہئے کہ علامہ اقبال خدانخواستہ ایک استاد کی وجہ سے قادیانی اور دوسرے کی وجہ سے عیسائی ہو گئے ہوں گے حالانکہ ہم سب خود اپنے اپنے زمانہ طالب علمی میں مختلف عقائد رکھنے والے اساتذہ سے پڑھتے ہیں لیکن ان اساتذہ کی پیروی میں اپنا مسلک نہیں بدلتے۔

جہاں تک علامہ اقبال کی اپنی ذاتی زندگی اور ان کے بیانات کا تعلق ہے تو اس میں بظاہر بعض چیزیں تعجب خیز ہیں۔ کچھ چیزیں اقبال پر قادیانیت کا الزام لگانے والوں کے لئے کچھ ہمارے لئے۔ مثلاً ہمارے لئے یہ امر باعث تعجب ہے کہ علامہ اقبال نے اپنے فرزند آفتاب اقبال کو قادیان بھیج کر وہاں کے تعلیم الاسلام سکول میں داخل کرایا تھا۔(۱۱) لیکن غور کیا جائے تو یہ اس زمانے کی بات ہے جب علامہ اقبال پر قادیانیت کی حقیقت نہیں کھلی تھی اور آپؒ اسے بھی مسلمانوں کے بہت سے دوسرے فرقوں کی طرح کا ایک فرقہ تصور کرتے تھے۔ جب حقیقت کھلی تو آپؒ بیزار ہو گئے اور بیزاری بغاوت تک جا پہنچی جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں:

''کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں نمایاں نہیں ہوتی۔ اسے اچھی طرح ظاہر ہونے کے لئے برسوں چاہئے۔''(۱۲)

''تحریک کے دو گروہوں کے باہمی نزاعات اس امر پر شاہد ہیں کہ خود ان لوگوں کو جو بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے' معلوم نہ تھا کہ تحریک آگے چل کر کس راستے پر پڑ جائے گی۔ ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت ...... بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا''۔(۱۳)

حضرت علامہ کا یہ اقتباس ان لوگوں کے لئے بھی کافی ہونا چاہئے جو ان کے بعض مضامین مثلاً ۱۹۰۰ء میں انڈین اینٹی کویری میں چھپنے والے مضمون اور ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ میں پڑھے گئے مضامین کا حوالہ دیتے ہیں۔ جن میں بالترتیب علامہ اقبال نے مرزا قادیانی کو ''موجودہ دور کے ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے بڑا دینی مفکر''(۱۴) اور قادیانیوں کے طرز حیات کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ قرار دیا ہے۔(۱۵) ان باتوں کا ذکر ذرا آگے بھی آئے گا۔ لیکن ہمارے لئے باعث تعجب امر یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال نے ۱۹۰۲ء میں بعض فقہی مسائل کے لئے حکیم نورالدین سے رجوع کیا۔(۱۶) یا ایک ذاتی معاملے میں فتویٰ کی ضرورت پڑی تو بھی حکیم نورالدین سے رجوع کیا گیا۔(۱۷) اسی طرح علامہ اقبال

نے بشیر الدین محمود کی علمیت کی تعریف کی۔(۱۸) اور پھر انہیں کشمیر کمیٹی کا صدر بنوایا۔(۱۹) دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر لندن کی مسجد احمدیہ میں گئے اور وہاں قرآن سنانے پر انعام دیا۔(۲۰) یہ اور اسی طرح کی چھوٹی چھوٹی باتیں یقیناً حیرت انگیز ہیں۔

لیکن تھوڑا سا بھی غور کیا جائے اور شخصیات وتحریکات کے بارے میں اقبال کے طریق کار سے متعلق قدرے آگہی ہو تو یہ سب باتیں تعجب خیز نہیں رہتیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اقبال شخصیت وتحریکات کے بارے میں اپنی آراء بے کم وکاست اور بلا مصلحت وتعصب دینے کے عادی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ عام لوگوں کی روش یعنی اپنے رائے پر آنکھیں بند کر کے ڈٹ جانے اور نظر ثانی نہ کرنے کے بھی عادی نہیں مثلاً ایک زمانے میں انہوں نے مسولینی کے بارے میں لکھا۔ ؎

ندرت فکر وعمل کیا شے ہے ؟ ذوق انقلاب
ندرت فکر وعمل کیا شے ہے ؟ ملت کا شباب
رومتہ الکبریٰ دگرگوں ہو گیا تیرا ضمیر
اینکہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب
فیض یہ کس کی نظر کا ہے ؟ کرامت کس کی ہے
وہ کہ ہے جس کی نگہ مثل شعاع آفتاب

(۲۱)

لیکن صرف چار سال بعد علامہ اقبال نے اسی عنوان سے ایک اور نظم لکھی جس میں مسولینی اپنے مظالم کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم
بے محل بگڑا ہے معصومان مغرب کا مزاج
میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار تو چھلنی میں چھاج
میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم

تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج
آل سیزر چوب نے کی آبیاری میں رہے
اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو خراج
پردہ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

(۲۲)

یعنی جب مسولینی اطالیہ کی بیداری کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اقبال اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن جب مسولینی ہوس گیری کا شکار ہو کر دیگر یورپی استعمار کی طرح اپنے کمزور ہمسائیوں کو نشانہ بناتا ہے تو اقبال اپنی پرانی رائے کا لحاظ کیے بغیر اس کی مذمت کرتے ہیں۔ بانگ درا کی نظم خضر راہ اور پیام مشرق میں اقبال نے انقلاب روس اور وہاں کے اشتراکی نظام کو جس طرح سراہا ہے، اس کے ساتھ جاوید نامہ اور ارمغان حجاز کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کو پڑھ کر اوپر دی گئی رائے کی توثیق ہوتی ہے۔ پیام مشرق میں اقبال نے مصطفیٰ کمال پاشا کو ''ایداللہ'' (۲۳) تک کہہ دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب اتاترک نے اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا چاہا تو اقبال نے جاوید نامہ میں اسے خوب لتاڑا اور ایک دوسری جگہ یہاں تک کہہ دیا کہ۔ ؎

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روح مشرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

کارل مارکس اور نطشے کے بارے میں اقبال کا یہ مصرع '' قلب او مومن دماغش کافر است'' اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ اقبال کی آراء ایک رخی متعصبانہ نہیں ہوتیں۔ یہی حال قادیانیت کا بھی ہے۔ اقبال نے اس تحریک اور تحریک کے افراد میں جو خوبیاں دیکھیں، ان کا اعتراف نہایت خوش دلی سے کیا۔ لیکن جس طرح مغربی تمدن کے بعض اوصاف کے اعتراف کے باعث اقبال کو عیسائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح قادیانی گروہ کی بعض خوبیوں کا اعتراف بھی اقبال کو قادیانی ثابت نہیں کر سکتا جبکہ بعض امور میں وقت کا تقاضاء بھی پیش نظر ہو۔ مثلاً کشمیر کمیٹی کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کی صدارت

وغیرہ اس سلسلے میں خود شیخ اعجاز احمد کو اعتراف ہے' وہ کہتے ہیں:

''علامہ اقبال نے تجویز کیا کہ جماعت احمدیہ کے امام اس کمیٹی کے صدر ہوں۔ ان کے پاس مخلص اور کام کرنے والے کارکن بھی ہیں اور وسائل بھی۔'' (۲۴)

یعنی اگر مخلص کارکن اور ضروری وسائل کسی اور کے پاس ہوتے تو بشیر الدین محمود کو کشمیر کمیٹی کا صدر بنانا ضروری نہیں تھا۔

جہاں تک بعض فقہی مسائل کے بارے میں مرزا قادیانی سے استفسار اور اپنے ذاتی شرعی مسئلے میں حکیم نور الدین سے فتویٰ کے حصول کا تعلق ہے تو ان قصوں کے راوی مرزا جلال الدین' عبد المجید سالک (۲۵) اور شیخ اعجاز احمد (۲۶) یعنی سب کے سب یا تو قادیانی ہیں یا پھر قادیانیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جو ہر صورت میں علامہ اقبال کو اپنے گروہ میں کھینچ لانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں لیکن فقہی اور ذاتی مسائل میں قادیان سے استمداد کی کہانی کو رد کرنے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال ۱۹۰۲ء میں نہ سہی' والدہ جاوید کی رخصتی کے اہتمام کے وقت فقہ اسلامی سے اس قدر ضرور واقف ہو چکے تھے کہ روزمرہ مسائل کے بارے میں از خود کوئی رائے قائم کر سکیں۔ مثلاً والدہ جاوید سے از سرِ نو نکاح کا معاملہ تو مجھ جیسا دین کی مبادیات تک سے ناواقف آدمی بھی بخوبی سمجھتا ہے۔ مثلاً میں کہہ سکتا ہوں کہ پیش آمدہ صورت حال میں یا تو طلاق ہو گئی تھی یا نہیں ہوئی تھی۔ اگر نہیں ہوئی تھی تو از سرِ نو نکاح کی کوئی ضرورت نہیں۔ معلوم نہیں کہ اقبال جیسے مفکر اسلام کو اس واضح معاملے کے لئے استفسار کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ غور کیجئے تو یہی باتیں معاملے کو الجھانے کا باعث بنتی ہیں لیکن ذرا سے غور اور تدبر سے حقیقت حال سامنے آ جاتی ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر اس واقعے کو حقیقت مان لیا جائے تو بھی حکیم نور الدین کی دینی معلومات کا حال کھل جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اقبال کو قادیانی اور احمدی ثابت کرنے کے لئے ۱۸۹۷ء میں بعض تعلیم یافتہ دوستوں کے ساتھ قادیان جا کر اقبال کے بیعت تک کے واقعات گھڑ لئے گئے ہیں۔ مثلاً شیخ عبد الماجد' مولانا شیخ عبد القادر' بشیر احمد ڈار' خواجہ کمال الدین اور مولانا محی الدین قصوری کی روایات کے ذریعے سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اقبال نے بانی سلسلہ احمدیہ سے بیعت کی تھی۔ وہ مولانا شیخ عبد القادر کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''مارچ ۱۸۹۷ء میں......مولوی محمد علی صاحب' چودھری سر شہاب الدین صاحب' ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور خاکسار نے بیعت کی تھی۔'' (۲۷)

فرض کیا' ایسا ہے اور اقبال اس بیعت کے سبب ۱۹۳۱ء تک قادیانی رہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں انہیں بیعت کی دعوت کیوں دی گئی؟ اور اس دعوت کے جواب میں اقبال نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ پہلے ہی بیعت کر چکے ہیں یا یہ کہ وہ تو بیعت کر چکے ہیں۔ لیکن اب ان کے خیالات بدل چکے ہیں وغیرہ۔ یہ سب کچھ کہنے کی بجائے اقبال نے ایک نظم (۲۸) کیوں لکھ بھیجی۔ جس کے ردِ عمل میں پیغام بیعت بھیجنے والے نے بھی جوابی نظم لکھی۔ لیکن اس کے باوجود اقبال کو بیعت یا از سرِ نو بیعت پر آمادہ نہ کیا جا سکا۔ اس سلسلے میں شیخ اعجاز احمد کا بیان حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اقبال کی نظم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اقبال نے بیعت نہیں کی ہوئی تھی۔ اگر کی ہوتی تو پیغام کیوں بھیجا جاتا۔'' (۲۹)

اس سے پہلے ہی نہیں بلکہ اقبال نے اس کے بعد بھی کبھی بیعت نہیں کی۔ کی ہوتی تو اقبال کی طرف سے قادیانیت کے خلاف دیئے گئے بیانات کے بعد اس سلسلے میں ڈھنڈورا پیٹ دیا جاتا۔ مثلاً لاہور میں پنڈت نہرو کے استقبال کے سلسلے میں میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے ایک خطبے میں معترضین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''اگر پنڈت جواہر لال نہرو اعلان کر دیتے کہ احمدیت کو مٹانے کے لئے وہ اپنی تمام طاقت خرچ کر دیں گے جیسا کہ احرار نے کیا ہے تو اس قسم کا استقبال بے غیرتی ہوتی لیکن اگر اس کے برخلاف یہ مثال موجود ہو کہ قریب کے زمانہ ہی میں پنڈت صاحب نے ڈاکٹر اقبال صاحب کے ان مضامین کا رد لکھا ہے جو انہوں نے احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ قرار دیئے جانے کے لئے لکھے تھے اور نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اعتراض اور احمدیوں کو علیحدہ کرنے کا سوال بالکل نامعقول ہے اور خود ان کے گذشتہ رویہ کے خلاف ہے۔'' (۳۰)

غور کیجئے کہ اگر اقبال نے کسی زمانے میں بیعت کی ہوتی تو پھر صرف ان کے گزشتہ رویے کا

ذکر نہ کیا جاتا بلکہ ان کی گزشتہ بیعت کا ذکر کیا جاتا۔ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بھی کہہ دینا چاہئے کہ اس زمانے تک اقبال اسی لئے تو احمدیت کی شدت سے مخالف ہو گئے تھے کہ احمدیت کے تحفظ کے لئے پنڈت نہرو جیسے دشمنان ملت اسلامیہ بر سر پیکار آ چکے تھے۔ ویسے قادیانیت کے بارے میں علامہ اقبال کی گزشتہ تحریروں کو بھی بڑے غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یوں کہ علامہ اقبال اپنے اصل مضامین میں وہ کچھ کہتے نظر نہیں آتے جو ان کے مضامین کے تراجم میں نظر آتا ہے۔ اس کے لئے صرف ایک مثال کافی ہوگی اور وہ یہ کہ علامہ اقبال نے ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون "The Muslim Community A Sociological Study" لکھا۔ اس کا سب سے پہلا ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا۔ یہ ترجمہ تو فوری طور پر میرے پاس موجود نہیں البتہ شیخ اعجاز احمد نے اپنی کتاب "مظلوم اقبال" میں موضوع جملے کا ترجمہ درج ذیل الفاظ میں مولانا ظفر علی خان کے حوالے سے یوں لکھا:

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے قادیانی کہتے ہیں۔" (۳۱)

افکار اقبال میں ڈاکٹر ریاض احمد نے یہ ترجمہ یوں کر دیا:

"پنجاب میں بنیادی طور پر مسلم طرز کے کردار کا زور دار ظہور قادیانی نام کے فرقے میں ہے۔" (۳۲)

جبکہ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد میں اس جملے کے ترجمے کو سرے سے حذف کر دیا گیا ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ یہ محض اتفاقات ہیں یا ان تحریفات کے پیچھے کوئی خاص سوچ کارفرما ہے کہ اقبال نے تو اپنے اصل مضمون میں قادیانی فرقے کی تعریف کرتے ہوئے کچھ اور الفاظ استعمال کئے تھے۔ انہوں نے لکھا تھا:

"In the Punjab the essentially Muslims tybe of character has found a powerful expression in the Socalled Qa diani-Seet.' (33)

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ علامہ اقبال کے اس جملے میں موجود الفاظ "Socalled" کا

ترجمہ کسی بھی مترجم۔نے نہیں کیا۔یہی حال ''سب سے بڑے دینی مفکر'' والے جملے کا بھی ہے۔اقبال نے یہاں بھی ''Probably'' (۳۴) کا لفظ استعمال کیا ہے۔جسے اکثر مترجمین حذف کر جاتے ہیں۔اس کے باوجود گزشتہ اور موجود رویے کے سلسلے میں حرف اقبال میں شامل اقبال کے یہ جملے قابل غور ہیں:

''اگر میرے موجودہ رویہ میں تناقص ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل سکے۔بقول ایمرسن صرف پتھر اپنے آپ کو نہیں جھٹلا سکتے۔'' (۳۵)

اقبال کے اعتقادات وعقائد دیکھ کر بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قادیانی مذہب سے کس قدر ہمدردی ہو سکتی ہے۔مثلاً مرزا قادیانی جس جوش وخروش کے ساتھ ردِ جہاد پر ڈٹا نظر آتا ہے۔اس کے پیش نظر اقبال کو قادیانیت سے ویسی ہی دلچسپی ہو سکتی ہے جتنی نطشے کو مساکین کے مذہب عیسائیت سے تھی اور یہ حقیقت تو اپنی جگہ ہے کہ موجودہ دور میں اقبال کو کسی نبی، رسول اور پیغمبر تو درکنار کسی عیسیٰ اور مہدی کا بھی انتظار نہیں (۳۶) جبکہ عقیدہ ختم نبوت پر ان کا ایمان ان کے اشعار سے بھی ثابت ہے ؎

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت و شوکت کا پیام

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ مرزا قادیانی کے تو تمام ابتدائی دعوؤں کو نظر انداز کر کے اسے اس کے آخری دعوے کے مطابق نبی مان لیا جائے لیکن اقبال کے ابتدائی جملوں میں بھی تحریف کر کے انہیں قادیانی قرار دیا جائے اور ان کے زمانہ کے مضامین ومقالات کو احرار کی سازش کہہ کر رد کرنے کی سعی کی جائے۔بالفرض یہ درست بھی ہو تو احرار کا یہ کارنامہ میرے نزدیک ان کی تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود ان کے لئے نجات اخروی کا سبب بن جائے گا۔خدا انہیں اجر خیر دے۔

علامہ اقبالؒ کی ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے مگر اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ اہم ترین حقائق لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں مزید تفصیل

وتحقیق کے خواہاں افراد سے گذارش ہے کہ وہ مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۔ اقبال اور احمدیت از بشیر احمد ڈار

۲۔ اقبال اور قادیانی از نعیم آسی

۳۔ زندہ رود جلد سوم از فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال

۴۔ اقبال کے حضور از سید نذیر نیازی

۵۔ اقبال نامہ از شیخ عطاء اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر فتوح پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں آپ کی تعلیمات عالیہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق فرمائے۔ امین

حوالہ جات

۱۔ مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد، صفحہ نمبر ۱۸۵، مطبوعہ شیخ شوکت علی پرنٹرز اشاعت اول ۱۹۸۵ء۔

۲۔ مظلوم اقبال صفحہ ۱۸۹۔

۳۔ مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۸۔

۴۔ مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۸۸۔

۵۔ اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد صفحہ نمبر ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶۔ مطبوعہ لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور۔

۶۔ مظلوم اقبال، صفحہ نمبر ۱۸۶۔

۷۔ پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایک گفتگو بتاریخ چھ فروری ۱۹۹۴ء۔

۸۔ عروج اقبال از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، صفحہ نمبر ۲۸، بزم اقبال لاہور طبع اول جون ۱۹۸۷ء۔

۹۔ ذکر اقبال از عبدالمجید سالک، صفحہ نمبر ۲۷۸، بزم اقبال لاہور۔

۱۰۔ ذکر اقبال از عبدالمجید سالک، صفحہ نمبر ۲۸۳، بزم اقبال لاہور۔

۱۱۔ مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶۔

۱۲۔ جیسا کہ متن میں ہے۔

۱۳۔ حرف اقبال، مولفہ احمد شروانی، صفحہ نمبر ۱۳۲، ۱۳۱ المنار اکادمی لاہور۔ جولائی ۱۹۴۷ء۔

۱۴۔ مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۵۔

۱۵۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶۔
۱۶۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۵۔
۱۷۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۲۔ذکر اقبال از عبدالمجید سالک' صفحہ نمبر ۷۰۔
۱۸۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۲۔ذکر اقبال از عبدالمجید سالک' صفحہ نمبر ۷۰۔
۱۹۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۷۔
۲۰۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۸۔
۲۱۔کلیات اقبال اردو صفحہ نمبر ۴۴۳' ۴۴۲ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳۔
۲۲۔کلیات اقبال اردو صفحہ نمبر ۶۱۲' ۶۱۱۔
۲۳۔کلیات اقبال فارسی صفحہ نمبر ۳۰۸۔شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳۔
۲۴۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۷۔
۲۵۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۷۰
۲۶۔مظلوم اقبال صفحہ نمبر ۱۹۶۔
۲۷۔اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد صفحہ نمبر ۳۹۔
۲۸۔یہ نظم بانگ درا میں عقل و دل کے عنوان سے موجود ہے۔
۲۹۔مظلوم اقبال۔از شیخ اعجاز احمد صفحہ نمبر ۱۹۰۔
۳۰۔میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا خطبہ' مندرجہ الفضل بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر محمد الیاس برنی' اشاعت نہم' اشرف پریس لاہور۔
۳۱۔مظلوم اقبال' صفحہ نمبر ۱۹۶۔بحوالہ ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر مطبوعہ ۱۹۱۹۔مرغوب ایجنسی لاہور۔
۳۲۔افکار اقبال ترجمہ ڈاکٹر ریاض احمد' صفحہ ۶۷۔مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔
33-The Muslim Community .A Sociological study by Dr.Iqbal edited by Dr. Muzaffar abbas Maktaba -e-aliya Urdu bazar Lahore
34-Thoughts and reflection of Iqbal edited by Syed Abdul Wahid -Sh. Muhammad Ashraf Lahore .1973.
۳۵۔حروف اقبال صفحہ ۱۳۲۔

(ماہنامہ نقیب ختم نبوت' ملتان' نومبر ۱۹۹۶ء)

شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ خانؒ

(۱۲۶۴ھ--۱۳۲۷ھ)

شیخ الاسلام حضرت علامہ مولٰنا انوار اللہ خانؒ کی ولادتِ باسعادت ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ میں ریاست حیدر آباد دکن کے ضلع ناندیڑ میں ہوئی۔ آپؒ کا سلسلہ نسب والدِ محترم کی جانب سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے جبکہ والدہ ماجدہ کی طرف سے سید احمد کبیر رفاعی سے جاملتا ہے۔ آپؒ کے والد بزرگوار کا نام ابو محمد شجاع الدین تھا۔ جو بڑے متبع سنت اور عالم باعمل بزرگ تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ محکمہ مال میں ۷۵ روپے ماہوار پر خلاصہ نویس مقرر ہوئے مگر یہ ملازمت آپؒ کے مزاج سے مطابقت نہ رکھتی تھی۔ جلد ہی مستعفی ہو کر درس تدریس کا سلسلہ شروع کرلیا۔ آپؒ کی علمی شہرت اور بے مثال تدریسی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر آپ کو سلاطین دکن کا استاد مقرر کر دیا گیا۔ آپؒ نے تین دفعہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کا مبارک سفر کیا۔ آخری دفعہ ۱۳۰۵ ہجری میں گئے اور تین سال تک مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر علم کی تحصیل و تدریس میں مشغول رہے۔ آخر کار نبی اکرم ﷺ سے خواب میں بشارت پا کر حیدر آباد دکن میں واپس آ کر تبلیغ و ترویج دین کا بیڑہ اٹھالیا۔ حرمین شریفین سے واپسی پر آپؒ نے حیدر آباد دکن میں دو نہایت اہم اداروں کی بنیاد رکھی جن میں کتب خانہ آصفیہ اور مجلس دائرۃ المعارف شامل ہیں۔

ایک شہرہ آفاق استاد اور متبحر عالم دین کے ہونے کے علاوہ آپؒ ایک پختہ کار صاحبِ قلم اور ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی گرانقدر تصنیفات میں انوار احمدی، مقاصد الاسلام (گیارہ جلد) حقیقۃ الفقہ (دو جلد) افادۃ الافہام (دو جلد) کتاب الفضل، الکلام المرفوع، انوار الحق، مفاتیح الاعلام اور انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۶۳ برس کی عمر میں ۱۳۲۷ ہجری میں آپؒ اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ آپؒ کا مزار مبارک آج تک عوام و

خواص کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ (مقامِ مصطفےٰ صفحہ ۴۲ تا ۴۴ از علامہ ارشد القادری۔ انڈیا۔)

مذاہب باطلہ کے رد میں آپؒ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ قادیانیت کو تو آپؒ آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔ اس وقت آپؒ کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں کی جانیوالی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں دیگر علمی و قلمی فتاوٰی جات کے علاوہ آپؒ کی تین اہم کتب بھی منصہء شہود پر جلوہ گر ہو کر قادیانیت کی تباہی و بربادی کا ساماں کر چکی ہیں۔ جن کے نام بمعہ مختصراً تعارف ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

ا۔ افادۃ الافہام:

آپؒ نے زندگی کے آخری سالوں میں مرزا قادیانی کی مزعومہ کتاب ''ازالہ اوھام'' کا نہایت مسکت جواب قلمبند فرمایا۔ ۷۶۳ صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں آپؒ کی یہ مایہ ناز تصنیف ۱۳۲۵ ھجری میں طبع ہوئی۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے آپؒ کی اس عظیم تصنیف پر جو تبصرہ فرمایا ہے اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''مرزا قادیانی کی ایک کتاب کا نام ازالہ اوہام ہے لیکن حقیقت میں اوہام باطلہ کا بدترین مرقع ہے۔ امت محمدیہ کے متعدد حضرات نے اس کا جواب لکھا۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے غایۃ المرام و تائید الاسلام' قاضی فضل احمد صاحب نے کلمہ فضلِ رحمانی اور مولانا انوار اللہ خاںؒ نے افادہ الافہام لکھی۔ افادۃ الافہام بڑے سائز کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد ۳۷۶ صفحات اور دوسری جلد ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ردِ قادیانیت پر کام کرنیوالے حضرات دونوں جلدوں کے صرف انڈیکس ہی پڑھ لیں تو پھڑک اٹھیں گے کہ شائد ہی مرزائیت کا پھیلا ہوا کوئی ایسا وہم ہو جس کا اس کتاب میں جواب موجود نہ ہو۔ مرزا قادیانی کے اوہامِ باطلہ کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ مرزا قادیانی کو اس کی اپنی تحریروں کی زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ تحریر میں تلخی نام کی کوئی چیز آپ کو نہ ملے گی۔ دلائل گرم الفاظ نرم کا حسین وجمیل مرقع ہے۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں مصنف مرحوم پر جنہوں نے مرزا قادیانی کو چاروں شانے چت کیا ہے۔ مصنف موصوف صوبہ جات دکن کے مذہبی امور

کے صدر الصدور (چیف جسٹس) جہاندیدہ عالم دین اور دینی و دنیوی علوم کے ماہر تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں قدرت کا عطیہ تھے۔ کتاب کو لکھے ہوئے ایک صدی بیتنے کو ہے۔ اس کے بعد اس عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ (''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سر گزشت'' صفحہ ۸۸ مرتبہ مولنا اللہ دوسایا۔)

۲۔ مفاتیح الاعلام:

آپکی شرہ آفاق کتاب افادۃ الافہام کی فہرست مضامین جو کہ ۶۸ صفحات پر مشتمل تھی اسے علیحدہ شائع کیا گیا۔ یہ فہرست بجائے خود ایک قیمتی کتاب ہے اور گرانقدر معلومات کا انمول خزانہ ہے۔

۳۔ انوار الحق:

۱۳۲۲ ھجری میں ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپ کی یہ شہرہ آفاق کتاب منصۂ شہود پر آئی۔ تردید مرزائیت کے سلسلہ میں جو دسترسِ تامہ شیخ الاسلام مولنا انوار اللہ خاں کو حاصل تھی اس کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی گرفت کس اچھوتے انداز میں فرمائی ہے اس کا مظہر اتم یہ کتاب ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے اوہام و وساوس کا بڑی خوبصورتی سے رد کیا گیا ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں ختم نبوت زمانی، ختم نبوت مکانی، اور بالعرض، جیسی بھول بھلیاں ڈال کر ختم نبوت کی ایسی توجیہہ کی جن سے اجرائے نبوت کا ثبوت ملنے کا خدشہ ہے تو آپؒ نے تحذیر الناس کی ان مشکوک عبارات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا۔

''بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف آنحضرت ﷺ خاتم النبین ہیں ویسا ہی اگر آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اس میں آپ کا کیا نقصان تھا۔ کیا اس میں بھی کوئی شرک و بدعت رکھی تھی جو طرح طرح کے شاخسانے نکالے گئے۔

یہ تو بتایئے کہ ہمارے حضرتؒ نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اس کا بدلہ اس طرح لیا گیا کہ فضلیت خاصہ بھی مسلم ہونا مطلقاً ناگوار ہے۔ یہاں تک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم ہیں تو کمال تشویش ہوئی کہ فضلیت خاصہ ثابت ہوتی جاتی ہے۔

جب اس کے ابطال کا کوئی ذریعہ دینِ اسلام میں نہ ملا تو فلاسفہ معاندین کی طرف رجوع کیا۔ اور مکانِ ذاتی کی شمشیرِ دودم (دودھاری تلوار) ان سے لے کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ (انوار احمدی از مولنا انوار اللہ خان صاحبؒ)

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں۔

''افسوس کہ اس ذہن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدین سادہ لوح کو اس خاتم فرضی کا انتظار کتنے کنوئیں جھنکائے گا۔ مقلدین سادہ لوح کے دلوں پر اس تقریر نا معقول کا اتنا اثر تو ضرور ہوا کہ آنخضرت ﷺ کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا۔ چنانچہ بعض اتباع نے اس بنا پر الف لام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ حضرت صرف ان نبیوں کے خاتم ہیں جو گزر چکے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی انبیاء پیدا ہونگے اور انکا خاتم کوئی اور ہوگا۔ معاذ اللہ اس تقریر نے یہاں تک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا۔ ذرا سوچیے تو حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے سلسلے میں یہ سارے احتمالات حضور ﷺ کے روبرو نکالے جاتے تو حضور ﷺ پر کس قدر شاق گزرتا۔'' (انوار احمدی از مولنا انوار اللہ خان صاحبؒ)



بیشک سب مُسلمان آپس میں بھائی ہیں (القرآن)

امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہؒ

(۱۸۴۰ء۔۱۹۵۱ء)

حضرت پیر جماعت علی شاہؒ برصغیر کے ان علماء کی صفِ اول میں شامل ہیں جنہوں نے قادیانیت کو اس کی پیدائش کے دن سے ہی للکارنا اور پچھاڑنا شروع کر دیا تھا۔۱۹۵۱ء میں جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی وفات سے چندروز قبل ڈاکٹر نے آپؒ کی عمر شریف دریافت کی تو آپؒ نے فرمایا ''ایک سو دس اور بیس کے درمیان'' اس سے صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ کی ولادتِ باسعادت ۱۸۳۰ اور ۱۸۴۰ء کے درمیان ہوئی (سیرت امیر ملت صفحہ ۴۶ از سید اختر حسین شاہ علی پوری۔) آپؒ نے نہایت کم عمری میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔بچپن ہی سے آپکو اتباع شریعت کی فکر دامنگیر رہتی۔جس عمر میں بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی اسی عمر میں آپ پابند صلوٰۃ تھے نیز اپنے ہم عمر بچوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم کرتے رہتے تھے۔آپؒ حافظِ حدیث بھی تھے ایک دفعہ دورانِ خطاب آپؒ نے خود اعلان فرمایا کہ مجھے دس ہزار احادیث بمعہ اسناد یاد ہیں جس کا جی چاہے امتحان لے لے۔(ایضاً صفحہ ۶۴)۔مذاہب باطلہ کا رد اور مسلک حقہ اہل سنت کی ترویج و اشاعت کرنیوالا یہ عظیم سپوت تقریباً سوا صدی تک آفتاب بن کر چمکنے کے بعد بقضائے الٰہی ۳۰۔۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کی درمیانی رات گیارہ بجے لاکھوں مسلمانوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی کے پاس جا پہنچا (ایضاً ۵۰۲)

گمراہ و باطل فرقوں کا رد آپؒ کی زندگی کا اہم مشن تھا خصوصاً قادیانیت وبائے قادیانیت کو تو آپ آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔ردِ قادیانیت کے سلسلے میں آپؒ کی خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولنا محمد عالم آسی (مصنف شہرہ آفاق کتاب الکاویہ علی الغاویہ) رقم طراز ہیں۔''ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں جو کوششیں حافظ پیر سید جماعت علی شاہ نے کیں وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہیں آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔بارہا مرزا قادیانی کو للکارا مگر وہ راہِ فرار اختیار کرتا رہا۔بالاخر حضرت قدس سرہ العزیز کی بددعا کے نتیجہ میں لقمہء اجل بنا'' (الکاویہ علی

الغاویہ جلد اول صفحہ ۳ مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱)۔

ذیل میں ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپؒ کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا قادیانی بذاتِ خود اپنے حواریوں کے انبوہ کثیر کے ساتھ سیالکوٹ میں اپنے مذہب کی تشہیر و اشاعت کے لئے وارد ہوا۔ ان دنوں یہاں مرزائیت کا بڑا شہرہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مرزائی تھا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کو اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی کی غالب امید تھی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ' فوراً سیالکوٹ پہنچے اور مختلف بازاروں' محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کیے اور تقریباً ایک ماہ تک سیالکوٹ میں قیام فرما کر اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے۔ آپ دلائل قاہرہ کے ساتھ ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیلاً سمجھاتے ہوئے دین متین اور عقائد حقہ پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ

''دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو۔''

دورانِ قیام سیالکوٹ تمام اخراجات آپ نے اپنی جیب مبارک سے برداشت کئے۔ مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جس قدر لوگ اس کی بیعت کے لئے تیار تھے وہ اسکی ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے حلقہء ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرزا قادیانی کو پھر تازیست سیالکوٹ کا رخ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ (''برکاتِ علی پور شریف'' از پیر خیر شاہ امرتسری' امرتسر ۱۳۲۶ھ ص ۹' ''سیرتِ امیر ملت'' مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۲۴۵ ''ایمان پرور یادیں'' ص ۳۷۔)

سیالکوٹ کے اس عظیم معرکہ کے دوران ایک اہم واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مرزا قادیانی کے ایک پیروکار مولوی عبدالکریم لنگڑا نے اپنے کیمپ کے اندر معراج النبی ﷺ پر لیکچر دیتے ہوئے بکواس کی کہ

''لوگ کہتے ہیں' براق آیا' براق آیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب ایڑیاں اور گھٹنے رگڑتے ہوئے وہی نبی (ﷺ) مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں اور غاروں میں چھپتا پھرتا تھا تو اس وقت براق کیوں

نہ آیا؟"

جب یہ گستاخانہ کلمات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنی جلسہ گاہ میں سنے تو آپ نے دورانِ تقریر پر جوش لہجے میں فرمایا

"وہ شخص بے دین ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔ وہ بہت جلد ذلت کی موت سے مارا جائے گا۔"

دوسرے دن ایک صاحبِ نظر شخص نے مولوی عبدلکریم کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے حضرت امام زین العابدینؒ نے پنجہ مارا ہے۔ اور اس وقت وہ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ شانہ سے لے کر کمر تک پٹکا باندھے ہوئے دیوار سے سہارا لے کر کھڑا ہے اور انتہائی کرب کی حالت میں ہے۔

اس خواب کی تعبیر یوں کی گئی کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ' دورانِ تقریر جوش میں آ کر سینہ پر اپنا ہاتھ مارا تھا جو رات کو حضرت امام زین العابدینؒ کا پنجہ بن کر ظاہر ہوا چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد مولوی عبدالکریم' سرطان (گدوں دانہ) سے ہلاک ہو گیا۔ یہ بد بخت مولوی عبدالکریم سیالکوٹ میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم مڈل تک تھی بلکہ اس میں بھی حساب کے مضمون میں فیل ہو گیا تھا۔ پھر عربی' فارسی کی پرائیویٹ تیاری کر کے وہیں مشن سکول میں مدرس فارسی متعین ہو گیا۔ ایک روز ایک پادری سے الجھ کر مستعفی ہو گیا۔ اس وقت نیچری خیال کا حامل تھا۔ بعد میں مولوی نوردین خلیفہء اول مرزا قادیانی کی وساطت سے مرزائی ہو گیا اور قادیاں میں خطیب و امام مسجد بنا رہا۔ اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کی بددعا سے ہلاک ہو کر سب سے پہلے قادیاں کے "بہشتی مقبرہ" میں دفن ہوا۔ ("الکاویہ علی الغاویہ" جلد دوم از مولانا محمد عالم آسی مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۴ء ص ۳۸۷' ۳۸۸)

۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی اہلیہ کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین لاہوری کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دامِ فریب بھی پھیلانے لگا۔ ان کے ساتھیوں نے لاہور شہر کے مختلف گوشوں میں تبلیغی کام شروع کر دیا تو اہالیان لاہور نے حضرت امیر ملت قدسہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرزائیت کی بیخ کنی کی درخواست کی۔ آپ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی برانڈرتھ روڈ پر خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے والے باغ (اب باغ والی جگہ پر اسلامیہ کالج واقعہ ہے) میں ایک بہت بڑا

اسٹیج قائم کیا۔ اور اسٹیج کے ساتھ ہی لنگر پکانے کا انتظام کیا تا کہ عوام وخواص بروقت کھانا کھا سکیں۔ اس جگہ کئی روز تک مجالسِ وعظ وتقریر ہوتی رہیں اور معتقداتِ مرزائیت کی تردید کی جاتی رہی۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مقامی علماء کے علاوہ بہت سے بیرونی علماء کو بھی مدعو کر کے مرزائیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

ان جلسوں سے حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف ۱۹۲۰ء) مولانا پروفیسر اصغر علی روحی (۱۹۵۴ء) جیسے مشہور زمانہ علماء کے علاوہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلفاء مثلاً حضرت مولانا محمد حسین قصوری (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف ۱۹۵۱ء) مولانا نور الحسن سیالکوٹی (ف ۱۹۵۵ء) مولانا پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) اور مولانا غلام احمد اخگر امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) خطاب فرماتے تھے۔

حضرت امیر ملتؒ نے مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آ کر اپنی صداقت کا ثبوت دینے کی دعوت دی اور پانچ ہزار روپے کے انعام کا اعلان بھی فرمایا لیکن مرزا قادیانی کو مقابلہ میں آنے کی سکت نہ تھی' لہٰذا نہ آ سکا۔

مرزا قادیانی کو بتایا گیا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب' لاہور میں اس مقصد کے لئے آئے ہیں کہ مرزا بھاگ جائے۔ مرزا قادیانی بولا' یہ شخص وہ نہیں جو بھاگ جائے بلکہ اگر وہ بارہ ۱۲ برس بھی رہے تو قدم نہ ہلے گا۔ یہ خبر کسی نے حضرت امیر ملتؒ کو پہنچا دی تو آپ نے فرمایا

''اگر وہ بارہ ۱۲ برس ٹھہر سکتا ہے تو ہم چوبیس ۲۴ برس کا ڈیرا جمائیں گے مگر مرزا کا تو خدائی فیصلہ ہو چکا ہے''۔

جب مرزا قادیانی اپنے جھوٹے دعوؤں اور بے شمار لاف زنیوں کے باوجود میدان میں نہ آیا تو آپ نے ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو ہندوستان کے عظیم مسلمان فرمانروا حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کی بنا کردہ شاہی مسجد (المعروف بادشاہی مسجد لاہور) میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں برصغیر کے نامور علماء بھی موجود تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جلسے کا آغاز ہوا' جس میں شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ (استاذ گرامی حضرت امیر ملت)' پروفیسر اور

کالج لاہور مولانا پروفیسر اصغر علی روحی و دیگر بہت سے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ آخر میں آپ نے صدارتی تقریر میں فرمایا:

''مرزا قادیانی تو حضرت امام حسینؓ پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔ لیکن میں حضرت امام حسینؓ کا غلام ہوں، وہ تو اعلان کرنے پر بھی مقابلے کے لئے نہ آیا میری عادت پیش گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۴ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میں میری زبان سے چند کلمات بطور پیش گوئی کے نکل گئے تھے۔ جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرزا کا حواری عبدالکریم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ مرزا قادیانی عنقریب ذلت اور رسوائی کی موت مرے گا۔ اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیش گوئی کو مرزا کی پیش گوئی کی طرح مت سمجھنا''۔ اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد فرمایا۔

''جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جاوے۔ میں لاہور سے نہیں جاؤں گا''۔

حضرت پیر مہر علی گولڑویؒ بھی اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر انہوں نے حضرت امیر ملت قدس سرہ سے کہا کہ۔

''شاہ صاحب! میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں''۔

حضرت امیر ملتؒ نے ان سے کہا۔

''آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے۔؟''

حضرت گولڑویؒ نے فرمایا۔

''میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدر میں نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں۔''

چنانچہ اگلے دن حضرت گولڑویؒ واپس گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔

آپ نے مرزا قادیانی کو ہر طرح سے للکارا۔ اسے دعوت دی کہ وہ میدان میں آ کر اپنے دعاوی کو سچا ثابت کرے، مناظرہ کر لے یا مباہلہ کر لے۔ پانچ ہزار روپیہ کا انعام وصول کر لے اگر مرزا

قادیانی میدان میں نہیں آسکتا تو ہم اس کے پاس جانے کو تیار ہیں مگر مرزا قادیانی کو کوئی بات بھی ماننے کی جرأت نہ ہو سکی۔

آخر کار ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر رات کے جلسہ میں لاہور و بیرون لاہور کے ہزاروں مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمند سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ

''ہم نے مرزا کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے میں نہیں آئے گا کیونکہ میرا نبی (ﷺ) سچا ہے۔ اور میں صدق دل سے اس سچے نبی ﷺ کا غلام ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے میں ہمیں اس جھوٹے نبی سے نجات عطا فرمائے گا''۔

جب آپ نے یہ پیش گوئی فرمائی تو ہزاروں مسلمانوں نے یک زبان ہو کر آمین کی صدائیں بلند کیں۔ یہ پیش گوئی آپ نے رات دس بجے فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بجکر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مولانا رومؒ نے سچ فرمایا ہے۔

گفتۂ گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقومِ عبداللہ بُود

مرزا قادیانی اکثر اپنی تحریروں میں ہیضے کی موت کو عذاب خداوندی سے تعبیر کیا کرتا تھا چنانچہ آسمان کا تھوکا منہ پر آیا۔ جس رات حضرت امیر ملت قدس سرہ نے پیش گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی دیر بعد مرزا قادیانی کو ہیضہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی، نجاست منہ کے راستے نکلتی رہی اور اسی حالت میں (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء صبح دس بجکر دس منٹ پر) خاتمہ ہو گیا۔ مرزا قادیانی کی تاریخ وفات ہے۔

لَقَدْ دَخَلَ فِیْ قَعْرِ جَھَنَّم ۱۳۲۶ھ

جس وقت حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مرزا قادیانی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی تو لوگوں نے اسے پوری اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیش گوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ (ف ۱۹۲۰ء) نے فرمایا کہ ''ھم پہلے تو

اس پیشینگوئی کو معمولی سمجھتے تھے۔ آخر وہ تو سب سے بڑھ کر نکلی ("الکادیہ علی الغاویہ جلد دوم" ص۳۸۵ تا ۳۸۶' "سیرت امیر ملت" ص۲۴۴ تا ۲۴۹" "مہر منیر از مولانا فیض احمد فیضی ص۴۰۶' "برکاتِ علی پور" ص۱۵۸ "صوفیائے نقشبند" ص۳۵۶۔ ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ ضلع سرگودھا جنوری ۱۹۳۴ء ص۱۱۔)

حضرت امیر ملت قدس سرہ نے جب مرزا قادیانی کی ہلاکت کی خبر سنی تو فوراً سجدۂ شکر بجالائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کی صداقت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

مرزا قادیانی کی ہلاکت کی خبر آناً فاناً پورے لاہور میں پھیل گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں' بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کیے۔ ان بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملتؒ خود شریک ہوئے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفیض فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ) کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں لاتعداد لوگ شریک ہوتے رہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ لاہور شہر کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جس کے ایک دو افراد نے ان جلسوں میں شرکت نہ کی ہو۔ اس کے بعد اکناف و اطرافِ لاہور میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ تقریباً ہر جلسے میں علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت امیر ملت قدس سرہ کا خصوصی خطاب ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی عقائد سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے اور ان میں سے اکثر و بیشتر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونیکی سعادت حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ آپ سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ ("سیرت امیر ملت" ص۲۴۹۔)

مرزا قادیانی کی ہلاکت کے بعد بھی حضرت امیر ملتؒ ردِ مرزائیت میں جوش و خروش سے سرگرم عمل رہے اور دلائل قاہرہ سے ختم نبوت کے مسئلے کو ثابت فرماتے رہے۔ مرزائیوں نے بوکھلا کر آپ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اعلائے کلمۃ الحق سے باز رکھنے کی سعیٔ نامشکور کی مگر نہ تو آپ پریشان ہوئے اور نہ ہی آپ کی سرگرمیوں میں سرِ مو فرق آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت و

کامیابی آپ کے شاملِ حال رہی۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک دفعہ رعیہ خاص ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت امیر ملت قدس سرہٗ خطاب فرما رہے تھے کہ محمد علی جولاہا مرزائی ساکن ستراہ نے حضور سید عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضرت اقدس ایسی گستاخی کی کب تاب لا سکتے تھے۔ آپ نے خود اس کو زدوکوب کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بدبخت اور خبیث جولاہے کو سخت سزا دی۔

مرزائی تو پہلے ہی آپ کی حق گوئی و بیباکی سے ذلیل و خوار ہو کر بدلہ لینے کی فکر میں تھے۔ اس واقعہ سے وہ نہایت ہی ذلیل حرکتوں پر اتر آئے اور تحصیلدار رعیہ (''رعیہ خاص'' ان دنوں ''تحصیل'' ہوا کرتی تھی اور ''تحصیل دار'' ہندو تھا) کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا کہ۔

''یہ شخص (حضرت امیر ملت قدس سرہ) مسلمانوں کو گاؤ کشی پر برانگیختہ کرتا ہے، حکومتِ برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔ محمد علی جولاہا نے اسے ان حرکتوں سے ٹوکا تو اس نے محمد علی کو سخت زدوکوب کیا''۔

ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ سیالکوٹ (ف ۱۹۵۹ء) خلیفہء مجاز حضرت امیر ملت و سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ ہند) اور سیالکوٹ کے دیگر یارانِ طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبدیلی مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت اقدس امیر ملتؒ کی حاضری عدالت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو چونکہ آپ سے خصوصی عداوت و خصومت تھی بدیں وجہ اس نے زور دیا کہ ''یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت امیر ملتؒ کی طرف سے کئی وکیل پیروی کر رہے تھے۔ انہوں نے اور ماسٹر محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ۔

''آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔ آپ کے کئی لاکھ معتقدین سارے

ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔'' انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ''شاہ صاحب نہایت قابلِ تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں عدالت میں بلائے جائیں لہٰذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں اور ان کی طرف سے وکیل پیروی کرے''۔

محمد علی جولاہا نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دے دی۔ وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور زور دیا کہ ''آپ کا دورانِ مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے''۔ فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لائق بیرسٹر پیروی کر رہے تھے۔ آپ کی طرف سے کئی بیرسٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے جن میں سر میاں محمد شفیع بیرسٹر (ف ۱۹۳۲ء) بھی شامل تھے۔ بحث بھی انہوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضرت اقدس کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضریٔ عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ تک منہ کی کھائی تو اصل مقدمہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے اصل مقدمہ میں بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ذلیل و خوار ہو کر خاموش بیٹھ رہے۔ (''سیرت امیر ملت'' ص ۲۵۰، ۲۵۱)

بار بار ذلیل و خوار ہونے کے بعد مرزائیوں نے حضرت امیرِ ملتؒ کے منجھلے صاحبزادے حضرت پیر سید خادم حسین شاہؒ (ف ۱۹۵۱ء) کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ دائر کر دیا تاکہ اپنی بار بار کی تذلیل کا بدلہ لیا جا سکے۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت اقدس تقریباً ایک سال تک مسجد پٹولیاں (اندرون لاہوری دروازہ لاہور) میں قیام فرما رہے۔ مرزائیوں کی خواہش تھی کہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کر کے تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ ختم کر دیا جائے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ مسجد پٹولیاں میں قیام کے زمانے میں آپ کا فیضِ عام جاری رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنے دامن میں فیوض و برکات سمیٹ کر لے جاتے۔ بے شمار لوگ سعادت بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ کا لنگر بڑے وسیع پیمانے پر قائم تھا۔ ہر رات آپ وعظ و تقریر فرماتے جس میں دور و نزدیک

کے لوگ شرکت کے لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت مولانا محرم علی چشتیؒ (ف ۱۹۳۴ء) آپ کی طرف سے وکیل تھے' دوسرے وکلاء بھی موجود تھے لیکن بحث میاں سر محمد شفیع بیرسٹر نے کی اور پہلے کی طرح اب بھی وہ کسی قسم کے محنتانہ کے طلبگار نہ ہوئے۔ ماسٹر کرم الٰہی ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کے لئے سیالکوٹ سے برابر آیا کرتے تھے۔ مؤخر الذکر نے جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا وہ رات حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے حضور داتا گنج بخشؒ کے دربارِ گوہر بار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ امرتسری کو حکم دیا کہ

''آج فیصلے کی تاریخ ہے' زردہ پلاؤ کی دیگیں چڑھادو''۔

حاجی صاحب نے عرض کیا کہ ''بری ہونے کا فیصلہ ہوجائے تو دیگیں چڑھائیں گے''۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

''تم ابھی سے کام شروع کردو' اللہ تعالیٰ بری کرے گا''۔

چنانچہ انگریز جج نے باعزت بری ہونے کا فیصلہ سنایا تو حق کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوگیا۔ جب فیصلے کی اطلاع حضرت امیر ملت قدست سرہ' کو پہنچائی گئی تو آپ کے ساتھ سب لوگ سجدۂ شکر بجالائے۔ خوشیاں منائی گئیں' خیرات کی گئی۔ سارا دن اور رات زردہ و پلاؤ کا عام لنگر جاری رہا۔

(سیرتِ امیر ملت'' ص ۲۵۱' ۲۵۲۔)

گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت امیر ملتؒ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہء عام میں اعلان فرمایا تھا کہ۔

''اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کردیں تو پانچ ہزار روپے انعام دوں گا''۔

یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک دفعہ مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ''ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں' پہلے تم روپیہ بنک میں جمع کراؤ''۔ اس وقت حضرت اقدس 'علی پور سیداں شریف سے سیالکوٹ تشریف لیجارہے تھے۔ جب ٹرین سیالکوٹ اسٹیشن پر پہنچی تو بہت

سے اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیئے گئے جس میں آپ سفر فرما رہے تھے۔ اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ چنانچہ دوسرے دن ہی بنک میں روپیہ جمع کروا دیا گیا، مگر مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوسکی (''سیرت امیر ملت'' ص ۲۵۲، ۲۵۳)

فتنہ ارتداد کے دور میں بھی آپ متواتر ردِ مرزائیت میں مصروف کار رہے۔ جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت پر ضرب کاری لگاتے رہے کیونکہ آپ کی زبانِ اقدس پر ہر وقت ''قال اللہ'' اور قال الرسول ہی ہوتا تھا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے موقعہ پر اپنے صدارتی خطبے میں بھی مرزائیت پر ضربِ کاری لگائی تھی۔ اس اجلاس میں مرزائیوں کے خلاف ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جو درج ذیل ہے۔

''یہ اجلاسِ عام جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علمائے اہلسنت و جماعت پر مشتمل ہے۔ مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ ''حکومت افغانستان'' کا اہلاکِ قادیانیاں مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے''۔ (ماہنامہ ''اشرفی'' کچھوچھہ شریف (انڈیا) بابت مئی ۱۹۲۵ء ص ۲۰، ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت کراچی'' ''سنی کانفرنس ملتان نمبر'' ص ۶۸۔۶۷۔)

آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۷۔۱۸۔۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو خطبہ صدارت کے دوران ہی گمراہ فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے جھوٹا اور گمراہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔

''اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کے دعوئ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروانِ مرزا نے پیغمبری کے دعوے کیے۔ مرزا قادیانی پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں اہلمد ی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح

مہدی، نبی، کل نبیوں کا نچوڑ، معاذ اللہ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا"۔

نیز سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

(۱) سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روحِ قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلاواسطہ اس کی تعلم و تعلیم خداوند قدوس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

(۲) ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اِنّی رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہء نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء ﷺ تک جتنے نبی ہوئے۔ تمام کے نام منفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

(۴) سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ سچا نبی اولاد کو محروم الارث نہیں کرتا۔ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے اور اولاد کو محروم الارث کرتا ہے۔ (ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص ۳۴۔ ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۴۵ "ایمان پرور یادیں" از مولوی اللہ وسایا مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء ص ۳۶۔)

اعلان کے اختتام پر آپؒ نے مرزا قادیانی کے پیروکاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"مرزائی جو مرزا قادیانی کے پیرو ہیں، ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مدارج رسالت و نبوت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے مدراج مرزا قادیانی کے لئے مانتے ہیں۔ پھر ان سے اہل سنت و جماعت کس طرح اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزائی خود سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اسپر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے! انفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعتِ ناجیہ کو خود انہوں نے چھوڑا۔ بموجب فتویٰ اہل سنت و جماعت وہ

خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہِ ضلالت میں جا گرے ہیں۔ بے وفائی تو انہوں نے خود کی جو راہِ راست سے پھسل گئے۔ طوقِ غلامی نبی آخر الزمان ﷺ انہوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الٹی ہماری !

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا　　　　کیا طریقہ ہے آشنائی کا

(سیرت امیر ملت ص ۶۱۸۔۶۱۹' ملفوظات امیر ملت ص ۱۸۹ تا ۱۹۱ خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۱۳'۲۱۴)

انجمن خدام الصوفیہ ہند کے سیکرٹری جنرل خواجہ محمد کرم الٰہی ایڈووکیٹ نے ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء کو روزنامہ ''سیاست'' لاہور میں ایک بیان شائع کیا' جس میں تحریر کیا تھا کہ

''مرزا کی جماعت ابتدا سے حضرت قبلہء عالم روحی فداہ (حضرت امیر ملت ؒ) اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۶ء کے سالانہ جلسہء انجمن خدام الصوفیہ کے موقعہ پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پور شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور الہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی' ایمان کی حقیقت بیان کی اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہء عالم امیر ملت ؒ نے اعلان فرمایا کہ ''مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا''۔ اس کے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہء عالم کے غلامانِ سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپیریل بنک سیالکوٹ میں جمع کرا کے اعلان کر دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود' مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کریں مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا' اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا'' (سیرت امیر ملت صفحہ ۲۵۳)

مندرجہ بالا تفاصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا اور اس کے حواریوں کو کبھی بھی سامنے آ کر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ہمیشہ حق کا بول ہی بالا رہا۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ردِ مرزائیت کی خدمات کا اعتراف خود انصاف پسند مرزائیوں نے بھی کیا ہے۔ آپ کے نبیرۂ اعظم '' جو ہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہؒ (ف ۱۹۸۰ء) روایت فرماتے ہیں کہ

'' ایک بار ریل میں ایک مرزائی سنیئر سب جج میرے ہم سفر تھا اس نے باتوں باتوں میں کہا کہ '' ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ (۱) انگریزوں نے عیسائیت کی' (۲) مرزا نے اپنے مذہب کی اور (۳) شاہ صاحب (امیر ملتؒ) نے دین حق کی تبلیغ شروع کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت' طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا نے بھی چندہ جمع کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی اس کے برعکس شاہ صاحب اکیلے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا' آپ نے چندہ بھی نہیں جمع کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سیالکوٹ کے علاقے پر ہی غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدوملہی کا صرف ایک زمیندار سدھ صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور چوہدری عنایت اللہ' ترنگ کا ذیلدار' اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیالیاں کے مرزائی ہوئے ہیں۔ علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں' شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے''۔

حضرت جو ہر ملتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی تقریر سن کر کہا کہ '' یہ اللہ کا دین ہے' جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے اور اسباب ظاہر کا پابند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (المائدہ:۵۶)

آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔'' (سیرت امیر ملت صفحہ ۲۵۳۔۲۵۴)

حضرت امیر ملت قدس سرہ کی ان بے مثال مذہبی اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (ف ۱۹۸۴ء) سجادہ نشین آلو مہار شریف نے یوں خراج تحسین پیش کیا تھا۔

'' حضرت امیر ملت قبلہ عالمؒ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر وظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نور ایمان سے دلوں کو

روشن کر دے۔ کفر والحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں سرگرم پرواز تھا۔ اور ڈرے سہمے کلمہ گو گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی' تو اپنی شپرہ چشمی کی وجہ سے خلقت اس روشنی سے فیض پانے سے محروم رہتی۔ عوام الناس عادات واخلاق اور اعمال وافعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان وامتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم وشعائر کو دین وایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَةُ اللّٰهِ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کفر وشرک کے پجاری رشد وہدایت سے نبرد آزما تھے۔ اور ہندوستان سے اسلام کا نام مٹادینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں۔ کہ اچانک ابرِ رحمت نمودار ہوا۔ گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہویدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہار آفریں مردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشنے والا تھا۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سرِ نو خلعتِ برگ وبار عطا ہوا' کہ وہ آفتاب عالم طلوع ہوا۔ اس نیّرِ اعظم نے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے' ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو منور کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازتِ عالمتاب سے پژمردہ دلوں کو گرمایا اور تازہ خون پیدا کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا' نہ جلسہ تھا نہ جلوس' نہ انجمن تھی اور نہ کارکن۔ صرف حضرت امیر ملت قبلہء عالمؒ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یک وتنہا احیاءِ دین کا بیڑا اٹھایا تھا''۔ (''سیرت امیر ملت'' ص ۱۵۴'۱۵۵)

ردِ مرزائیت کے بارے میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کی خدماتِ جلیلہ کی چند جھلکیاں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہیں ورنہ آپ کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہوتے۔ برصغیر میں حضرت امیر ملتؒ ہی کی وہ شخصیت ہے جس نے میدانِ عمل میں مرزائیت کا مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی سب سے زیادہ دشمنی کا مظاہرہ بھی آپ کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

مرزائی آپ سے اس حد تک مخالفت ومخاصمت رکھتے تھے کہ انہوں نے آپ کی مخالفت کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔فتنہ ارتداد کے خطرناک موقع پر حضرت امیر ملتؒ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔فرقہ مرزائیہ نے اس فتنے میں حد درجہ بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کارروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا۔جو اسلامی جماعتیں شدھی کو روکنے میں سرگرمِ عمل تھیں۔ان سب سے بدبخت مرزائیوں کی مخاصمت تھی لیکن خاص طور پر وہ حضرت امیر ملتؒ کے دشمن تھے۔اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے مبلغین باوجود ان کی مخاصمت ومخالفت کے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔(''سیرت امیر ملت'' ص ۲۵۴۔)

الغرض حضرت امیر ملت قدس سرہ تادمِ واپسیں مرزائیت کی تردید میں ہمہ وقت مشغول رہے۔۱۹۵۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی اور ۱۹۵۳ء میں ملکی سطح پر تحریک ختم نبوت چلی۔اس تحریک میں آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول سراج الملت حضرت پیر سید حافظ محمد حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۶۱ء) سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحبؒ۔ (ف ۱۹۷۸ء) اور جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحبؒ (ف ۱۹۸۰ء) نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۷۴ء میں جب ''تحریک ختم نبوت'' ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی' ملک کے سب سے بڑے بااختیار ادارے قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تو میں نے چشمِ تصور سے دیکھا کہ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی روحِ انور اس دن خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی اور اپنی اولادِ امجاد سے ارشاد فرما رہی تھی کہ۔

''میرے بیٹو! میں نے زندگی بھر حق وصداقت کا ساتھ دیا ہے اور جابر سے جابر سلطان کے سامنے کلمہءحق کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔لہٰذا تم ہر اس تحریک کو کچل دو' ہر اس جماعت کیخلاف جہاد کرو اور ہر اس شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچا دو جو ختم نبوت پر یقین نہیں رکھتا اور جو جناب رسالت مآب ﷺ کی نبوت پر ڈاکے ڈالتا ہے۔

میرے بچو! تم پر تحفظِ ختم نبوت کا دوہرا فرض ہے کیونکہ تم امتِ رسولؐ ہو اور آلِ رسول بھی۔

جاؤ! میدانِ عمل میں نکل کر ہر اس ہاتھ کو قلم کر دو جو توہین رسالت کے لئے اٹھتا ہے۔ ہر اس زبان کو کاٹ کر رکھ دو جو گستاخی رسولؐ کے لئے کھلتی ہے اور ہر اس تنظیم کو ملیامیٹ کر دو جس کا مقصد ''دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کرنا'' نہیں ہے۔

اٹھو! کمر ہمت باندھ کر نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دو' میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں''۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرنے کے لئے تمام صاحبزادگان نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اس وقت حضور فخر ملت حضرت پیر سید حافظ محمد افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین' میدانِ عمل میں مصروف کار ہیں اور دنیائے اسلام کو صرف ایک ہی درس دے رہے ہیں کہ

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

(اقبالؒ)

نوٹ:۔ حضرت امیر ملتؒ کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد کو قلمی زبان دینے پر میں جناب صادق قصوری صاحب کے تعاون کا شکر گزار ہوں۔ (زاہد)



علامہ شبیر احمد ہاشمی

(پ:۱۹۳۹ء)

قبلہ سید شبیر احمد ہاشمی صاحب ۱۹۳۹ء کو ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپالپور کے قصبہ جمال کوٹ کی نواحی بستی بہادر والی میں پیر اکبر علی شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی علوم اپنے والد محترم سے حاصل کرنے کے بعد جامع فریدیہ (سابقہ دارالعلوم عربیہ) ساہیوال میں فاتح عیسائیت ابوالنصر مولٰنا منظور احمد شاہ صاحب کی شاگردی اختیار کر لی بعد ازاں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۶۰ء میں فقیہہ اعظم علامہ مفتی محمد نور اللہ نعیمی سے سند حدیث حاصل کی۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ فریدیہ ساہیوال میں تعلیم وتربیت کا آغاز کر دیا ۱۹۶۹ء میں جامع مسجد داؤد آباد بوریوالہ میں خطابت کا آغاز کیا۔ اہل پتوکی کے پرزور اصرار پر ۱۹۷۹ء میں آپ پتوکی تشریف لے آئے اور جامع مسجد مینار رضا پتوکی میں خطیب مقرر ہوئے۔

۱۹۵۸ء میں روزنامہ جمہورستان ساہیوال میں نشان فطرت کے نام سے کالم لکھنے سے صحافت کا آغاز فرمایا ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے سیکٹری اطلاعات مقرر ہوئے اور عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران آپ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع دہاڑی کے صدر منتخب ہوئے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ پیش آیا تو آپ کی قیادت میں بوریوالہ میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ یہ ہڑتال پاکستان بھر میں قادیانیت کے خلاف اپنی نوعیت کی پہلی باقاعدہ ہڑتال تھی۔ اس کے بعد ملک بھر میں ہڑتالوں کا سلسلہ چل نکلا آپ نے ہڑتال والے دن افتخار شہید چوک بوریوالا میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کی تخریب کاریوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے مسلسل سات گھنٹے تک پر جوش وعلمی خطاب فرمایا:۔

بوریوالا کے نواحی گاؤں چھٹیانوالہ کا نمبردار قادیانی تھا ۱۹۷۵ء میں آپ کی مساعی جمیلہ سے

مذکورہ گاؤں کا نمبردار مسلمان بنایا گیا اور قادیانی نمبردار سے نمبرداری سرکاری طور پر لے لی گئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران آپ نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں بلکہ پانچ سو افراد نے آپکی قیادت میں گرفتاری پیش کی۔

۱۹۵۸ء سے لیکر آج تک آپ مختلف رسائل وجرائد سے وابستہ رہے ہیں اور اپنے زورِ قلم سے قادیانیت کی خوب خبر لے رہے ہیں۔ ان دنوں آپ ماہنامہ ''ندائے اہل سنت'' لاہور کے رئیس التحریر ہیں۔

آپ فطری طور پر شاعر بھی ہیں نظم، نعت غزل وغیرہ ہر طرح کی شاعری کرتے ہیں۔ آپکا کلام ''دل لخت لخت،، کے نام سے عنقریب طبع ہونے والا ہے۔ آپ کے کلام میں عقیدہ ختم نبوت و رد قادیانیت کے عنوان سے اکثر نظمیں، نعتیں اور اشعار پڑھنے کو ملتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران آپ جب بوریوالا میں مقیم تھے تو آپ کی خطابت اور تعلیم تربیت کے اثر سے مسلمانوں میں اتنا شعور پیدا ہوگیا تھا کہ انکے رویہ سے خائف ہو کر تمام کے تمام قادیانی بوریوالا سے نقل مکانی کر گئے۔ رد قادیانیت پر ملکہ حاصل ہونیکی بدولت ۱۹۷۴ء میں آپ کو خطیب ختم نبوت کا لقب عطا ہوا۔

۱۹۸۳ء میں پتوکی شہر میں ایک قادیانی نے گھر گھر جا کر قادیانیت کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ نے اسکا تعاقب کیا۔ قادیانی مبلغ سب سے زیادہ زور وفات عیسیٰؑ ثابت کرنے پر صرف کرتا تھا۔ ایک دن آپ کا اس سے آمنا سامنا ہوگیا۔ آپ نے علمی بحث در بارہ حیات و وفات مسیح کرنا چاہی مگر قادیانی لاجواب ہو کر فرار ہوگیا۔ بعدازاں ۷ جون ۱۹۸۳ء کو آپ نے پتوکی میں حیات مسیح کانفرنس کا اہتمام کر کے ملک کے نامور اور جید علمائے دین کو دعوت خطاب دی۔ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے مولنا عبدالستار خان نیازی نے فرمایا پتوکی میں حیات مسیح کانفرنس کا انعقاد عالم اسلام کا پہلا واقع ہے۔

۱۹۹۹ء کے آغاز میں التفہیم اکیڈمی اچھرہ لاہور نے ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو غوث گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی قیادت میں ہونیوالے جلسہ اسلامیہ کی روداد شائع کرنے کا پروگرام بنایا تو اس روداد

کو" برق مہریہ" کا نام دے کر اسکی مفصل علمی تقدیم آپ نے تحریر فرمائی۔

"فتنہ قادیانیت اور اسکا تعاقب" کے عنوان سے کئی سو صفحات پر مشتمل قلمی مسودہ بندہ نے آپکی لائبریری میں دیکھا ہے جسے آپ انشاءاللہ عنقریب طبع کروار ہے ہیں۔

۱۹۹۸ء میں پتوکی میں مسلم قادیانی اختلافات کی آگ بھڑک اٹھی تو آپ کے حسن تدبیر نے اس پر قابو پالیا بلکہ قادیانیت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک قادیانی (صدر جماعت قادیاں پتوکی) یہ لکھنے اور ماننے پر مجبور ہو گیا کہ ہمارا شعائر اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور آئندہ ہم شعائر اسلام استعمال کرنے سے گریزاں رہیں گے۔

ستمبر اکتوبر ۲۰۰۰ء میں جب آپ یورپ کے تبلیغی دورہ پر تھے وہاں قادیانیوں نے ایک اشتہار شائع کیا جسمیں اپنی مصنوعات کی تشہیر کی آڑ میں فتنہ قادیانیت کی تبلیغ کی کوشش کی گئی تھی۔ آپ نے فوراً نوٹس لیا۔ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰ء کو جوابی اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں قادیانیوں کو دعوت مناظرہ دی گئی تھی۔ بعدازاں آپ نے" قادیانی کون؟" کے عنوان سے ایک کتاب تحریر فرمادی جس میں قادیانیوں کا اصل چہرہ انکی اپنی تحریروں کی روشنی میں دکھایا گیا ہے۔ نیز یورپ میں قادیانی مذہب کی تشہیر کے سلسلہ میں قادیانیوں کی چالوں سے عوام الناس کو آگاہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے علم وفضل میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

آفتاب ولایت حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ

(۱۸۶۲ء - ۱۹۲۸ء)

قبلہ عالم، شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میاں عزیز الدین شرقپوری کے گھر ۱۸۶۲ء میں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ (خزینہ معرفت ایڈیشن ۲ صفحہ ۹۳)

بچپن میں بہت با حیا تھے، خوشنویسی کا بہت شوق تھا۔ اکثر قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم سے آپ مالا مال تھے۔ بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تو خمیدہ سر دو زانو ہو کر بیٹھتے اور آپ کے علوم و معارف سے مستفید ہوتے۔ آنے والے ہر عقیدت مند کو آپؒ شریعت مطہرہ کی پیروی کا سختی سے حکم فرماتے۔ آپؒ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے کئی نایاب کتب چھپوا کر تقسیم فرمائیں اور متعدد مساجد تعمیر کرائیں۔ ۳ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء بروز سوموار آپؒ کا انتقال ہوا۔ اور شرقپور شریف میں ہی آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ (آفتاب ولائت صفحہ ۱۲۰۔ احمد علی شرقپوری)

رد قادیانیت کے سلسلہ میں آپؒ کے مندرجہ ذیل حالات و واقعات میسر آسکے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

پیر کرم شاہ صاحب سکنہ بھوپن کلاں نزد حافظ آباد اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ انہوں نے مولف سے بیان کیا کہ ایک زمیندار مردان علی نامی، صاحب ثروت تھا مگر تھا بڑا آزاد خیال۔ نیچری قسم کے اعتقادات رکھتا تھا۔ مرزائیت کی طرف مائل تھا اور وقتاً فوقتاً قادیان بھی جایا کرتا تھا۔ ایک بار کسی شخص کے ساتھ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمدؒ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اگر اعلیٰ حضرت شرقپوری سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو قادیان جا کر مرزا غلام احمد کی بیعت کر لوں گا۔ پیر کرم شاہ کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحبؒ کی صرف ایک ہی نگاہ سے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا اور اپنی زبان سے کہنے لگا ''مرزا جھوٹا، مرزا جھوٹا، مرزا جھوٹا'' اس اقرار

کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو فوراً اپنے خیالات فاسدہ سے تائب ہوا' اللہ اکبر۔(''خزینہ کرم'' ص ۵۲۱' تالیف نور احمد مقبول' بی۔اے)

بے اثر ہیں سینکڑوں نغمے نہ ہو گر دل میں سوز

ایک نالہ سے بدل جاتا ہے رنگ انجمن (مولف)

اگر چہ آپؒ بریلوی مکتب فکر کے ایک جید عالم اور مایہ ناز صاحب سجادہ تھے مگر عقیدہ ختم نبوت سے قلبی محبت اور رقادیانیت سے نفرت کی بدولت' رد قادیانیت کے سلسلہ میں کام کرنے والی شخصیات خواہ کسی بھی مکتبہ فکر سے وابستہ ہوں آپ ان سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں مثلاً

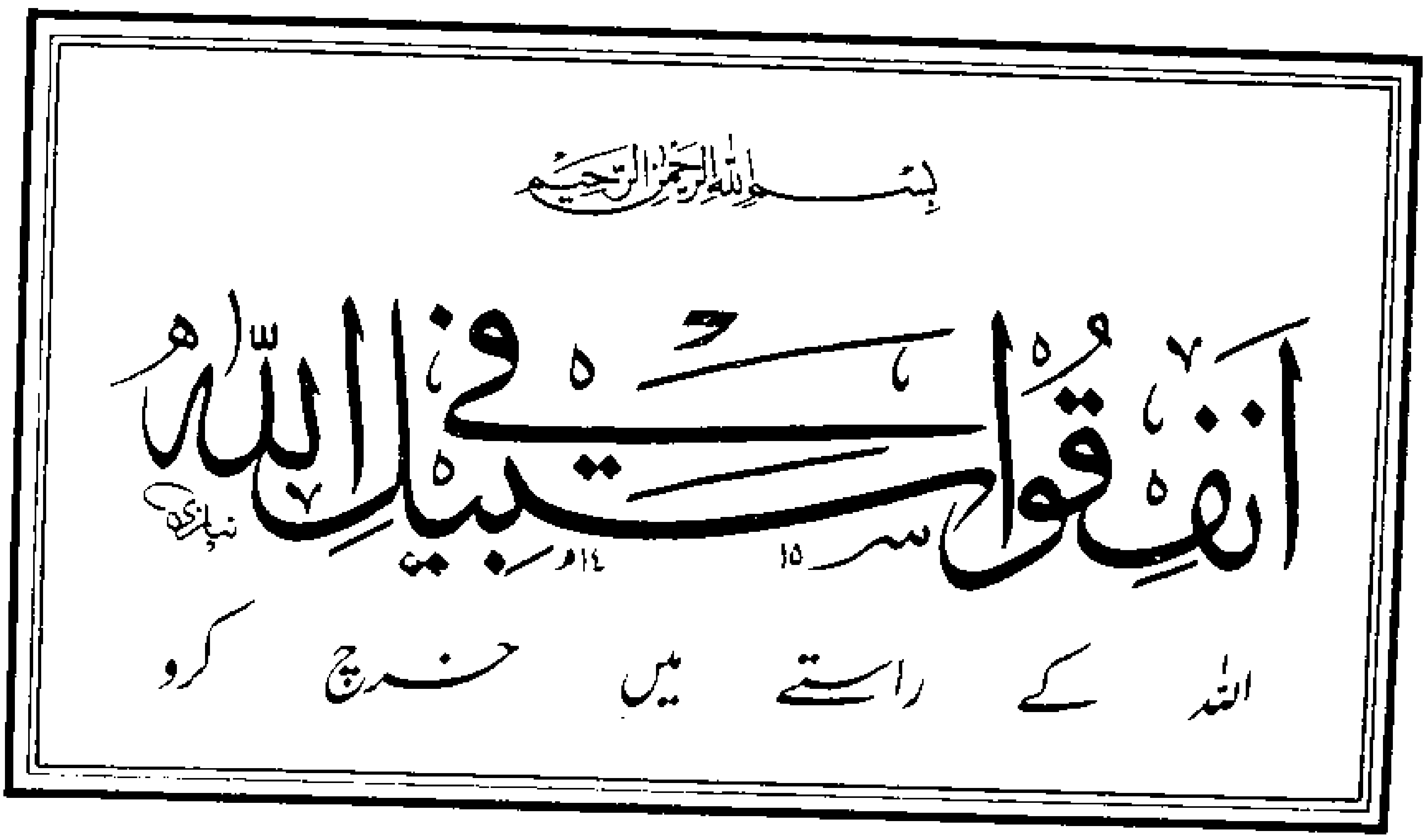
سید انور شاہ کشمیری آپ کے پاس بطور زیارت تشریف لائے تو آپ نے بڑے عزت واحترام سے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور کافی دیر گفتگو فرماتے رہے۔اور فرمایا کہ آپ جیسے مجاہد ختم نبوت سے ملاقات کے بعد مجھے نجات کی امید ہو گئی ہے۔جب سید انور علی شاہ کشمیریؒ واپس جانے لگے تو سڑک تک ان کے ساتھ آئے اور انہیں الودع کہہ کر واپس گئے۔(دفاع ختم نبوت صفحہ ۹۶۔از طاہر رزاق)

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ آپؒ سے ملنے کے لئے شرقپور شریف تشریف لائے۔ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا اور آپؒ اپنے حجرہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔خدام نے ملاقات کی اجازت نہ دی تو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بددل ہو کر واپس لوٹ گئے اتنے میں میاں صاحب حجرہ سے باہر تشریف لائے اور پوچھا ''عطاء اللہ شاہ نام کا کوئی آدمی ہے'' خدام نے عرض کی کہ آیا تھا واپس چلا گیا ہے آپؒ نے آدمی کو دوڑایا اور عطاء اللہ شاہ کو واپس بلوا کر اس سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا ''تمہارا مقام بہت بلند ہے''(کاروان ختم نبوت کے چند نقوش صفحہ ۱۶۷ از طاہر رزاق)

روزنامہ نوائے وقت کے ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء کے جمعہ میگزین میں لاہور کے یادگار چہرے کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا۔صاحب مضمون نے اپنے بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک اخبار ''لاہور پنچ'' کا ذکر کیا ہے پھر ۱۸۹۸ء کے اخبار ''لاہور پنچ'' کی خبریں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔ان میں ایک خبر ہے کہ ''میاں شیر محمد صاحب شرقپوری گذشتہ سات روز سے بادشاہی مسجد لاہور میں قیام پذیر تھے

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی مناظرے کے لئے نہیں آیا لہذا آپؒ کل واپس شرقپور شریف تشریف لے جا رہے ہیں" (روزنامہ نوائے وقت جمعہ میگزین ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۱) اس خبر سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ آپؒ نے مرزا قادیانی کو مناظرے کے لئے چیلنج دیا تھا مگر اسے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

ایک دفعہ آپؒ نے مراقبہ کیا اور دیکھا کہ مرزا قادیانی کی شکل قبر میں باولے کتے کی سی ہے اور باولے پن کا اس پر دورہ پڑا ہوا ہے۔ اس کا منہ دم کی طرف ہے' بھونکتے ہوئے گول چکر کاٹ رہا ہے۔ منہ سے پانی نکل رہا ہے اور بار بار اپنی دم اور ٹانگوں کو کاٹتا ہے۔ اس کشف کا فقیر نے ایک بزرگ کے سامنے ذکر کیا۔ فوراً تڑپ اٹھے اور فرمایا خدا گواہ ہے واقعتاً یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واقعتاً مرزا قادیانی کی حالت ایسی ہی ہونی چاہیے۔ (تذکرہ مجاہدین ختم نبوت صفحہ ۱۵۲ از مولانا اللہ وسایا)



حضرت مولٰنا ظہور احمد بگوی ؒ

(۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۵ء)

قبلہ عالم مولٰنا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ملت کے ان مایہ ناز سپوتوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کی ہر صبح اسلام کی سر بلندی اور کامرانی سے رنگین اور ہر شام مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زبوں حالی کی وجہ سے مغموم نظر آتی تھی۔ آپؒ کے دم قدم سے کئی تحریکوں نے جنم لیا اور آپؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

آپؒ خاندان بگویہ کے شہرہ آفاق عالم اعلیٰ حضرت مولٰنا عبدالعزیز بگویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپؒ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے (علماء ومشائخ بگویہ کی دینی وملی خدمات صفحہ ۱۷) دینی تعلیم کے اساتذہ میں مولٰنا محمد ذاکر بگویؒ محمد یحیٰ بگویؒ مولٰنا معین الدین اجمیریؒ اور مولٰنا محمد حسینؒ شامل ہیں۔

ملی ومذہبی امور میں آپؒ کی حق گوئی اور بے باکی کسی مصلحت کا شکار نہ ہوتی تھی دنیا کی کوئی طاقت آپؒ کے عزائم اور مساعی کو کبھی خرید سکی نہ جھکا سکی۔ آپؒ کثیر المطالعہ اور وسیع معلومات کے مالک تھے۔ ملک ہند کا ہر معقول جریدہ آپؒ کی میز کی زینت بنتا تھا اور آپؒ خود ماھنامہ شمس الاسلام کے مدیر تھے۔

دین حنیف کی خدمت اور گمراہ فرقوں کے تعاقب میں آپؒ نے جس خلوص جانفشانی اور ذہانت سے کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ باطل فرقوں کے مقابلہ میں حمایت حق کے جذبہ سے سرشار ہو کر جس بے جگری، جرأت وہمت سے کام لے کر آپ نے جہاد شروع کیا تھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تمام ہندوستان بلکہ بیرون ہند ملک برما وغیرہ میں بھی آپ نے کامیاب دورے کر کے مرزائیت اور شیعت کے خلاف شعلہ بار اور سبق آموز تقریریں فرمائیں جن سے ان باطل گروہوں کی تمام مساعی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال بے کار ہو کر رہ گئے۔ خصوصاً شمالی پنجاب کے مسلمانوں کو مرزائیت

وشیعیت سے محفوظ رکھنے کے لئے آپؒ نے مسلسل شب وروز سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور ہر معرکہ میں پنج کران کا رد کیا۔ آپؒ اتحاد بین المسلمین کے زبردست داعی تھے۔ آپؒ کی ساری زندگی تردید مذاہب باطلہ میں صرف ہوئی۔ ۲۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو آپ کل ہند تنظیم اہل سنت کے اجلاس میں شرکت فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ سخت بخار ہونے کی وجہ سے راستہ ہی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (علماء ومشائخ بگویہ کی دینی وملی خدمات صفحہ ۲۴) آپؒ کا دربار عالیہ خانقاہ بگویہ بھیرہ شریف میں ہے۔

میسر معلومات کی روشنی میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں آپؒ کی طرف سے کی گئی خدمات کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

برق آسمانی برخرمنِ قادیانی:۔

ستمبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں نے سرگودھا' بھیرہ اور شاہ پور میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ زور شور سے شروع کر دی۔ عالی مرتبت مولٰنا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ قادیانیوں کا تعاقب کیا' تقریر وتحریر' مناظرہ ومباحثہ ہر میدان میں قادیانیت کو چت گرا کر ذلیل وخوار کیا۔ اپنے انہی معرکہ ہائے حق وباطل کا خلاصہ آپؒ نے ''برقِ آسمانی برخرمنِ قادیانی'' کے عنوان سے دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع فرما دیا۔ کتاب کے سرورق پر نامِ کتاب کے نیچے آپؒ نے کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

''جس میں اعمالنامہ مرزا' سوانح مرزا وخلفائے مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں کے ساتھ بھیرہ' سلانوالی' چک ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔''

کتاب کے حصہ اول میں آپؒ نے ''**سوانح مرزا از زبان مرزا**'' المعروف بہ اعمالنامہ مرزا کے عنوان سے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کی روشنی میں کتاب کے صفحہ نمبر ۵ سے ۴۰ تک مرزا قادیانی کی شخصیت' اس کے اعمال وافعال' اس کا مذہب' اس کی انگریز نوازی' اسلام سے غداری'

عقائد اسلام سے انحراف اور مرزا قادیانی کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔اس کتاب کو پڑھنے اور حضرت صاحب کی طرف سے دیئے گئے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپؒ کا مرزائیت کے بارے میں کتنا وسیع اور تحقیقی مطالعہ تھا۔بطور نمونہ جب میں نے چند حوالہ جات کو اصل مرزائی کتب میں ڈھونڈا تو میں قبلہ جناب مولٰنا صاحبؒ کی علمی ثقافت و ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں سکون ابدی عطا فرمائے (آمین)

کتاب کے حصہ دوم میں قادیانی خلیفہ اول حکیم نورالدین عرف نورو بھیروی کے چیدہ چیدہ حالات وواقعات درج کئے ہیں جنہیں پڑھ کر حکیم نورالدین کی شخصیت اور قادیانیت سے اس کی اندھی عقیدت، بے جا محبت اور اس کے نتیجہ میں اس کی گمراہی کی وجوہات اظہر من شمس ہوجاتی ہیں۔

حصہ سوم صفحہ ۶۹ تا ۱۰۱ میں آپؒ نے قادیانی حوالہ جات کی روشنی میں قادیانیوں کے مختلف فرقوں کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے آپؒ نے گیارہ قادیانی فرقوں کا تعارف کروایا ہے اوران کی بنیاد وقیام کی مختصر وجوہات بیان فرمائی ہیں جن میں ہوسِ زر سب میں مشترک ہے۔

آپؒ کی عبقری فراست پر قربان جایئے آپؒ نے ۱۹۳۲ء میں فرمایا تھا قادیانی سیاست میں داخل ہوکر کسی وقت بھی مسلمانوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں آپؒ کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمایئے ''اب مرزا محمود نے سیاسیات میں عملی حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔اس کے مرید ظفر اللہ و مفتی محمد صادق مسلم لیگ و مسلم کانفرنس کے ہر اجلاس میں شریک ہوتے ہیں۔اور سیاسیات سے متعلق مسلمانوں کو مشورے دیتے ہیں۔مسلمانوں کو ایسے خطرناک مفسدین سے ہوشیار رہنا چاہیے ممکن ہے یہ لوگ آئندہ زمانہ میں سکھوں کی طرح اپنی علیحدہ سیاسی حیثیت گورنمنٹ سے منظور کرالیں اور اپنی تعداد بڑھا کر مسلمانوں کے لئے مستقل خطرہ ثابت ہوں۔یہ پولیٹکل گرگٹ کئی رنگ بدل رہے ہیں۔(صفحہ ۷۷۔برقِ آسمانی)

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت اسی ظفر اللہ خان نے آپؒ کے خدشہ کو عین سچ ثابت کر دیا جب اس نے اپنی قادیانی آبادی کو مسلمانوں سے علیحدہ شمار کرنے کی درخواست باونڈری کمیشن کو دے دی اور گورداس پور کا ضلع ہندوستان کے حوالے کروادیا۔

کتاب کے حصہ چہارم میں آپؒ نے قادیانیوں کے ساتھ اہلِ اسلام کے چند اہم مناظروں

کی روئیداد اور خلاصے تحریر فرمائے ہیں ۔قادیانیوں نے جب ضلع سرگودھا و شاہ پور میں مرزائیت کی باقاعدہ منظم تبلیغ کا آغاز کیا تو آپؒ نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک وفد ترتیب دیا ۔اس وفد میں مولٰنا محمد حسین کولوتارڑویؒ' مولٰنا محمد شفیعؒ' خود اعلٰی حضرت ظہور احمد بگویؒ اور مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب شامل تھے ۔اس وفد نے یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے دس اکتوبر ۱۹۳۲ء تک قادیانیوں کے ساتھ دس مقامات پر مناظرے ومباحثے کئے اور ہر دفعہ بفضل خدا یہ وفد کامران ہوا۔ قادیانی گروہ ہر بار خائب وخاسر رہا۔(برقِ آسمانی برخرمن قادیانی از مولٰنا ظہور احمد بگویؒ صفحہ ۱۰۲)

حضرت قبلہ علامہ ظہور احمد بگویؒ نے تو تمام معرکوں کی تفصیل تحریر فرمائی ہے جسے پڑھنے سے آپ اور آپؒ کے رفقاء خاص کی فتنہ قادیانیت پر مضبوط گرفت اور قادیانی مناظرین کا ہر محاذ پر لاجواب ہو کر بھاگ جانا دیکھ کر علمائے اسلام کی عزت وتکریم دل میں مزید بڑھ جاتی ہے۔ ان معرکہ ہائے حق وباطل کا اجمالاً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔معرکہ میانی:۔

مولٰنا غلام مرتضٰی میانویؒ مرزائیت کے لئے شمشیر برہنہ تھے ۔آپؒ نے قادیانی خلیفہ اول حکیم نورالدین عرف نورو بھیروی کو لاہور میں شکست فاش سے دو چار کر دیا تھا اس طرح مناظرہ ہریا میں جلال الدین شمس قادیانی کی گت بنائی تھی (تفصیل کے لئے آپ کی تصنیف الظفر رحمانی علی راس قادیانی ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔) آپؒ کی وفات کے بعد قادیانیوں نے پھر سے شاہ پور میانی میں تبلیغی مرکز قائم کرنا چاہا چنانچہ قادیان سے جو وفد قادیانی مناظرین کا ضلع شاہ پور میں وارد ہوا۔علماء اسلام سے اس کا سب سے پہلا ٹکراؤ میانی میں ہی ہوا۔قادیانی وفد ۳۱ اگست ۱۹۳۲ء کو میانی وارد ہوا اور یکم ستمبر کو مسلمان علماء کرام جن میں مولٰنا ظہور احمد بگویؒ' مولٰنا محمد حسین کولوتارڑویؒ اور مولٰنا محمد شفیع صاحبؒ خوشابی شامل تھے' بھی میانی پہنچ گئے ۔قادیانی مبلغین کو میدانِ مناظرہ میں آنے کی جرا ت نہ ہوئی۔ مذکورہ علمائے کرام نے دو دن تک قیام فرمایا اور شاندار جلسے منعقد کیے جن میں اثباتِ ختم نبوت وتردید قادیانیت کے سلسلہ میں خطابات ہوئے ۔مورخہ ۲ ستمبر کو یہ وفد کامیاب وکامران ہو کر قادیانی وفد کے تعاقب میں بھیرہ پہنچ گیا۔(برق آسمانی برخرمن قادیانی صفحہ ۱۰۳)

۲۔معرکہ بھیرہ:

بھیرہ کے قادیانی ایک ماہ سے مسلمانوں کو یہ کہہ کر مرعوب کر رہے تھے کہ ہمارے مرکزی مبلغین عنقریب آ رہے ہیں جو تمہارے مولویوں کو مناظرہ ومباحثہ میں خائب وخاسر کر دیں گے مگر جب قادیانی گیدڑ بھیرہ وارد ہوئے اور انہوں نے مولٰنا ظہور احمد بگویؒ مولٰنا محمد حسین کولوتارڑویؒ جیسے اللہ کے شیر دیکھے تو ان کے دل بیٹھ گئے۔فوراً قادیان تاریں بھیجیں نئے مبلغین منگوائے اور مناظرہ کی منادی کرادی۔مرزائیوں نے منادی تو کرادی مگر اب مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔مسلمانوں نے زبردست اشتعال دلایا تو بالآخر مورخہ ۵ تا ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء تین دن تک مناظرہ ہوا تینوں دن قادیانی خائب وخاسر رہے۔مولٰنا ظہور احمد بگویؒ نے مسلمانوں کی جانب سے صدرِ مناظرہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ جبکہ مناظر ابوالقاسم مولٰنا محمد حسین کولوتارڑویؒ تھے تینوں دن مولٰنا محمد حسین صاحب نے حق نمائندگی ادا کر دیا اور قادیانیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ایک قادیانی فضل داد متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا (برق آسمانی بر خرمن قادیانی صفحہ ۱۱۸) کئی مذبذب سنبھل گئے۔شہر بھر میں مسلمانوں نے جشن منایا اور قادیانی ایسے سوگ میں ڈوبے کہ اپنی مسجد میں نمازِ مغرب وعشاء کی اذان بھی نہ دے سکے۔غیر مسلم اہلِ علم نے بھی مناظرہ بھیرہ پر اپنی آراء کا اظہار مختلف اخبارات ورسائل کے ذریعے کیا' مسلمانوں کے طرز استدلال کی تعریف فرمائی اور قادیانی دجال کو بودا قرار دیا۔

۳۔معرکہ خوشاب:

قادیانی وفد بھیرہ سے شکست کھا کر ۹ ستمبر کو خوشاب چلا گیا۔مولٰنا ظہور احمد بگویؒ بھی اپنا وفد لے کر دس ستمبر کو ان کے تعاقب میں خوشاب پہنچ گئے۔شرائط مناظرہ طے ہو گئیں۔ہزار ہا مسلمان مناظرہ سننے کے لئے مقررہ جگہ پر پہنچ گئے مسلمان مناظرین مولٰنا ظہور احمد بگویؒ کی قیادت میں مناظرہ گاہ تشریف لے آئے مگر مرزائی مناظرین نہ آئے اور نقضِ امن کا بہانہ بنا کر راہِ فرار اختیار کی۔مسلمانوں کی طرف سے ہر طرح کی ضمانتِ امن پیش کی گئی مگر مرزائی مناظرین نے منہ چھپانے میں ہی عافیت سمجھی۔

۴۔معرکہ مجوکہ:

خوشاب سے شکست کھا کر قادیانی مبلغین نے مجوکہ کی طرف رختِ سفر باندھا۔ مجوکہ تحصیل خوشاب میں قادیانیوں کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان رات ایک بجے تک خوشاب میں جشن فتح مناتے رہے۔ اور رات ایک بجے جشن سے فارغ ہو کر عوام اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو اللہ کے شیر اپنے بھاگے ہوئے شکار کے تعاقب کو روانہ ہو گئے۔ وقت اتنا سنگین تھا کہ علمائے کرام نے رات بھی چین سے بسر نہ کی۔ اور رات ایک بجے ہی مولٰنا ظہور احمد بگویؒ کی قیادت میں مسلمان مناظرین بذریعہ کشتی مجوکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مورخہ ۱۵ اگست کو مرزائی مبلغین شرائط مناظرہ طے کرتے ہوئے ہی بھاگ گئے اور مسلمانوں نے جشن فتح منایا۔

۵۔معرکہ سلانوالی

مجوکہ سے بھاگ کر قادیانی مبلغین تھوکا' ساہی وال سے ہوتے ہوئے سلانوالی پہنچے۔ مسلمان علمائے کرام نے حسبِ سابق مولٰنا ظہور احمد بگویؒ صاحب کی قیادت میں ان کا تعاقب جاری رکھا۔ اور ۱۸' ۱۹' ۲۰ ستمبر کو قادیانیوں کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔ مولٰنا ظہور احمد صاحب بگویؒ کی زیر سرپرستی مولٰنا ابوالقاسم محمد حسین صاحبؒ کولوتارڑوی و مولٰنا محمد شفیع صاحب خوشابی نے حیاتِ مسیحؑ اور ختم نبوت پر ایسے دلائل دیئے کہ مرزائی مناظر محمد سلیم' عبدالرحمٰن مبھوت ہو گئے اور فحش کلامی پر اتر آئے۔ پولیس نے مداخلت کر کے امن وامان قائم رکھا۔ اس طرح سلانوالی وگردونواح سے قادیانیت کی ترقی کی رفتار رک گئی۔

۶۔معرکہ سرگودھا:

مسلمان علماء کرام قادیانی مبلغوں کا مسلسل پیچھا کرتے ہوئے مورخہ ۲۱ ستمبر کو سرگودھا پہنچے۔ قادیانی وفد اپنا زادراہ ودیگر سامان سرگودھا ریلوے پلیٹ فارم پر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (صفحہ ۱۴۲)

۷۔معرکہ چک نمبر ۳۷ جنوبی

مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو قادیانی وفد سرگودھا سے بھاگ کر چک نمبر ۳۷ جنوبی چلا گیا اور اپنے

تبلیغی جلسہ کا اعلان کرا دیا۔ ۲۶ ستمبر کو مسلمان علمائے کرام بھی اپنے شکار کے تعاقب میں پہنچ گئے۔ مورخہ ۲۷ ستمبر کو بعد نماز ظہر مولٰنا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کا مناظرہ سلیم قادیانی کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر ہوا۔ جس میں مولٰنا ابوالقاسمؒ صاحب کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ مورخہ ۲۸ ستمبر کو صبح نو بجے سے بارہ بجے تک مولٰنا احمد دین گکھڑویؒ و مولوی نذیر احمد قادیانی کے مابین اجرائے نبوت پر مناظرہ ہوا جس میں مولٰنا احمد دین صاحب نے ایسے ٹھوس دلائل دیئے کہ مرزائی مناظر نے شکست تسلیم کر لی اور دوسرا مناظرہ بعنوان ''ختم نبوت'' کرنے سے معذوری ظاہر کر دی۔

بعد دو پہر تین بجے مولٰنا لال حسین اختر و سلیم قادیانی کے مابین دعاوی مرزا پر زبردست مناظرہ ہوا۔ مولٰنا لال حسین اختر نے قادیانی دعاوی پر ۳۶ اعتراضات کیے جن کا جواب مدِ مقابل نہ دے سکا۔ اس طرح اس مناظرہ میں بھی مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور جشن فتح کے طور پر مولٰنا ظہور احمد بگویؒ کی زیر قیادت ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں مولٰنا ظہور احمد بگوی کی یادگار رد قادیانیت شکن تقریر ہوئی۔

۸۔ معرکہ مڈھ رانجھا

مسلمان علمائے کرام سے پے در پے شکست کھانے کے بعد قادیانیوں نے ڈپٹی سپریٹنڈینٹ کی خدمت میں درخواست دے دی کہ نقصِ امن کا اندیشہ ہے لھذا مولٰنا ظہور احمد بگویؒ کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا جائے۔ مولٰنا کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ مسلمان عوام و خواص میں تشویش کی لہر پیدا ہو گئی اور مولٰنا کو مشورہ دیا گیا کہ آپ مڈھ رانجھا کا دورہ ملتوی کر دیں۔ مگر آپؒ نے تائید ربانی پر بھروسہ کرتے ہوئے پروگرام ملتوی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پروگرام کے مطابق آپؒ ۳۰ ستمبر کو بعد نماز ظہر سرگودھا سے روانہ ہو کر عصر کے وقت منزل مقصود مڈھ رانجھا پہنچ گئے۔ میرزائیوں نے سو جتن کیے کہ آپؒ کو گرفتار کروایا جائے مگر آپؒ اور دیگر علمائے اسلام نے شاندار جلسہ عام منعقد کر کے قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کیا۔ قادیانیت کے چہرے پر اوس پڑ گئی اور مرزائی مناظرین کو مناظرہ کا نام لینے کی جرأت نہ ہوئی۔

۹۔معرکہ کوٹ مومن:

مُڈھ رانجھا سے مولٰنا محمد حسین کولوتارڑویؒ و مولٰنا محمد شفیعؒ صاحب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جبکہ مولٰنا ظہور احمد بگویؒ مولٰنا عبدالرحمٰن صاحبؒ کے ہمراہ کوٹ مومن چلے آئے کیونکہ آپؒ کو خبر ملی تھی کہ قادیانی کوٹ مومن میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو کوٹ مومن کی جامع مسجد میں عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولٰنا بگویؒ اور مولٰنا عبدالرحمٰنؒ صاحب میانویؒ نے ختم نبوت، حیات مسیح اور دعاوی مرزا پر مدلل تقاریر فرمائیں اور اہالیانِ کوٹ مومن پر مرزائی مذہب کی حقیقت کا اظہار ہو گیا۔

۱۰۔معرکہ چک نمبر ۹ شمالی

مسلسل سوا مہینہ کی غیر حاضری کے بعد اعلیٰ حضرت ظہور احمد بگویؒ صاحب جب بھیرہ تشریف فرما ہوئے تو آپؒ کے علم میں یہ بات آئی کہ مورخہ ۲۲ ستمبر کو قادیانی مبلغین نے چک نمبر ۹ شمالی میں تبلیغ کی تھی جس کے نتیجہ میں چار اشخاص مرزائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔یہ خبر سن کر آپؒ تڑپ اٹھے فوراً چک نمبر ۹ شمالی کی طرف رخت سفر باندھا۔آپؒ آٹھ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو چک نمبر ۹ شمالی تشریف فرما ہوئے۔دو روز تک متواتر آپؒ نے تقاریر فرمائیں۔مرزائی مبلغ جو مستقل چک نمبر ۹ میں رہائش پذیر تھا بیماری کا بہانہ بنا کر گھر سے باہر نہ نکلا۔آپؒ کی تقاریر سے اہلیانِ چک نمبر ۹ شمالی کے دل قادیانیت سے بیزار ہو گئے۔جن چار اشخاص کے بارے میں خبر ملی تھی کہ وہ قادیانی ہو رہے ہیں وہ بھی تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

آپؒ کی دن رات کی مساعیٔ جمیلہ سے شاہ پور و گرد و نواح سے مرزائیت کا مکمل طور پر استیصال ہو گیا، علمائے اسلام و مشاہیر امت نے آپؒ کی شبانہ روز کاوشوں کی دل کھول کر داد دی تعریفی خطوط تحریر فرمائے اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔نمونہ کے طور پر مولٰنا غلام محمد گھوٹویؒ شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور کا مکتوب گرامی "برقِ آسمانی بر خرمنِ قادیانی" کے صفحہ ۱۵۹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔جو آپؒ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کو مولٰنا بگویؒ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۰۰ء-۱۹۷۰ء)

تحریک پاکستان وتحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء کے عظیم رہنما مولٰنا عبدالحامد بدایونی ۱۹۰۰ء میں اپنے ننھیال کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے (تذکرہ اکابر اہلسنت جلد اول صفحہ ۲۰۲ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)۔ بالکل ایام طفلی میں تھے کہ والد صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ عظیم والدہ نے بڑی محنت وجاں فشانی سے تربیت فرمائی۔ آپ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے نہ صرف بدایوان بلکہ پورے ہندوستان میں آپ کے خاندان کی عزت وتکریم کی جاتی تھی۔ مسلک اہل سنت کی ترویج اور فرق باطلہ کی تردید میں اس خاندان کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہے آپ مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے اپنے سینہ میں بڑی تڑپ رکھتے تھے اسی سلسلہ میں آپ نے تحریک خلافت، تحریک پاکستان اور تحریک فلسطین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ شعلہ بار خطیب تھے۔ آپ کی شعلہ نوائی نے ہی مسلمانان برصغیر کو اپنے حقوق کے حصول کی جنگ لڑنے پر آمادہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے سلسلہ میں جو اجلاس ہوا تھا آپ نے اسمیں علماء ومشائخ اہل سنت کی نمائندگی کرتے ہوئے قرارداد کی حمایت میں تاریخی خطاب فرمایا:۔ قائد تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کو اتفاق رائے سے جمعیۃ علمائے پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کر لیا گیا اور آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہ کر ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے (اکابر تحریک پاکستان جلد اول صفحہ ۱۰۹ از محمد صادق قصوری)۔ ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء کو بوجہ فالج آپ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے (تذکرہ علمائے اہل سنت جلد اول صفحہ ۲۰۸ از محمد عبدالحکیم شرف قادری)

آپؒ کی زندگی کا مشن مسلک اہل سنت کی ترویج اور فرق باطلہ کی تردید تھا۔ اس سلسلہ میں قادیانیت کو تو آپؒ نے ہر وقت آڑے ہاتھوں لیا۔ آپؒ مسلم لیگ کے عظیم راہنماؤں میں شمار ہوتے

۹۔معرکہ کوٹ مومن:

مڈھ رانجھا سے مولٰنا محمد حسین کولوتارڑوی ؒ و مولٰنا محمد شفیع ؒ صاحب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جبکہ مولٰنا ظہور احمد بگوی ؒ مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب ؒ کے ہمراہ کوٹ مومن چلے آئے کیونکہ آپ ؒ کو خبر ملی تھی کہ قادیانی کوٹ مومن میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔مورخہ ۱۶،۱۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو کوٹ مومن کی جامع مسجد میں عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولٰنا بگوی ؒ اور مولٰنا عبدالرحمٰن ؒ صاحب میانوی ؒ نے ختم نبوت ' حیات مسیح اور دعاوی مرزا پر مدلل تقاریر فرمائیں اور اھالیانِ کوٹ مومن پر مرزائی مذہب کی حقیقت کا اظہار ہو گیا۔

۱۰۔معرکہ چک نمبر ۹ شمالی

مسلسل سوا مہینہ کی غیر حاضری کے بعد اعلیٰ حضرت ظہور احمد بگوی ؒ صاحب جب بھیرہ تشریف فرما ہوئے تو آپ ؒ کے علم میں یہ بات آئی کہ مورخہ ۲۲ ستمبر کو قادیانی مبلغین نے چک نمبر ۹ شمالی میں تبلیغ کی تھی جس کے نتیجہ میں چار اشخاص مرزائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔یہ خبر سن کر آپ ؒ تڑپ اٹھے فوراً چک نمبر ۹ شمالی کی طرف رخت سفر باندھا۔آپ ؒ آٹھ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو چک نمبر ۹ شمالی تشریف فرما ہوئے۔دو روز تک متواتر آپ ؒ نے تقاریر فرمائیں۔مرزائی مبلغ جو مستقل چک نمبر ۹ میں رہائش پذیر تھا بیماری کا بہانہ بنا کر گھر سے باہر نہ نکلا۔آپ ؒ کی تقاریر سے اہلیانِ چک نمبر ۹ شمالی کے دل قادیانیت سے بیزار ہو گئے۔جن چار اشخاص کے بارے میں خبر ملی تھی کہ وہ قادیانی ہو رہے ہیں وہ بھی تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

آپ ؒ کی دن رات کی مساعیٔ جمیلہ سے شاہ پور و گرد و نواح سے مرزائیت کا مکمل طور پر استیصال ہو گیا' علمائے اسلام و مشاہیر امت نے آپ ؒ کی شبانہ روز کاوشوں کی دل کھول کر داد دی تعریفی خطوط تحریر فرمائے اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔نمونہ کے طور پر مولٰنا غلام محمد گھوٹوی ؒ شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور کا مکتوب گرامی ''برقِ آسمانی بر خرمنِ قادیانی'' کے صفحہ ۱۵۹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔جو آپ ؒ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کو مولٰنا بگوی ؒ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا۔

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۰۰ء-۱۹۷۰ء)

تحریک پاکستان وتحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء کے عظیم رہنما مولٰنا عبدالحامد بدایونی ۱۹۰۰ء میں اپنے ننھیال کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے (تذکرہ اکابر اہلسنت جلد اول صفحہ ۲۰۲ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)۔ بالکل ایام طفلی میں تھے کہ والد صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ عظیم والدہ نے بڑی محنت وجاں فشانی سے تربیت فرمائی۔ آپ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے نہ صرف بدایوان بلکہ پورے ہندوستان میں آپ کے خاندان کی عزت وتکریم کی جاتی تھی۔ مسلک اہل سنت کی ترویج اور فرق باطلہ کی تردید میں اس خاندان کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہے آپ مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے اپنے سینہ میں بڑی تڑپ رکھتے تھے اسی سلسلہ میں آپ نے تحریک خلافت' تحریک پاکستان اور تحریک فلسطین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ شعلہ بار خطیب تھے۔ آپ کی شعلہ نوائی نے ہی مسلمانان برصغیر کو اپنے حقوق کے حصول کی جنگ لڑنے پر آمادہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے سلسلہ میں جو اجلاس ہوا تھا آپ نے اسمیں علماء ومشائخ اہل سنت کی نمائندگی کرتے ہوئے قرارداد کی حمایت میں تاریخی خطاب فرمایا:۔ قائد تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کو اتفاق رائے سے جمعیۃ علمائے پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کر لیا گیا اور آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہ کر ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے (اکابر تحریک پاکستان جلد اول صفحہ ۱۰۹ از محمد صادق قصوری)۔ ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء کو بوجہ فالج آپ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے (تذکرہ علمائے اہل سنت جلد اول صفحہ ۲۰۸ از محمد عبدالحکیم شرف قادری)

آپؒ کی زندگی کا مشن مسلک اہل سنت کی ترویج اور فرق باطلہ کی تردید تھا۔ اس سلسلہ میں قادیانیت کو تو آپؒ نے ہر وقت آڑے ہاتھوں لیا۔ آپؒ مسلم لیگ کے عظیم راہنماؤں میں شمار ہوتے

تھے۔ مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۴ء میں آپؒ نے قرارداد منظور کرانا چاہی جس کی رو سے کوئی بھی قادیانی یا لاہوری وغیرہ مسلم لیگ کا ممبر نہ بن سکے مگر اس وقت کے سیاسی حالات میں آپؒ کامیاب نہ ہو سکے۔ (اکابر تحریک پاکستان جلد اول صفحہ ۱۱۰ از صادق قصوری روزنامہ انقلاب لاہور ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء)

قیام پاکستان کے بعد جب مرزائیوں نے کل پرزے نکالنے شروع کیے تو دیگر اہل دل مسلمانوں کی طرح آپؒ بھی بے چین ہو گئے اور اس مکروہ فتنہ کے استحصال کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوۃ چلی تو اس میں آپؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا انتہائی علالت اور کمزوری کے باوجود آپؒ تحریک ختم نبوۃ میں حصہ لینے کی پاداش میں فروری ۵۳ء سے لے کر جنوری ۵۴ء تک کراچی اور سکھر کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ بارہا حکومت کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ اگر آپؒ معافی نامہ تحریر فرما دیں تو رہائی مل سکتی ہے مگر آپؒ کے پائے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔

مولانا اللہ وسایا (دیوبندی) نے تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں آپؒ کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے ''حضرت مولنا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدہ ختم نبوۃ کی حفاظت تھا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء میں آپؒ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوۃ کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں نظر بند رہے۔ قید و بند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جواں مردی سے برداشت کیا۔ آپؒ کی مدبرانہ فراست نے تحریک کو پورے ملک میں مقبول بنایا ۱۹۵۲ء میں جب پاکستان کا پہلا دستور تشکیل دیا جا رہا تھا تو خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کی خواہش پر مولٰنا عبدالحامد بدایونی اور مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ نے کراچی میں اس سے ملاقات کی۔ وزیر اعظم نے دستور پر دستخط کرنے کو کہا تو آپ دونوں راہنماؤں نے بلا جھجک پر زور انداز میں ظفر اللہ خان قادیانی کی وزارت خارجہ سے علیحدگی کا مطالبہ کیا اس دوران وزیر اعظم سے تلخی بھی ہو گئی مگر آپ دونوں حضرات اپنا مطالبہ تسلیم کرائے بغیر دستور پر دستخط کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

تسلیم کرلو یا پوری مسلم امت مسلمہ کی طرف سے راست اقدام کا سامنا کرنے لیے تیار ہو جاؤ۔ (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۴۰ از مولنا اللہ وسایا صاحب)

قائد تحریک ختم نبوۃ مولنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کی خواہش پر الٹی میٹم کے ختم ہونے سے چندروز قبل کراچی میں چند جلسہ ہائے عام ہونا ضروری سمجھے گئے چنانچہ ان جلسوں کے انعقاد کی ذمہ داری مولنا بدایونی پر ڈالی گئی جو آپ نے بطریق احسن نبھائی۔ الٹی میٹم کی میعاد ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء کو ختم ہورہی تھی ۲۱ فروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل کے ایک وفد نے خواجہ ناظم الدین سے آخری ملاقات کی اس ملاقات میں خواجہ ناظم الدین اس بات پر راضی ہو گیا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق غور کرسکتا ہے البتہ ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکالنا انکے بس کا روگ نہیں اس پر مولنا عبدالحامد بدایونی کے سوا تقریباً تمام ارکان وفد رضامند ہوگئے آپ اس لیے اپنے مطالبے پر ڈٹ گئے کہ تمام خرابیوں کی جڑ تو ظفر اللہ خان قادیانی ہے۔ اگر وہ حکومت میں موجود رہا تو دیگر مطالبات ماننے یا نہ ماننے سے فرق نہیں پڑے گا۔

مولنا بدایونی کراچی کے رہائشی تھے اور جمعیت علمائے پاکستان سندھ کے صدر ہونے کے ناطے اہم مقام رکھتے تھے چنانچہ خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان سے مجلس عمل کے وفود کی ملاقاتیں اکثر و بیشتر آپ ہی کے توسط سے ہوا کرتیں تھیں۔

۲۴۔۲۵۔۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو آرام باغ کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے زیراہتمام جلسہ عام منعقد ہوا اس جلسۂ عام میں بھی مولنا بدایونی نے حکومتی ایوانوں کو ہلا دیا۔ ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء رات کو جب مجلس عمل کے زیراہتمام منعقدہ تین روزہ کانفرنس ختم ہوئی تو حکومت نے غیر دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری قیادت کو گرفتار کرلیا۔ ۲۶ اور ۲۷ فروری ۱۹۵۳ کی درمیانی رات ان گرفتار شدگان میں مولنا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری جو کہ قیدی راہنماؤں میں شامل تھے انہوں نے برملا اعتراف کیا ہے کہ مولنا بدایونی کی وجہ سے کراچی سنٹرل جیل میں انکے ساتھ ساتھ باقی تمام راہنماؤں سے بھی اچھا سلوک کیا گیا (تذکرۃ علمائے اہل سنت جلد اول صفحہ ۲۰۸ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

تھے۔ مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۴ء میں آپؒ نے قرارداد منظور کرانا چاہی جس کی رو سے کوئی بھی قادیانی یالاہوری وغیرہ مسلم لیگ کا ممبر نہ بن سکے مگر اس وقت کے سیاسی حالات میں آپؒ کامیاب نہ ہوسکے۔ (اکابر تحریک پاکستان جلد اول صفحہ ۱۱۰ از صادق قصوری روزنامہ انقلاب لاہور ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء)

قیام پاکستان کے بعد جب مرزائیوں نے کل پرزے نکالنے شروع کیے تو دیگر اہل دل مسلمانوں کی طرح آپؒ بھی بے چین ہو گئے اور اس مکروہ فتنہ کے استحصال کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوۃ چلی تو اس میں آپؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا انتہائی علالت اور کمزوری کے باوجود آپ تحریک ختم نبوۃ میں حصہ لینے کی پاداش میں فروری ۵۳ء سے لے کر جنوری ۵۴ء تک کراچی اور سکھر کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ بارہا حکومت کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ اگر آپؒ معافی نامہ تحریر فرما دیں تو رہائی مل سکتی ہے مگر آپؒ کے پائے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔

مولانا اللہ وسایا (دیوبندی) نے تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں آپؒ کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے ''حضرت مولنا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا سب سے بڑا مشن عقیدہ ختم نبوۃ کی حفاظت تھا۔ چنانچہ تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء میں آپؒ نے بڑا نمایاں حصہ لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوۃ کی حمایت اور مرزائیت کی تردید کی پاداش میں حکومت نے انہیں گرفتار کرلیا۔ ایک سال تک سکھر اور کراچی کی جیلوں میں نظر بند رہے۔ قید و بند کی سخت صعوبتوں کو بڑی جواں مردی سے برداشت کیا۔ آپؒ کی مدبرانہ فراست نے تحریک کو پورے ملک میں مقبول بنایا ۱۹۵۲ء میں جب پاکستان کا پہلا دستور تشکیل دیا جارہا تھا تو خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کی خواہش پر مولنٰا عبدالحامد بدایونی اور مولنٰا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ نے کراچی میں اس سے ملاقات کی۔ وزیر اعظم نے دستور پر دستخط کرنے کو کہا تو آپ دونوں راہنماؤں نے بلا جھجک پرزور انداز میں ظفر اللہ خان قادیانی کی وزارت خارجہ سے علیحدگی کا مطالبہ کیا اس دوران وزیر اعظم سے تلخی بھی ہوگئی مگر آپ دونوں حضرات اپنا مطالبہ تسلیم کرائے بغیر دستور پر دستخط کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

تسلیم کرلو یا پوری مسلم امت مسلمہ کی طرف سے راست اقدام کا سامنا کرنے لیے تیار ہو جاؤ۔ (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۴۰ از مولٰنا اللہ وسایا صاحب)

قائد تحریک ختم نبوۃ مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادری ؒ کی خواہش پر الٹی میٹم کے ختم ہونے سے چند روز قبل کراچی میں چند جلسہ ہائے عام ہونا ضروری سمجھے گئے چنانچہ ان جلسوں کے انعقاد کی ذمہ داری مولٰنا بدایونی پر ڈالی گئی جو آپ نے بطریق احسن نبھائی۔ الٹی میٹم کی میعاد ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء کو ختم ہو رہی تھی ۲۱ فروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل کے ایک وفد نے خواجہ ناظم الدین سے آخری ملاقات کی اس ملاقات میں خواجہ ناظم الدین اس بات پر راضی ہو گیا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق غور کر سکتا ہے البتہ ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکالنا انکے بس کا روگ نہیں اس پر مولٰنا عبدالحامد بدایونی کے سوا تقریباً تمام ارکان وفد رضامند ہو گئے آپ اس لیے اپنے مطالبے پر ڈٹ گئے کہ تمام خرابیوں کی جڑ تو ظفر اللہ خان قادیانی ہے۔ اگر وہ حکومت میں موجود رہا تو دیگر مطالبات ماننے یا نہ ماننے سے فرق نہیں پڑے گا۔

مولٰنا بدایونی کراچی کے رہائشی تھے اور جمعیت علمائے پاکستان سندھ کے صدر ہونے کے ناطے اہم مقام رکھتے تھے چنانچہ خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان سے مجلس عمل کے وفود کی ملاقاتیں اکثر و بیشتر آپ ہی کے توسط سے ہوا کرتیں تھیں۔

۲۴۔۲۵۔۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو آرام باغ کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے زیر اہتمام جلسہ عام منعقد ہوا اس جلسہ عام میں بھی مولٰنا بدایونی نے حکومتی ایوانوں کو ہلا دیا۔ ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء رات کو جب مجلس عمل کے زیر اہتمام منعقدہ تین روزہ کانفرنس ختم ہوئی تو حکومت نے غیر دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری قیادت کو گرفتار کر لیا۔ ۲۶ اور ۲۷ فروری ۱۹۵۳ کی درمیانی رات ان گرفتار شدگان میں مولٰنا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری جو کہ قیدی راہنماؤں میں شامل تھے انہوں نے برملا اعتراف کیا ہے کہ مولٰنا بدایونی کی وجہ سے کراچی سنٹرل جیل میں انکے ساتھ ساتھ باقی تمام راہنماؤں سے بھی اچھا سلوک کیا گیا (تذکرۃ علمائے اہل سنت جلد اول صفحہ ۲۰۸ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

مولٰنا عبدالستار انصاری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳۵ء--۱۹۸۵ء)

مولٰنا حاجی عبدالستار انصاری رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے بارے میں زیادہ تر معلومات پندرہ روزہ ''المصطفٰے'' گوجرانوالا ۲۲ اکتوبر تا چھ نومبر ۱۹۸۵ء سے اخذ کی گئی ہیں) ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء کو محلہ مہربان پورہ امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام میاں مہنگا تھا۔ قیام پاکستان کے وقت آپ بمعہ اکابرین خاندان امرتسر سے ہجرت کر کے حافظ آباد ضلع گوجرانوالا چلے آئے۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ طالبعلم تھے۔ پیر عبدالغفور ہزارویؒ کے حلقہ ارادت میں آپ اگست ۱۹۵۷ء کو داخل ہوئے۔ علاوہ ازیں سرمایہ اہل سنت مولانا بشیر احمد حافظ آبادی سے آپ کے نہایت قریبی و قلبی تعلقات تھے۔ یہ مولانا بشیر احمد حافظ آبادی اور مولٰنا پیر عبدالغفور ہزارویؒ کی نگاہ فیض اور تربیت کا ثمرہ تھا کہ آپؒ کسی مدرسہ کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہ ہونے کے باوجود ایک شیریں بیان اور نکتہ آفرین خطیب بن کر ابھرے۔ جامعہ مسجد چشتیہ قادریہ حافظ آباد کے تادم واپسیں خطیب رہے۔ آپؒ بلا مبالغہ عاشق رسول ﷺ جید عالم دین' بے باک سماجی وسیاسی لیڈر اور انتھک کارکن تھے۔ ۱۹۷۷ء میں بھٹو حکومت کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کے آپ حافظ آباد کے بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے۔ اپنے موقف کے اظہار اور بھٹو حکومت کے نامناسب اقدامات پر کھلے بندوں تنقید کی وجہ سے آپ بارہا جیل گئے آپ کو بے باکانہ اظہار خیال' منفرد انداز خطابت اور مسلک اہل سنت کی بھرپور ترجمانی کی بدولت ''لسان سنیت'' کا خطاب ۱۹۸۰ء میں عطا ہوا۔ مولٰنا بشیر احمد حافظ آبادی کی وفات کے بعد شہر حافظ آباد میں عید میلاد النبی کے جلسے جلوسوں کی قیادت وراہنمائی آپؒ کے حصہ میں آئی۔ آپ نے شہر بھر میں محافل میلاد کا وسیع تر سلسلہ شروع کرا دیا۔ آپ شہر کی سماجی تنظیم ''جمیعت الانصار'' کے بھی صدر تھے۔ شہر کے سیاسی وسماجی امور میں آپ گرم جوشی سے حصہ لیتے تھے۔ ۱۵ اگست ۱۹۸۵ء کو اہل سنت کا آفتاب عالمتاب دل کا دورہ پڑھنے سے غروب ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ذیل میں آپ کی ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں کی

☆ صدر این.جی.او سی سی ضلع شیخوپورہ

☆ صدر انجمن تحفظِ حقوق شہریاں ننکانہ صاحب (انجمن کے منشور میں آپ کی کوششوں سے یہ بات شامل کی گئی ہے کہ ننکانہ صاحب کا ہر شہری بلا امتیاز مذہب و نسل انجمن کا ممبر و عہدہ دار بن سکتا ہے لیکن قادیانی ولاہوری مرزائی نہ انجمن ھٰذا کے رکن بن سکتے ہیں نہ عہدہ دار۔ کیونکہ بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ قادیانی ملک وملت اور مذہب کے غدار ہیں۔ جب یہ ملک کے غدار ہیں تو انہیں کس طرح ہم شہری حقوق دے سکتے ہیں چنانچہ آپ کی کوششوں سے قادیانیوں کا انجمن تحفظ حقوق شہریاں سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر دیا گیا ہے۔)

☆ سابق چیرمین زکواۃ وعشر کمیٹی تحصیل ننکانہ صاحب (۱۰ سال تک چیرمین رہے)

☆ سابق سیکرٹری جنرل تحریک تکمیل پاکستان

☆ ناظم اعلیٰ عالمی دعوت اسلامی پاکستان

☆ سیکرٹری جنرل آف پاکستان بھٹہ مالکان ایسوسی ایشن

☆ صدر آل پاکستان رحمانی برادری ایسوسی ایشن

☆ جنرل سیکرٹری حرکتہ الانصار پاکستان

☆ ممبر سوشل ویلفیئر کونسل لاہور ڈویژن لاہور

☆ ممبر ڈویژنل امن کمیٹی لاہور

☆ ممبر اتحاد بین المسلمین کونسل پنجاب

☆ ممبر انسدادِ جرائم کمیٹی ضلع شیخوپورہ

☆ ممبر امن کمیٹی ضلع شیخوپورہ

☆ ممبر انسدادِ منشیات کمیٹی ضلع شیخوپورہ

آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بچپن سے ہی ذہن مذہبی وسماجی امور کی انجام دہی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا لیکن ایک واقعہ نے میری اندرونی کا یا پلٹ دی اور مجھے آنحضور ﷺ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں کام کرنے کی طرف مائل کر دیا۔ واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

مولنا عبدالستار انصاری چشتیؒ

(۱۹۳۵ء--۱۹۸۵ء)

مولنا حاجی عبدالستار انصاری رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے بارے میں زیادہ تر معلومات پندرہ روزہ ''المصطفےٰ'' گوجرانوالا ۲۲ اکتوبر تا چھ نومبر ۱۹۸۵ء سے اخذ کی گئی ہیں) ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء کو محلّہ مہربان پورہ امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔والد محترم کا نام میاں مہنگا تھا۔قیام پاکستان کے وقت آپ بمعہ اکابرین خاندان امرتسر سے ہجرت کر کے حافظ آباد ضلع گوجرانوالا چلے آئے۔تحریک پاکستان کے دوران آپ طالبعلم تھے۔پیر عبدالغفور ہزارویؒ کے حلقہ ارادت میں آپ اگست ۱۹۵۷ء کو داخل ہوئے۔علاوہ ازیں سرمایہ اہل سنت مولانا بشیر احمد حافظ آبادی سے آپ کے نہایت قریبی وقلبی تعلقات تھے۔یہ مولانا بشیر احمد حافظ آبادی اور مولنا پیر عبدالغفور ہزارویؒ کی نگاہ فیض اور تربیت کا ثمرہ تھا کہ آپؒ کسی مدرسہ کے باقاعدہ فارغ التحصیل نہ ہونے کے باوجود ایک شیریں بیان اور نکتہ آفرین خطیب بن کر ابھرے۔جامعہ مسجد چشتیہ قادریہ حافظ آباد کے تادم واپسیں خطیب رہے۔آپؒ بلا مبالغہ عاشق رسول ﷺ جید عالم دین' بے باک سماجی وسیاسی لیڈر اور انتھک کارکن تھے۔۱۹۷۷ء میں بھٹو حکومت کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کے آپ حافظ آباد کے بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے۔اپنے موقف کے اظہار اور بھٹو حکومت کے نامناسب اقدامات پر کھلے بندوں تنقید کی وجہ سے آپ بارہا جیل گئے آپ کو بے باکانہ اظہار خیال' منفرد انداز خطابت اور مسلک اہل سنت کی بھرپور ترجمانی کی بدولت ''لسان سنیت'' کا خطاب ۱۹۸۰ء میں عطا ہوا۔مولنا بشیر احمد حافظ آبادی کی وفات کے بعد شہر حافظ آباد میں عید میلاد النبی کے جلسے جلوسوں کی قیادت وراہنمائی آپؒ کے حصہ میں آئی۔آپ نے شہر بھر میں محافل میلاد کا وسیع تر سلسلہ شروع کرادیا۔آپ شہر کی سماجی تنظیم ''جمیعت الانصار'' کے بھی صدر تھے۔شہر کے سیاسی وسماجی امور میں آپ گرم جوشی سے حصہ لیتے تھے۔۱۵ اگست ۱۹۸۵ء کو اہل سنت کا آفتاب عالمتاب دل کا دورہ پڑھنے سے غروب ہوگیا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون) ذیل میں آپ کی ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں کی

☆ صدر این جی او سی سی ضلع شیخوپورہ

☆ صدر انجمن تحفظِ حقوق شہریاں ننکانہ صاحب (انجمن کے منشور میں آپ کی کوششوں سے یہ بات شامل کی گئی ہے کہ ننکانہ صاحب کا ہر شہری بلا امتیاز مذہب ونسل انجمن کا ممبر وعہدہ دار بن سکتا ہے لیکن قادیانی ولاہوری مرزائی نہ انجمن ھٰذا کے رکن بن سکتے ہیں نہ عہدہ دار۔ کیونکہ بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ قادیانی ملک وملت اور مذہب کے غدار ہیں۔ جب یہ ملک کے غدار ہیں تو انہیں کس طرح ہم شہری حقوق دے سکتے ہیں چنانچہ آپ کی کوششوں سے قادیانیوں کا انجمن تحفظ حقوق شہریاں سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر دیا گیا ہے۔)

☆ سابق چیرمین زکواۃ وعشر کمیٹی تحصیل ننکانہ صاحب (۱۰ سال تک چیرمین رہے)

☆ سابق سیکرٹری جنرل تحریک تکمیل پاکستان

☆ ناظم اعلیٰ عالمی دعوت اسلامی پاکستان

☆ سیکرٹری جنرل آف پاکستان بھٹہ مالکان ایسوسی ایشن

☆ صدر آل پاکستان رحمانی برادری ایسوسی ایشن

☆ جنرل سیکرٹری حرکۃ الانصار پاکستان

☆ ممبر سوشل ویلفیئر کونسل لاہور ڈویژن لاہور

☆ ممبر ڈویژنل امن کمیٹی لاہور

☆ ممبر اتحاد بین المسلمین کونسل پنجاب

☆ ممبر انسدادِ جرائم کمیٹی ضلع شیخوپورہ

☆ ممبر امن کمیٹی ضلع شیخوپورہ

☆ ممبر انسدادِ منشیات کمیٹی ضلع شیخوپورہ

آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بچپن سے ہی ذہن مذہبی وسماجی امور کی انجام دہی کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا لیکن ایک واقعہ نے میری اندرونی کایا پلٹ دی اور مجھے آنحضور ﷺ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں کام کرنے کی طرف مائل کر دیا۔ واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''۸۲۔۱۹۸۱ء میں میں اپنی بالکل نئی گاڑی پر لاہور سے ننکانہ صاحب آ رہا تھا۔ننکانہ صاحب کے قریب پہنچ کر اچانک گاڑی بے قابو ہوئی اور درخت سے جا ٹکرائی۔گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو گئی لیکن مجھے اللہ کے فضل سے کوئی قابل ذکر چوٹ نہ آئی۔چند ہی دن بعد مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے صدر جناب متین خالد صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی فرمانے کی گذارش کی۔میں نے دل میں سوچا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں اس وجہ سے مجھے حادثہ سے محفوظ و مامون رکھا گیا ہے۔بلا جھجک ہاں کر دی بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا کہ مجھے اس اہم ترین سعادت سے نوازا۔تب سے اب تک میں نے خود کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب کے لئے مالی و جسمانی ہر طرح سے وقف کر چھوڑا ہے۔''

آپ سے راقم الحروف کی شناسائی بھی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق واسطہ کی وجہ سے ہی ہوئی۔ننکانہ صاحب کا ہر فرد بشر اس بات کا گواہ ہے کہ فتنہ قادیانیت کے تعاقب و خاتمہ کے لئے آپ کی کوششیں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

اگرچہ آپ بنیادی طور پر بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے پلیٹ فارم پر آپ بلاتمیز مسلک' دیوبندی' وھابی وغیرہ سے مل جل کر کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔آپ کی سرپرستی میں مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے اتنے کارہارے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ قادیانی ٹولہ کا موجود سربراہ مرزا طاہر لندن میں بیٹھا بھی اکثر آپ کا نام لے کر آپ کو کوستا ہے اور اپنی جماعت کو مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب برانچ سے آھنی ہاتھوں سے نمٹنے کے مشورے دیتا ہے۔جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے قادیانیت کو قابل ذکر نقصان پہنچایا ہے۔آپ کے کارہائے نمایاں کا مکمل احاطہ کرنے کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے لیکن چند اہم واقعات تحریر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

ا۔آپ کی سرپرستی و رہنمائی سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کوئی قابل ذکر تنظیم نہ تھی لیکن آپ کی راہنمائی' سرپرستی' امارت و مالی تعاون کی وجہ سے آج عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب دنیا بھر میں متعارف ہو چکی ہے۔قادیانیوں کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھ رہی ہے

۱۵:۔تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آپ نے شہر ننکانہ صاحب کی سربراہی فرمائی۔

۱۶:۔ننکانہ صاحب کے قرب وجوار کے دیہات وقصبات کے قادیانی ''حاجی عبدالحمید رحمانی'' نام سے اس طرح کانپتے ہیں جس طرح چور سپاہی کے نام سے بھاگتا ہے۔

۱۷:۔آپ نے بارہا قادیانیوں کو دعوت اسلام دی ہے۔

۱۸:۔آپ اپنے متعلقین کو رزق حلال کے حصول پر کاربند رہنے کی خصوصی ہدایات فرماتے رہتے ہیں۔

۱۹:۔عرصہ دراز سے آپ کے دولت کدہ پر ہر پیر کے دن محفل ذکر و نعت منعقد ہوتی ہے جس میں شرکت کرنے والوں کو ختم نبوۃ ورد قادیانیت پر خصوصی لیکچر دیا جاتا ہے۔

۲۰:۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ صرف ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی برکت ہے کہ شہر بھر کی انتظامیہ و اعلیٰ عہدہ دار نہایت درجہ عزت واحترام کرتے ہیں اور ہر نیک مقصد میں مقدور بھر تعاون پیش کرتے ہیں۔

۲۱:۔آپ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی وجہ سے مجھے سکون قلب نصیب ہوا ہے' ایمان کی پختگی اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی ہے۔ جہاد پر غیر متزلزل ایمان قائم ہو چکا ہے اور موت کا خوف بالکل ختم ہو چکا ہے۔

۲۲:۔آپ نے مزید فرمایا کہ ختم نبوت کا کام کرنے کی برکت سے دو دفعہ عملی جہاد میں شرکت کی غرض سے افغانستان جانے کا اتفاق بھی ہو چکا ہے۔

۲۳:۔آپ نے فرمایا کہ فتنہ قادیانیت کا خاتمہ قادیانی نوازوں کے خاتمہ سے ممکن ہے۔ جب ہم قادیانی نواز افراد ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سمجھو ہم اپنے مقصد (قادیانیت کا خاتمہ) میں کامیاب ہو گئے۔

۲۴:۔آپ فرماتے ہیں قادیانیت' نصرانیت' یہودیت' ہنودیت سب اسلام کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیں اپنے تمام تر مسلکی گروہی اختلافات ختم کر کے متحد ہو جانا چاہیے اور متحد ہو کر اس ''سانجھے چور'' کو پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچا دینا چاہیے۔ اپنے گھریلو اختلافات بعد میں ختم کرتے رہیں گے۔ اگر ہم خدانخواستہ متحد نہ ہو سکے تو ہم رہیں گے نہ ہمارا نام و نشان۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

"۸۲ ۔۱۹۸۱ء میں میں اپنی بالکل نئی گاڑی پر لاہور سے ننکانہ صاحب آ رہا تھا۔ ننکانہ صاحب کے قریب پہنچ کر اچانک گاڑی بے قابو ہوئی اور درخت سے جا ٹکرائی۔ گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو گئی لیکن مجھے اللہ کے فضل سے کوئی قابل ذکر چوٹ نہ آئی۔ چند ہی دن بعد مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے صدر جناب متین خالد صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی فرمانے کی گذارش کی۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں اس وجہ سے مجھے حادثہ سے محفوظ و مامون رکھا گیا ہے۔ بلا جھجک ہاں کر دی بلکہ ان کا شکریہ ادا کیا کہ مجھے اس اہم ترین سعادت سے نوازا۔ تب سے اب تک میں نے خود کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب کے لئے مالی وجسمانی ہر طرح سے وقف کر چھوڑا ہے۔"

آپ سے راقم الحروف کی شناسائی بھی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق واسطہ کی وجہ سے ہی ہوئی۔ ننکانہ صاحب کا ہر فرد بشر اس بات کا گواہ ہے کہ فتنہ قادیانیت کے تعاقب و خاتمہ کے لئے آپ کی کوششیں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

اگرچہ آپ بنیادی طور پر بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے پلیٹ فارم پر آپ بلا تمیز مسلک' دیوبندی' وہابی وغیرہ سے مل جل کر کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کی سرپرستی میں مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے اتنے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ قادیانی ٹولہ کا موجود سربراہ مرزا طاہر لندن میں بیٹھا بھی اکثر آپ کا نام لے کر آپ کو کوستا ہے اور اپنی جماعت کو مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب برانچ سے آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کے مشورے دیتا ہے۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے قادیانیت کو قابل ذکر نقصان پہنچایا ہے۔ آپ کے کارہائے نمایاں کا مکمل احاطہ کرنے کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے لیکن چند اہم واقعات تحریر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱:۔ آپ کی سرپرستی و رہنمائی سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب کوئی قابل ذکر تنظیم نہ تھی لیکن آپ کی راہنمائی' سرپرستی' امارت و مالی تعاون کی وجہ سے آج عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب دنیا بھر میں متعارف ہو چکی ہے۔ قادیانیوں کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھ رہی ہے

۱۵:۔تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آپ نے شہر ننکانہ صاحب کی سربراہی فرمائی۔

۱۶:۔ننکانہ صاحب کے قرب وجوار کے دیہات وقصبات کے قادیانی ''حاجی عبدالحمید رحمانی'' نام سے اس طرح کانپتے ہیں جس طرح چور سپاہی کے نام سے بھاگتا ہے۔

۱۷:۔آپ نے بارہا قادیانیوں کو دعوت اسلام دی ہے۔

۱۸:۔آپ اپنے متعلقین کو رزق حلال کے حصول پر کاربند رہنے کی خصوصی ہدایات فرماتے رہتے ہیں۔

۱۹:۔عرصہ دراز سے آپ کے دولت کدہ پر ہر پیر کے دن محفل ذکر ونعت منعقد ہوتی ہے جس میں شرکت کرنے والوں کو ختم نبوۃ ور دِقادیانیت پر خصوصی لیکچر دیا جاتا ہے۔

۲۰:۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ صرف ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی برکت ہے کہ شہر بھر کی انتظامیہ واعلیٰ عہدہ دار نہایت درجہ عزت واحترام کرتے ہیں اور ہر نیک مقصد میں مقدور بھر تعاون پیش کرتے ہیں۔

۲۱:۔آپ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے کی وجہ سے مجھے سکون قلب نصیب ہوا ہے' ایمان کی پختگی اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی ہے۔ جہاد پر غیر متزلزل ایمان قائم ہو چکا ہے اور موت کا خوف بالکل ختم ہو چکا ہے۔

۲۲:۔آپ نے مزید فرمایا کہ ختم نبوت کا کام کرنے کی برکت سے دو دفعہ عملی جہاد میں شرکت کی غرض سے افغانستان جانے کا اتفاق بھی ہو چکا ہے۔

۲۳:۔آپ نے فرمایا کہ فتنہ قادیانیت کا خاتمہ قادیانی نوازوں کے خاتمہ سے ممکن ہے۔ جب ہم قادیانی نواز افراد ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سمجھو ہم اپنے مقصد (قادیانیت کا خاتمہ) میں کامیاب ہو گئے۔

۲۴:۔آپ فرماتے ہیں قادیانیت' نصرانیت' یہودیت' ہنودیت سب اسلام کے خلاف متحدہ محاذ بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیں اپنے تمام تر مسلکی گروہی اختلافات ختم کر کے متحد ہو جانا چاہے اور متحد ہو کر اس ''سانجھے چور'' کو پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچا دینا چاہئے۔ اپنے گھریلو اختلافات بعد میں ختم کرتے رہیں گے۔ اگر ہم خدانخواستہ متحد نہ ہو سکے تو ہم رہیں گے نہ ہمارا نام ونشان۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

مجاہدِ ملت مردِ غازی مولٰنا عبدالستار خان نیازی

(پ:۱۹۱۵ء)

مردِ مومن زندہ و باخود بجنگ
برخود افتد ہمچو برآہو پلنگ

مجاہدِ ملت ضیغم اسلام بطلِ حریت مردِ غازی مولٰنا عبدالستار خان نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی ذوالفقار خان تھا۔ ۱۹۳۳ء میں میٹرک پاس کرنیکے بعد لاہور میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے قائم کردہ مدرسہ اشاعت اسلام کالج میں داخلہ لیا۔ ۲ سالہ نصاب کی تکمیل کے بعد حکیم الامتؒ سے سندِ فراغت حاصل کی حکیم الامت خود تو ۱۹۳۸ء میں چلے گئے لیکن ایک مثالی مرد مومن مجاہد ملت کی صورت میں عطا کر گئے۔

مرد حر محکم ز ورد لا تخف
ما بمیداں سر بجیب او سر بکف
کار ما وابستۂ تخمین و ظن
او ہمہ کردار و کم گوئید سخن

مرد سپاہی ہے وہ اس کی ذرہ لاالٰہ
سایۂ شمشیر میں اسکی پنہ لا الٰہ
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

جنہاں دے اندر عشق دی رتی اوہ رہندے سدا کرلاندے ہو

جنہاں شوق ماہی دا ہویا اوہ خوشیاں نت مناندے ہو

عشق جنہاں دے ہڈی رچیا اوہ پھردے چپ چپاتے ہو

لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ کردے گونگی باتے ہو

آپ زمانہ طالب علمی سے ہی بڑی گرم جوش اور عملی سیاست میں زندگی گزار رہے ہیں۔

آپ کو قائداعظمؒ کے قابلِ اعتماد ساتھی ہونے کا فخر واعزاز حاصل ہے۔قیام پاکستان کے بعد انتہائی اہم اور معزز عہدوں پر فائز رہ کر ملکی وملی خدمات انجام دے چکے ہیں۔جناب محمد نواز شریف کی پہلی وزارتِ عظمیٰ کے دوران آپ مذہبی امور کے وفاقی وزیر بھی رہے ہیں۔

۱۹۵۲ء میں جب بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے رپورٹ (B.p.C. Report) پیش کی اور صدرِ مملکت کے مسلمان قرار دیئے جانے کے باوجود مسلمان کی تعریف نہ کی تو مولٰنا نیازی نے ایک جامع مسودہ آئین خلافت پاکستان پیش کیا جو اس وقت کے تمام اہم اخبارات میں شائع بھی ہوا۔دراصل مولٰنا کی عملی زندگی میں یہی وہ انقلابی کارنامہ ہے جو آپ کو دوسرے علماء وقائدین سے ممتاز و ممیز کرتا ہے۔ اس مسودہ آئین میں آپ نے مسلم قومیت کی بنیاد عقیدۂ ختم نبوت پر رکھی اور غیر مسلموں کے لئے ذیلی ایوان تجویز کیا۔دوسرے لفظوں میں آپ کا مسودۂ قانون بی پی سی رپورٹ پر زبردست تنقید تھی اور یہی تنقید بالآخر تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی بنیاد بنی جس میں مولٰنا عبدالستار خان نیازی نے مرکزی کردار ادا کیا۔مارشل لاء حکومت کی طرف سے آپ کے لئے موت کا اعلان ہوا' ازاں بعد سزا ختم کردی گئی اور آپ مردِ غازی کا لقب پاکر رہا ہوگئے۔

آپ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت ونزاکت پر نہایت مؤثر انداز میں اظہار خیال فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہر محب اسلام کا یہ فرض ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ کو دوسرے تمام مسائل پر ترجیح دے۔اگر ہم ناموس ختم نبوت کو محفوظ رکھنے کے ذریعے اپنی بقا کا اہتمام کرلیتے ہیں تو توحید' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' قرآن' شریعت کسی اصول دین کو ضعف نہیں پہنچ سکتا۔لیکن خدانخواستہ مستشرقین یا منافقین اس تعریف کو ہماری لوح قلب سے ذرا بھی اوجھل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں (کہ اسلام

محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو کچھ نازل ہوا اس کی غیر مشروط اتباع کا نام ہے) تو پھر نہ ناموس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارا ایمان برقرار رکھنے میں مدد دے سکتا ہے' نا ولائے اہل بیت ہماری نجات کے لئے کافی ہوسکتی ہے' نہ ہی قرآن کے اوراق میں ہمارے لئے ہدایت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی نسبتیں جاری رہ جاتی ہیں' نہ ہی علماء کرام کی تدریس و وعظ میں اثر باقی رہ جاتا ہے۔

نہیں نہیں صرف یہی نہیں خاکم بدہن امت محمد یہ ﷺ ملل میں تقسیم ہو جاتی ہے' ملتیں حکومتوں میں بٹ جاتی ہیں اور حکومتیں گروہوں کی سازشوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں' خاندان ملت سے خارج ہو جاتے ہیں خود خاندان کے اندر صلہ رحمی قطع رحمی سے مبدل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر خاتم النبیین ﷺ ایک نہیں تو پھر شریعت ایک نہیں۔ جب شریعت ایک نہیں تو حلال وحرام کی تمیز نہیں اور جب حلال وحرام کی تمیز نہیں تو باپ' بیٹے' ماں' بہن' خاوند' بیوی غرض دنیا کے سب رشتے اپنی تقدیس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ختم نبوت کا انکار آسمان پر فرشتوں کا انکار ہے' زمین پر قبلہ اور حج کا انکار ہے۔ سیاست میں مسلمانوں کے غلبے اور جداگانہ وجود کا انکار ہے۔ غرض ختم نبوت کے انکار سے مسلمانوں کے مسلمان ہونے کا انکار ہے۔ یہاں پہنچ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے' قلم ٹوٹ جاتا ہے اور الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔"

آپ کی ردِ مرزائیت کے بارے میں اہم خدمات کا مختصر اً ذکر کیا جاتا ہے:۔ ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کو تحریک ختم نبوت ۵۳ء کے تناظر میں لکھنے کے لئے تحریک ۵۳ء پر اجمالی نظر ڈالنا بہت مفید رہے گا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا مختصر پس منظر:

۱۷۔۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانیوں نے ایک جلسہء عام منعقد کیا۔ اس جلسہء عام میں پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے "زندہ اسلام اور مردہ اسلام" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے اسلام کو مردہ اور قادیانیت کو زندہ اسلام کہہ ڈالا۔ مسلمان عوام مشتعل

ہو گئے۔ پولیس نے عوام پر لاٹھی چارج کیا مگر عوام پولیس کا ظلم و تشدد برداشت کر کے بھی جلسہ کو درہم برہم کرنے اور بالآخر ختم کروانے میں کامیاب ہوئے۔

اس قادیانی جلسہ کی صدائے بازگشت کے طور پر ۳ جون ۱۹۵۲ء کو تھیوسوفیکل ہال کراچی میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں پہلی مرتبہ مندرجہ ذیل تین مطالبات متعین کئے گئے اور طے پایا کہ ان مطالبات کی منظوری کا طریقہ کار طے کرنے کے لئے ایک آل مسلم پارٹیز کنونشن بلایا جائے۔ مطالبات یہ تھے:

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ پاکستان کے غیر مسلم قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان سے وزارت واپس لی جائے۔

۳۔ تمام کلیدی آسامیوں سے قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔

آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن بورڈ کی تجویز پر مولٰنا احتشام الحق تھانوی نے ۱۶۔۱۷۔۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن طلب کر لیا۔ کنونشن میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ڈیڑھ پونے دوسو کے قریب علمائے کرام اور راہنمائے عظام نے شرکت فرمائی۔ اس کنونشن کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء میں قادیانیوں اور حکومت کے رویہ سے متعلق آٹھ قراردادیں پاس ہوئی۔ مولٰنا عبدالحامد بدایونی کی سربراہی میں پانچ علمائے کرام پر مشتمل ایک وفد بھی تیار کیا گیا جو اپنے مطالبات کی منظوری کے لئے آخری بار خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان سے ملاقات کرے۔ وفد کی سربراہی مولٰنا عبدالحامد بدایونی نے فرمائی۔ اس وفد نے خواجہ ناظم الدین صاحب سے ۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء کو ملاقات فرمائی اور ان کو اپنی پرانی ملاقاتوں کے حوالہ سے یاد کرایا کہ ہم لوگ کب سے آپ کے دولت کدہ کے چکر لگا رہے ہیں اور آپ ہمیں ہر بار حسین و دلفریب وعدوں پر ٹرخا رہے ہیں۔ اب ہمارے مطالبات منظور کر لو ورنہ ایک ماہ بعد ہم آپ کے خلاف احتجاجاً راست اقدام کرنے پر مجبور ہونگے۔ لیکن خواجہ صاحب نے مطالبات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور وہی پرانا بہانہ دھرایا کہ اگر ظفر اللہ خان کو ناراض کیا گیا تو امریکہ ناراض ہو کر ہماری پشت پناہی چھوڑ دے گا اور ہم کشمیر کے محاذ پر اکیلئے رہ جائیں گے۔ راہنمایانِ مجلس عمل اور عوام دونوں کو معلوم تھا کہ ایک ماہ کا الٹی میٹم گزر جائے گا مگر

وزیراعظم صاحب مطالبات تسلیم نہ کریں گے چنانچہ ہر دو گروہوں نے حکومت کے خلاف زبردست احتجاج کی تیاریاں شروع کردیں۔

۲۴۔۲۵۔۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو آرام باغ کراچی میں مجلسِ عمل کی طرف سے جلسہء عام کا انعقاد ہوا۔ جلسہ تین راتوں جاری رہا اور ہر وقت حکومت کی طرف سے صلح صفائی یا مطالبات مانے جانے کا انتظار کیا جاتا رہا مگر حکومت کا ارادہ کچھ اور ہی تھا۔ چنانچہ ۲۶ فروری کی رات (۲۶ اور ۲۷ فروری کی درمیانی رات) کو قائدین مجلس عمل جلسہ ختم ہونے کے بعد دفتر ختم نبوت میں آ کر سونے کی تیاری فرما رہے تھے کہ پولیس نے گرفتار کرلیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ کا باقاعدہ آغاز۔

۲۶۔۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی رات جب حکومت نے مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کی قیادت کو گرفتار کرلیا تو عوام بھپر گئے اور گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کراچی میں تو گرفتاریاں ہونا ہی تھیں۔ زندہ دلانِ لاہور انتہائی زیادہ مشتعل ہوگئے ہزاروں کی تعداد میں رضا کار ایک ہی دن میں گرفتاری پیش کرنے کے لئے حاضر ہوگئے۔ حکومت کا خیال تھا کہ جب اعلیٰ قیادت گرفتار کرلی گئی تو عوام خود بخود خاموش ہوجائیں گے۔ مگر یہ حکومت کی خام خیالی تھی۔ قائدین تحریک نے عوام کو اتنا متاثر کررکھا تھا کہ ان کے گرفتار ہوتے ہی عوام سڑکوں پر نکل آئے اور اپنے مطالبات کے حق میں گرفتاریاں پیش کرنے لگے۔ مجلس عمل کا پروگرام تھا کہ صوبائی حکومت سے ٹکر نہ لی جائے بلکہ معاملہ مرکزی حکومت کا ہے لہٰذا مرکزی حکومت سے احتجاج کرنے کے لئے تمام رضا کار قافلوں کی شکل میں کراچی جائیں اور گرفتاریاں پیش کریں مگر اس پروگرام کی تشہیر نہ ہوسکی تھی چنانچہ لوگوں نے لاہور کا رخ کرلیا لاہور میں گرفتاریاں شروع ہوگئیں چنانچہ تحریک کا مرکز کراچی کی بجائے لاہور بن گیا۔ اور لاہور کے تمام اہم بازاروں اور مساجد میں جلسے جلوس شروع ہوگئے۔ تحریک کا مرکز مسجد وزیر خاں بن گیا کیونکہ تحریک کے اصل قائد مولنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ جو کہ گرفتار ہو چکے تھے اسی مسجد کے خطیب تھے اور اب آپؒ کے نوعمر صاحبزادے مولنا خلیل احمد قادریؒ تحریک کی قیادت کررہے تھے۔ چنانچہ پورے پنجاب کا رخ

''جامعہ مسجد وزیر خان لاہور'' کی جانب ہو گیا۔ عوام نے گرفتاریاں پیش کرنی شروع کر دیں حکومت گرفتار شدگان کو بجائے جیل بھیجنے کے لاہور سے بیس پچیس میل دور ویران علاقوں میں چھوڑ دیتی اور وہ بے چارے پیدل سفر کرتے ہوئے دوبارہ لاہور پہنچ کر حکومت کی کمینگی کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو مولٰنا مودودی کے مکان پر ایک میٹنگ ہوئی مولٰنا مودودی کے انکار کے بعد تحریک کی قیادت باقاعدہ طور پر مولٰنا خلیل احمد قادری' مولٰنا عبدالستار نیازی' مولٰنا بہاالحق قاسمی اور مولٰنا احمد علی لاہوی نے سنبھال لی ۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں فوج طلب کر لی گئی اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔ ۴ مارچ کو پولیس نے عوام پر زبردست لاٹھی چارج کیا۔ مظاہرین لاٹھی چارج ہونے پر سڑک پر لیٹ گئے اسی دوران ڈی ایس پی فردوس شاہ نے ایک نوجوان کو جس کے گلے میں حمائل شریف لٹکی ہوئی تھی ٹھوکر ماری حمائل شریف دور جا گری۔ بس پھر کیا تھا عوام میں جوش وخروش اور زیادہ بھڑک اٹھا لوگوں نے قرآن پاک کی بے حرمتی برداشت نہ کی اور مشتعل ہو گئے۔ قائدین تحریک نے عوام کو سنبھالا اور پرسکون و خاموش کرایا۔ اسی روز دو اہم واقعات اور ہوئے۔ ایک تو چوک دالگراں والے جلوس میں ہی ایک معصوم بچے کو پولیس نے اس قدر پیٹا کہ وہ جاں بحق ہو گیا اور پولیس ننھے شہید کی لاش ہضم کر گئی دوسرے چند مرزائی نوجوان فوجی وردی میں ملبوس جیپ میں سوار ہو کر آئے اور جہاں کہیں لوگوں کا ہجوم یا جلسہ جلوس نظر آتا یہ جیپ ان پر اندھا دھند فائرنگ کرتی ہوئی گزر جاتی۔ ۴ مارچ کو عوام ۳ مارچ کو ہونیوالے تینوں واقعات کی بدولت سخت مشتعل ہو کر نکلے۔ اسی دوران مذکورہ ڈی ایس پی فردوس شاہ مسجد وزیر خان کے قریب عوام کے ہتھے چڑھ گیا اور لوگوں نے اسے قتل کر کے لاش گندے نالے میں پھینک دی۔ اب ایک طرف بپھرے ہوئے عوام تھے دوسری طرف سرکاری حکم کی پابند مسلح پولیس اور فوج تھی۔ عوام پر ظلم کی انتہا کر دی گئی لیکن عوام اپنے کسی بھی مطالبے سے دستکش ہونے کو تیار نہ تھے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے آپس میں اختلافات تھے چنانچہ دونوں گروپ ایک دوسرے سے مشورہ بھی نہ کرتے تھے۔ نتیجتاً بے گناہ عوام کا قتل جاری رہا ۵ مارچ کو تو ظلم اپنی انتہا تک پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ اس ظلم کے خلاف تمام سرکاری اداروں نے بھی ہڑتال کر دی۔ اس پس منظر میں مجاہد ملت کا کردار ملاحظہ فرمائیے:

۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی نے اپنا مرکزی دفتر مسجد وزیر خاں لاہور میں قائم کیا۔ آپ

کی کوشش یہ تھی کہ تحریک تشدد کی راہ اختیار نہ کرے' اس لئے آپ نے تمام رضا کاروں کو یہی ہدایت دی کہ پرامن اور منظم رہنا ہے۔ تصادم اور کسی قسم کی بھی گڑ بڑ سے گریز کرنا ہے۔ نعرے مثبت ہونے چاہئیں مثلاً

(۱) ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے برطرف کیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

(۳) آئین میں ترمیم کی جائے۔

(۴) قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔

مولانا نیازی نے لاہور میں اجتماعات کیلئے دو مراکز بنا رکھے تھے۔ ایک دہلی دروازہ جہاں دن کو جلسہ ہوتا تھا' دوسرے مسجد وزیر خان جہاں نماز عشاء کے بعد جلسہ ہوتا تھا۔ لوگ پنجاب اور سرحد سے قافلہ در قافلہ مسجد وزیر خاں میں آ رہے تھے۔ مولانا نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد مسجد وزیر خاں میں ایک مجلس عمل قائم کر دی تاکہ تحریک کو مؤثر بنایا جا سکے۔ کراچی میں ایک سویلین سرکاری افسر سے مولانا کا رابطہ تھا جو تحریک کے متعلق ان کو حکومت کے عزائم اور پالیسیوں سے قبل از وقت خبردار کر دیتا تھا۔ وہ صاحب محکمہ خوراک میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ انہی نے مولانا کو پیغام بھیجا کہ کراچی میں پانچ پانچ آدمیوں کی گرفتاریاں پیش کرنے کی بجائے لاہور میں تحریک چلائیں۔

۴ مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو مولانا نے ایک ایک سو رضا کاروں کے تین جتھے مسجد وزیر خان میں ترتیب دیئے۔ ان میں سے ایک جتھے کو ضلع کچہری' ایک کو سیکرٹریٹ اور ایک کو گورنر ہاؤس روانہ کیا۔ جتھے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ پچھتر ۷۵ آدمی اس کے اندر ہوتے تھے اور ان کے گرد پچیس ۲۵ آدمیوں کا گھیرا ہوتا تھا تاکہ کوئی غیر آدمی اندر آ کر تخریبی کارروائی نہ کر سکے۔ ان جتھوں کو ہدایت کی تھی کہ پرامن رہیں اور پولیس سے متصادم نہ ہوں۔ اگر پولیس راستہ میں حائل ہو تو راستہ بدل لیں۔ جتھوں کے لئے مثبت نعرے تیار کئے گئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ آپ لوگوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے جانا ہے۔ اگر لاٹھی چارج کیا جائے تو لاٹھیاں کھاؤ مگر بڑھتے جاؤ۔ گولی چلے تو منتشر ہو کر گلیوں کے اندر چلے جاؤ اور اگلے چوک میں پھر جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ ایک جتھہ بخیر و عافیت ضلع کچہری پہنچ گیا۔

سول سیکرٹریٹ والا جتھہ بھی گرفتاریوں کے بعد اپنی منزل تک پہنچ گیا اور اس نے وہاں کام بند کرادیا۔ گورنر ہاؤس جانے والا جتھہ جب چوک دالگراں میں پہنچا تو پولیس نے لاٹھی چارج کر دیا جیسا کہ ابھی گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے۔ لاٹھی چارج ہونے پر جتھے میں شامل سب رضا کارز مین پر لیٹ گئے۔ پولیس نے بے تحاشا لاٹھیاں برسائیں' ایک نوجوان نے گلے میں حمائل شریف لٹکا رکھی تھی۔ فردوس علی شاہ ڈی ایس پی نے اس نوجوان کو ایسی بری ٹھوکر ماری کہ حمائل شریف دور جا گری' نوجوان تڑپ کر حمائل شریف اٹھانے کو اٹھا تو ظالم اور بدبخت ڈی ایس پی نے پورے زور سے ڈنڈے برسائے۔ اس پر لوگ مشتعل ہو گئے۔ مختصر یہ کہ یہ جتھہ گورنر ہاؤس نہ پہنچ سکا۔ کچھ لوگ گرفتار ہو گئے اور کچھ واپس لوٹ آئے جبکہ دوسرے دونوں جلوس بخیریت منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔ مولٰنا نیازی نے اپنا ہیڈ کوارٹر مسجد وزیر خان کو بنا رکھا تھا مسجد کے جنوبی حصے میں واقع ایک حجرے میں بیٹھ کر مولانا نیازی رضا کاروں کو ہدایات دیا کرتے تھے' ان کی ڈیوٹیاں لگاتے تھے۔ مغرب کی نماز میں شریک ہونے والے مولانا نیازی آخری آدمی ہوتے تھے۔ پولیس والوں نے یہ سکیم بنائی کہ جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو مولانا نیازی پر ہلہ بول کر انہیں گرفتار کرلیا جائے' اس سے تحریک خود بخود ختم ہو جائیگی۔

پولیس والوں نے مسجد کی پچھلی جانب سے سیڑھیاں لگا کر اندر اترنا چاہا تو رضا کاروں نے مولانا نیازی کو اطلاع کر دی۔ مولٰنا نے رضا کاروں سے کہا کہ اس وقت کوئی مسجد کے اندر نہ آنے پائے۔ رضا کار نوجوانوں نے سیڑھی پر چڑھ کر مسجد کے اندر آنیکی کوشش کرنیوالے سپاہی کو سیڑھی سمیت پوری قوت سے واپس دھکیل دیا۔ وہ سیڑھی سمیت دور جا گرا مولٰنا نیازی کو اندازہ ہو چکا تھا۔ اب تحریک فیل ہو جائیگی کیونکہ اس میں تشدد آ گیا تھا۔ ڈی ایس پی کے قتل کے بعد تحریک پرامن نہیں رہی تھی۔ پھر ایک مصیبت یہ بھی ہوئی کہ کچھ لوگ اس تحریک کے ذریعے اپنا سیاسی کیریئر بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس قسم کا پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ مولٰنا نیازی نے اپنی متوازی خلافت قائم کر لی ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے بعد مولانا نیازی نے جلسہ میں اس کی تعزیت کی اور کہا کہ ہمیں اس کی موت کا افسوس ہے کہ وہ بیچارہ مارا گیا۔ اس کے باوجود میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وزیراعلیٰ پنجاب نے

اس قتل کو ایکسپلائٹ کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ لاہور میں رائے نصر اللہ خاں نامی ایک ایم ایل اے ہوتے تھے۔ انہوں نے مولانا نیازی کو اطلاع دی کہ آپ کے خلاف فردوس شاہ کے قتل کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ اس پر مولانا نیازی نے کہا جو اللہ کو منظور ہے وہی ہوگا۔ مولانا نے فردوس شاہ کی موت پر تعزیتی ریزولیشن منظور کرنے کے علاوہ رضا کاروں کو بھی پرامن رہنے کی ہدایت کردی تھی۔

فردوس شاہ کے قتل کے واقعہ کے بعد پولیس نے مجاہدین پر بے تحاشا تشدد کیا ور بے حد فائرنگ کی۔ قادیانی بھی فوج اور پولیس کی وردی میں باہر سے آ کر فائرنگ میں شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر مسلمان کارکنوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔

۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو حکومت نے شرارت کر کے ایک پوسٹر نکالا کہ آج مولٰنا محمد عبدالستار خاں نیازی، نماز جمعہ شاہی مسجد میں پڑھائیں گے۔ ان کا مقصد مجاہدین کی قوت کو تقسیم کرنا تھا۔ مولانا نیازی نے اپنے ایک سرفروش کارکن بشیر احمد مجاہد سے کہا کہ اس پوسٹر کی تردید کرو۔ اس نے ایک ٹیکسی لی۔ اس پر لاؤڈ سپیکر لگایا اور تمام شہر میں اعلان کر کے پوسٹر کی تردید کردی۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ جمعہ کی نماز بدستور مسجد وزیر خاں میں ہی ادا کی جائے گی۔

اسی روز جمعہ سے قبل خلیفہ شجاع الدین (ف ۱۹۵۵ء) سپیکر پنجاب اسمبلی، بیگم سلمٰی تصدق حسین اور بعض دوسرے اکابرین شہر ایک وفد کی صورت میں مولانا نیازی کے پاس گورنر پنجاب مسٹر آئی آئی چندریگر (م ۱۹۶۰ء) کا پیغام لائے کہ صوبائی حکومت، تحریک کے مطالبات سے اتفاق کرتی ہے اور اس سلسلہ میں ایک وزیر اور ایک اعلٰی افسر کو مرکزی حکومت سے بات چیت کرنے کے لئے کراچی بھیج دیا ہے۔ صوبائی حکومت آپ سے بات چیت کرنے کے لئے تیار ہے۔

مولٰنا نیازی نے ارکانِ وفد سے کہا کہ ہماری صلح اور بات چیت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ

(۱) ہمارے گرفتار شدہ آدمیوں کو رہا کر دیا جائے۔

(۲) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) مرکزی حکومت کو قائل کرنے کے ایک آدمی ہمارا اور ایک پنجاب کا مرکزی حکومت کے ساتھ اس سلسلے میں مذاکرات کرے۔

(۴) ہماری تحریک پرامن رہے گی، لیکن آپ کو بھی ہماری تحریک ختم کرنے کی کوششیں بند کرنا ہوں گی، اس وقت لوگوں میں اتنا مذہبی جوش تھا کہ بیگم سلمیٰ تصدق حسین کو باہر نکالنے کے لئے مولانا نیازی نے برقعہ منگوا کر اسے پہنا کر رخصت کیا۔ ورنہ ڈر تھا کہ لوگ بے پردگی کے باعث ان پر حملہ کر دیں گے۔ مولانا نیازی نے اپنے رضا کاروں کی نگرانی میں انہیں مسجد سے باہر پہنچایا۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے وقت مولانا نے ایک تحریری تقریر تیار کی جس میں آپ نے اپنا مؤقف پیش کیا۔ اس موقعہ پر مسجد کے اندر سی آئی ڈی کی بھاری نفری موجود تھی بلکہ انہوں نے سٹیج پر خود قبضہ کرنے اور مولاناؒ کو سٹیج سے نیچے پھینکنے کی کوشش بھی کی۔

مولاناؒ کی وہ ایمان افروز اور باطل سوز تقریر آج بھی لاہور کے عاشقانِ رسولؐ کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ مسجد وزیر خاں کے میناروں پر لاؤڈ سپیکر باندھ دیئے گئے تھے جس سے مولاناؒ کی آواز باغبانپورہ تک کے لوگوں نے سنی۔ جنرل اعظم خاں (م۱۹۹۴ء) ان دنوں لاہور کا جی او سی تھا۔ مولانا نیازی نے اپنی تقریر میں اس پر واضح کیا کہ ''ہمارا عقیدہ ہمارے خون میں گردش کرتا ہے۔ ہمارے خون کے اندر ہمارے بزرگوں کی شجاعت موجود ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جو انگریز کے چودھویں رسالے میں شامل تھا، انگریز کے حکم پر بغداد میں گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا کہ ہم ہزاروں روپے خرچ کر کے پیران پیرؒ کے دربار میں آتے ہیں اور تم ہمیں یہاں گولی چلانے کو کہتے ہو۔ ہم یہاں گولی نہیں چلائیں گے۔ مولانا نے سلسلہء تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور تم اس کی پاداش میں ہم پر تشدد کرنا چاہتے ہو۔''

مولانا نیازی نے مزکورہ تجاویز پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور منظوری کا فیصلہ دیا۔ مگر ملحدوں اور بے دینوں کا مقصد علماء کو کچلنا تھا۔ اس لئے ادھر یہ بات چیت ہوئی اور ادھر وفد کے واپس لوٹتے ہی لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ مارشل لاء کے نفاذ میں سب سے زیادہ ہاتھ وزیر داخلہ سکندر مرزا (م۱۹۶۹ء) کا تھا۔ اس صورت حال سے کارکنوں کے حوصلے پست ہو گئے مگر مولانا نیازی نے رات کو مسجد وزیر خاں میں جلسہ کا اعلان کر دیا۔ حکومت نے مسجد کی بجلی کاٹ دی۔ جس سے مقررین بھی گھبرا گئے۔ مولانا نے اس رات تاریخی تقریر کی۔ ختم نبوت کا مذہبی اور سیاسی پس منظر بیان فرمایا اور مسجد

وزیر خاں کو نہ فتح ہونے والا قلعہ قرار دیا۔

مولانا نے لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک واقعہ سنایا کہ جب ابرہہ' مکہ کو فتح کرنے آیا تو اس کے ساتھ فوج کا بہت بڑا لشکر اور ہاتھی تھے۔ اس نے کہا کہ مکہ کے سردار سے میری بات کراؤ۔ اس موقعہ پر حضور سید عالم ﷺ کے اجدِ امجد حضرت عبدالمطلب کی لوگوں نے اس سے بات کرائی۔ ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ تیری فوج نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں۔ میرے اونٹ واپس کردو۔ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ میں تمہیں بڑا سمجھدار اور عقلمند آدمی سمجھتا تھا مگر آپ تو میری توقع کے خلاف نکلے ہیں۔ میں قریش کے مرکز اور تمہاری سیادت' عزت و احترام کا خاتمہ کرنے آیا ہوں اور تمہیں صرف اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے ایک یادگار جوابدیا تھا کہ میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی حفاظت خود کریگا۔ اَنَا رَبُّ الابل و للبیتِ رَبٌّ یَمۡنَعُہٗ۔

مولانا نے یہ مثال دیکر کہا کہ اللہ تعالیٰ' ناموس رسالت کا خود محافظ ہے۔ تمہیں تو جانثاری اور وفاداری کے اظہار کا موقع ملا ہے' وہ تمہارا محتاج تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کا خود محافظ ہے۔

۷ مارچ کو مولاناؒ نے مارشل لاء' دفعہ ۱۴۴ اور رات کو کرفیو کے باوجود گرفتاریاں دینے کے لئے چار چار افراد کی ٹولیاں روانہ کیں۔ ۸ مارچ کو بھی ایسا ہی کیا گیا۔ ۹ مارچ کو پنجاب اسمبلی کا سیشن شروع ہو رہا تھا۔ مولاناؒ' پنجاب اسمبلی کے رکن تھے لہذا اس کی تیاری میں لگ گئے کیونکہ سب دوستوں کی رائے تھی کہ آپ اسمبلی میں خود جا کر ختم نبوت ریزولیشن (Resolution) پیش کریں۔

مولاناؒ نیازی کا ان دنوں طریقہ یہ تھا کہ مسجد وزیر خاں میں رات کا جلسہ کر کے سب کارکنوں کو سلا کر' چوکی پر پہرہ بٹھا کر مسجد کے جنوب مغربی مینار سے سیڑھی کے ذریعہ ایک ساتھ والے مکان میں اترتے اور ایک دوسری جگہ جا کر سوتے تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد یہ واضح ہو گیا تھا کہ ان حالات میں تحریک نہیں چل سکتی۔ ۹ مارچ کو فیصلہ ہوا کہ سب لوگ گرفتاریاں پیش کر دیں۔ دریں اثناء مارشل لاء حکام مسجد کے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے مسجد' حجروں اور تالاب سے پانی نکال کر تلاشی لی اور پھر تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

اب مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ گرفتاری دینے کے بجائے پنجاب اسمبلی میں جائیں اور وہاں ختم نبوت کے سلسلے میں ارکانِ اسمبلی کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ہوا یہ کہ ادھر مولانا کے خلاف مقدمہء قتل درج کرلیا گیا اور اُدھر اسمبلی کا اجلاس ۱۶ مارچ تک کے لئے ملتوی ہوگیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گرفتاری سے بچنے کے لئے مولانا ایک ہفتہ کس طرح اور کہاں گزاریں؟۔

اندرون موچی دروازہ چینیا نوالی مسجد کے پاس ایک سکول میں میر یعقوب نامی ایک شخص رہتے تھے۔ تقریریں کرکر کے مولانا کا گلا بیٹھ گیا تھا' اس لئے وہاں گھی گرم کر کے گھی کی گدیاں مولانا کی گردن پر باندھ کر ٹکور کی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا' ہمارا مکان ایک قلعہ ہے آپ یہیں آ جائیں۔ یہیں سے ہم آپ کو پنجاب اسمبلی میں پہنچانے کا انتظام کرلیں گے۔ ۱۳ مارچ تک مولانا اسی مکان میں رہے۔ اس روز خبر ملی کہ اسمبلی کا اجلاس مزید ایک ہفتہ تک ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب یہ اجلاس ۲۲ مارچ کو ہوگا۔ مولانا نے میر یعقوب سے کہا کہ اب کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ اجلاس کے دوران انہیں اسمبلی ہال میں پہنچا دیا جائے کیونکہ اسمبلی ہال سے پولیس کسی شخص کو گرفتار نہیں کرسکتی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اسمبلی ہال کے باہر پولیس کا بڑا سخت پہرہ ہے' اس لئے ایسا نہیں ہوسکتا۔ مولانا نے کہا' پھر ایسا کریں کہ مجھے لاہور سے باہر نکالا جائے اور باہر سے لاہور آنے والی بس میں بٹھا دیا جائے اس زمانے میں قصور وغیرہ سے آنیوالی بسیں شارع فاطمہ جناح اور چیرنگ کراس سے ہوکر اسمبلی ہاؤس کے سامنے سے گزرا کرتی تھیں۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اسمبلی ہاؤس کے بالکل سامنے اتر کر دوڑ کر اندر چلے جائیں گے۔ پھر پولیس انہیں اسمبلی ہال کے اندر سے گرفتار نہیں کرسکتی۔ اس طرح وہ اسمبلی میں اپنا مؤقف پیش کرسکیں گے۔

میر یعقوب صاحب چار بھائی تھے۔ میر اسلم' میر اکرم اور میر اشرف۔ انہوں نے وہاں کے عبدالرحمٰن نمبردار سے مل کر باہر سے آنے والے گھسیاروں کے ساتھ مولانا نیازی کو لاہور سے باہر نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ایک ریہڑہ حویلی میاں خاں کے باہر سڑک پر کھڑا کردیا گیا۔ مولانا نے دیہاتیوں کی طرح چادر باندھ لی' پاؤں میں چپل تھی اور سر پر منڈاسا باندھ لیا۔ اس طرح بالکل دیہاتی بن گئے لاہور سے نکلنے کے بعد اوکاڑہ سے ہوتے ہوئے دوسرے دن پاکپتن شریف پہنچ گئے۔

۲۲ مارچ کو مولٰنا نیازی پاکپتن سے لاہور واپسی کے خیال سے قصور پہنچے اور شیخ فضل دین گلی مہتیانوالی کے مکان پر ٹھہرے۔ دن قصور میں گزرا۔ مولٰنا کا سرگرم کارکن بشیر احمد مجاہد بھی قصور پہنچ گیا۔ مولانا کا پروگرام یہ تھا کہ ۲۳ مارچ کی صبح قصور سے نکلیں گے اور بس میں بیٹھ کر اسمبلی ہاؤس پہنچ جائیں گے مگر شیخ فضل دین کے لڑکے محمد اسلم نے مخبری کر دی کہ مولانا نیازی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ ۲۳ مارچ کی صبح مولنٰا' فجر کی نماز کے لئے اٹھے تو پولیس پہنچ گئی او مولنٰا کو گرفتار کر لیا۔ اس پر اس لڑکے محمد اسلم نے پولیس سے کہا کہ مولانا کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی موجود ہے۔ چنانچہ بشیر احمد مجاہد کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

مخلصاں باشند دائم در خطر

امتحاں ہا ہست در راہ اے پسر

(مثنوی رومی سوم ۱۶۸)

پولیس مولنٰا اور بشیر احمد مجاہد کو قصور تھانہ میں لے گئی۔ ناشتہ وغیرہ وہیں کرایا گیا اور کار میں بٹھا کر شاہی قلعہ لاہور میں لیجایا گیا۔ وہاں مولنٰا کو دس نمبر کوٹھڑی میں رکھا گیا۔ ۲۳ مارچ سے ۱۹ اپریل تک اسی سیل میں پولیس والے مولانا کا بیان ریکارڈ کرتے رہے۔ دوراتیں مسلسل جگائے رکھا اور مطلقاً سونے نہ دیا۔ ایس پی' سی آئی ڈی چوہدری محمد حسین جو بعد میں ڈائریکٹر جنرل سی آئی ڈی بنے' مولنٰا کا بیان قلمبند کرتے رہے۔ وہ مولانا سے پوچھتے رہے کہ آپ نے فلاں فلاں تاریخ کو اپنی تقریر میں کیا کہا۔ مولنٰا بتاتے کہ میں نے یہ کہا' یہ کہا اور میرے دلائل ایسا کہنے کے یہ تھے۔ تیسرے روز چوہدری محمد حسین کہنے لگے۔ ''مولنٰا ان دلائل سے تو آپ دشمن کو بھی قائل کر لیں گے''۔

مولنٰا کے خلاف کئی لوگوں نے گواہیاں دیں۔ ایک ڈی ایس پی راجہ فضل داد بتا دیا کرتے تھے کہ مولانا! فلاں فلاں لوگوں نے آپ کے متعلق یہ گواہیاں دی ہیں ایک بار ایک ایس پی پولیس قلعہ میں گیا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ مولانا کو رات بھر جگائے رکھو۔ مولانا نوافل پڑھتے ہوئے جب سجدے میں جاتے تو پولیس کے سپاہی انہیں ہلانا شروع کر دیتے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید مولنٰا' سجدے میں سو جاتے ہیں شاہی قلعہ سے مولانا کو سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ مولانا کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں بھگت

سنگھ دت کو رکھا گیا تھا۔

۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء کو مولانا نیازی کیخلاف فوجی عدالت میں ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل اور بغاوت کا کیس چلا۔ الزام یہ تھا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے پولیس کو مسجد وزیر خاں کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر لوگوں سے کہا:

''پولیس کے کتے آ گئے ہیں' اب جانے نہ پائیں۔''

استغاثہ نے خون آلود مٹی اٹھا کر عدالت میں پیش کی جس میں پولیس کے بقول فردوس شاہ کا خون جذب ہوا تھا۔ مولانا نے اپنی صفائی میں کہا کہ قتل مسجد وزیر خاں کے دروازے کے باہر ہوا ہے اور میں موقع پر موجود نہیں تھا' میں تو مسجد کے اندر تھا۔ وہ کونسا خطیب یا مقرر ہے جو مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر تقریر کر رہا ہو جبکہ مجمع مسجد کے اندر ہو؟ پھر لاؤڈ سپیکر بھی مسجد کے اندر نصب ہے۔ اس لئے یہ الزام غلط ہے اور یہ پولیس کا پہلا جھوٹ ہے۔ پھر استغاثہ نے عدالت میں جو خون آلود مٹی پیش کی ہے یہ بھی فرضی ہے کیونکہ جب جائے قتل کا معائنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ فردوس شاہ کے مقامِ قتل پر مسجد کے باہر سیمنٹ کا فرش ہے۔ اس لئے مٹی کا ثبوت بھی جعلی ہے۔ استغاثہ اور صفائی دونوں جانب سے متعدد گواہ پیش ہوئے۔ یہ ساری کاروائی ۲۵ اپریل کو مکمل ہو گئی یعنی دس دن میں۔

مقدمہ بغاوت کے بعد مولانا نیازی کو خرابی صحت کی بنا پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا جو جیل کے اندر ہی تھا۔ ۷ مئی کی صبح کو سپیشل ملٹری کورٹ کا ایک آفیسر اور ایک کیپٹن فیصلہ سنانے کے لئے مولانا کو لینے آئے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل' مولانا نیازی کو ایک الگ کمرے میں لے گیا جہاں قتل کے الزام میں مولانا کے ساتھ نو آدمی اور بھی تھے۔ سب پر فردوس شاہ ڈی ایس پی کے قتل کا الزام تھا۔

ملٹری عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا! ''قتل کے الزام میں ہم آپ سب کو باعزت بری کرتے ہیں۔'' مولانا نیازی کے علاوہ نو آدمی جو اس کیس میں ملوث تھے وہ چلے گئے۔ مولانا کو ملٹری والوں نے روک لیا اور کہا: ''آپ پر بغاوت کا الزام بھی ہے؟ مولانا نے جواب دیا'' ''ہاں الزام تو ہے''۔ اس پر انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکالا کہ تمہارے متعلق یہ فیصلہ ہے۔

You will be hanged by neck till you are Dead.

''تمہاری گردن پھانسی کے پھندے میں اس وقت تک لٹکائی جائے گی' جب تک تمہاری موت واقع ہو جائے''۔

اس جواب میں مولانا نے فرمایا:

"Is that all?I was prepared to take more than that. If I would have got one hundred thousand lives, I would have laid down those lives for the cause of holy prophet Muhammad may the peace and glory of God be upon him.

''یہی کچھ خبر لائے ہو' اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں ہوتیں تو میں ان سب کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر قربان کر دیتا''۔

امتحان پاک مرداں از بلاست
تشنگاں را تشنہ تر کردن رواست

آرڈر سناتے ہوئے افسر نے کہا:

افسر:۔''اس پر دستخط کر دیجئے۔'' please sign it.

مولانا نیازی:۔ I will sign it when I kiss the Rop

''میں جب پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت اس پر دستخط کرونگا۔''

افسر:۔ You will have sign it.

''تمہیں اس پر دستخط کرنے ہوں گے''۔

مولانا نیازی:۔

I have already told you that I will sign it when I kiss the Rop. I am in your cluches and am behind the bars. Take me to the Gallows and hange me.

''میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس وقت پھانسی کے پھندے کو بوسہ دوں گا۔ اس وقت

دستخط کروں گا۔ میں جیل میں ہوں آپ کے چنگل میں ہوں مجھے لے جاؤ اور پھانسی دے دو"۔

افسر:۔

MR, Niazi !our officers will inquire from us whether you were served with the notice of death warrant.

مسٹر نیازی! ہمارے آفیسر ہم سے پوچھیں گے کہ تم نے موت کے وارنٹ کا نوٹس دیا ہے یا نہیں تو میں کیا جواب دونگا"۔

مولانا نیازی:۔

If you so fear from your officers, well, I sign it for you.

"اگر آپ کو اپنے افسران کا خوف ہے تو میں آپ کی خاطر اس پر دستخط کئے دیتا ہوں"۔

چنانچہ مولانا نیازی نے بڑی اطمینان سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخطوں کے ساتھ ۷ مئی ۱۹۵۳ء کی تاریخ بھی درج کر دی۔ افسر نے آپ کی ہمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ تم میری ہمت (Morale) کے بارے میں پوچھتے ہو وہ تو آسمان سے بھی بلند ہے' تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے"۔

کسی کی زندگی میں اگر یہ مرحلہ آ جائے تو معمولی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم فرما کر مولانا نیازی کو اس وقت بہت حوصلہ دیا۔ افسر کے جانے کے بعد مولانا جب کمرے میں اکیلے رہ گئے تو ان کا حوصلہ بہت بلند تھا۔ تائید ایزدی سے ان کو سورۃ ملک کی یہ آیت یاد آ گئی:۔

"خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً (الملک۔۲)

"اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے"۔

مولانا نیازی نے اس آیت سے یہ تاثر لیا کہ موت و حیات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ لوگ میری زندگی کا سلسلہ منقطع نہیں کر سکتے۔ اگر اس مقصد کیلئے جان بھی جائے تو اس سے بڑی زندگی کیا ہو سکتی ہے"۔

اس کے ایک لمحہ بعد مولانا پر خوف کا حملہ ہوا مگر پھر فوراً یہ شعر ان کی زبان پر آ گیا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

مولانا وجد کی حالت میں یہ شعر بار بار پڑھتے اور جھومتے۔

در رہِ حق ہر چہ پیش آید نکوست

مرحبا نا مہربانی ہائے دوست!

(جاوید نامہ۔۵۰)

عشق را در خون تپیدن آبروست

آرہ و چوب و رسن عیدین اوست!

(ایضاً)

مردِ حق بین جذ بحق خود را ندید

لا الٰہ می گفت و در خون می تپید!

(ایضاً)

اسی عالم میں آپ کمرے سے باہر آ گئے تو جیل سپرنٹنڈنٹ مہر محمد حیات نے یہ خیال کیا کہ ملٹری کورٹ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا:

''نیازی صاحب مبارک ہو آپ بری ہو گئے''۔!

اس کا خیال تھا کہ فردوس شاہ کے قتل میں مولانا کے ساتھ نو مجرم بری ہو گئے تھے لہٰذا مولانا بھی بری ہو گئے ہوں گے۔ مولانا اس کی بات سن کر مسکرائے اور کہا: ''میں اس سے بھی آگے نکل گیا ہوں''۔ اس نے کہا کیا مطلب؟ مولانا نے فرمایا: حضور سید عالم ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی فہرست کے کسی کونے میں میرا نام بھی اب ضرور شامل ہو گا''۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

(ارمغان حجاز۔۵۹)

مولانا کی سزائے موت کی خبر پر عالم اسلام میں سخت اضطراب پیدا ہوا' اندرونِ ملک بھی

زبردست احتجاج ہوا۔ ادھر جیل میں قیدی آپ کو دیکھ کر روتے تھے۔ جب آپ کو پھانسی کی کوٹھڑی میں لے جایا گیا تو آپ نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ کتنے عاشقانِ رسول (ﷺ) جامِ شہادت نوش کر رہے ہیں! اگر میں بھی اس نیک مقصد کے لئے جان دے دوں تو میری یہ خوش قسمتی ہوگی لہٰذا رونے کی بجائے میرے لئے استقامت کی دعا کرو۔

تحریک ختم نبوت کے دوران دیوبندی مکتبہء فکر کے مشہور عالم دین مولنا تاج محمود فیصل آبادی (ف ۱۹۸۴ء) بھی گرفتار ہو کر شاہی قلعہ لاہور میں آئے۔ ان کو مولنٰا نیازی کی کوٹھڑی کے قریب ہی ایامِ اسیری گزارنے کا موقعہ ملا۔ وہ مولنٰا نیازی کی شجاعت اور جگرداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قلعہ کی اسیری کی ابتدائی راتیں بڑی ہولناک ہوتی ہیں۔ مگر خوش قسمتی سے پہلی ہی رات میرے دل سے قلعہ کی دہشت کافور ہوگئی اور وہ اس طرح کہ میری کوٹھڑی کی سنگین دیواروں سے ایک گرجدار آواز ٹکرائی۔ میں نے یہ آواز پہچان لی۔ مولانا نیازی اپنی پاٹ داری آواز میں مولانا رومؒ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما

(روزنامہ "نوائے وقت لاہور بابت ۲۰/ جنوری ۱۹۸۵ء)

۷ سے ۱۴ مئی ۱۹۵۳ء تک مولنٰا نیازی پھانسی کی کوٹھڑی میں رہے۔ آپ کا زیادہ تر وقت نماز و نوافل میں گزرتا تھا۔ جیل میں خود اذان دیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ مکتوباتِ امام ربانیؒ آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اگرچہ ملٹری والوں نے مولانا کو سزائے موت سناتے ہوئے بڑا ڈرامہ کیا۔ مولانا سے سزائے موت کے پروانے پر باقاعدہ دستخط کرائے گئے۔ پھر اس کی عبارت خاصی خوفناک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر و استقامت دی۔ فوجیوں نے سزائے موت سنائے جانے کے بعد مولانا کے مورال اور رویے کی بہت تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ ہم نے ایسا بہادر آدمی آج تک نہیں دیکھا۔ اس نے سزائے موت کو پامردی سے سنا۔ ہمارے جرنیل بھی ایسے بہادر نہیں ہوتے۔ شاید اسی باعث ان لوگوں کا مولنٰا سے جذباتی لگاؤ ہو گیا تھا۔

جاں نگنجد در جہاں اے ہوش مند
مردِ حر بیگانہ از ہر قید و بند

(جاوید نامہ ۶۳)

۱۴ مئی ۱۹۵۳ء کو سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہوگئی تو جذباتی کارکن ایک دوسرے کو مبارک دینے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہے۔ کسی نے بھی کاغذات مکمل کرانے کی جانب توجہ نہ دی۔ چنانچہ کوٹھی ٹوٹنے کے باوجود مولانا کو مزید ایک رات پھانسی کی کوٹھڑی میں رہنا پڑا۔ ۱۵ مئی کو مولانا سات دن اور آٹھ راتیں پھانسی کی کوٹھڑی میں گزارنے کے بعد گوراوارڈ میں منتقل ہوگئے۔ یہ سنٹرل جیل لاہور کا مشہور وارڈ تھا۔

سزائے موت کو عمر قید اور پھر عمر قید کو چودہ سال قید بامشقت میں تبدیل کرنے کے بعد گورنمنٹ نے ایک آرڈر نکالا جس کے تحت مولانا اس سزا کے خلاف اپیل کرسکتے تھے۔ مگر مولانا نے اپیل نہ کی۔ جسٹس محمد شریف نے ازخود سارا کیس دیکھا اور سزا کم کر کے تین سال کردی جون ۱۹۵۴ء میں مولنا کو راولپنڈی جیل منتقل کر دیا گیا۔ فروری ۱۹۵۵ء میں واپس لاہور جیل میں لایا گیا۔ اس کے بعد مولانا نے عدالت عالیہ میں رٹ کی کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے اسے گورنر جنرل کی منظوری حاصل نہیں ہوسکی تھی کیونکہ مجلس آئین ساز جو قانون ساز بھی تھی پہلے توڑ دی گئی۔ یہی صورت راولپنڈی سازش کیس کی تھی جس کے تحت فیض احمد فیضؔ (ف ۱۹۸۴ء) اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ چنانچہ مولانا نے عدالت میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ جس قانون کے تحت ہمیں سزا دی گئی ہے وہ قانون' قانون ہی نہیں ہے۔ یوں ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو دو سال سے زیادہ عرصہ جیل کاٹ کر مولنا ضمانت پر رہا ہوئے۔ بعد ازاں مئی ۱۹۵۵ء میں آپ کو اس کیس سے باعزت بری کر دیا گیا۔

قید کے دنوں میں مولنا نیازی صاحب کو سوت کاتنے کی مشقت دی گئی ایک روز مولنا صاحب مشقت فرماتے ہوئے بے ہنگم روئی تھامے موٹا موٹا کات رہے تھے کہ جیل سپرینٹنڈنٹ شیخ اکرم صاحب دوسرے جیل حکام کی معیت میں آنکلے اور مولنا صاحب کو اس حالت میں دیکھ کر ذرا تحکمانہ لہجہ میں بولے۔

آپ موٹا کات رہے ہیں نیازی صاحب!

آپ نے اسی انداز میں جواب فرمایا۔

ہاں جناب تا کہ تمہاری سمجھ میں آجائے۔(شمع ختم نبوت کے پروانوں کی باتیں۔صفحہ ۲۳ از طاہر رزاق)

رہائی کے دو ماہ بعد شیرانوالہ گیٹ لاہور کی جامع مسجد میں مولانا نیازی نے پھر مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کی جس پر ''بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء کے تحت نظم ونسق میں فتور ڈالنے' داخلی طور پر اضطراب پیدا کرنے اور مسلح بغاوت کے الزام میں ۸ جولائی ۱۹۵۵ء کو پیپلز ہاؤس لاہور کے اسی کمرے یعنی کمرہ نمبر ۴ بی بلاک سے گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال میں بھیج دیا گیا۔ جہاں مولانا کو بحیثیت شاہی قیدی(State prisoner) رکھا گیا۔اس زمانے میں ایم اے فاروقی سیکرٹری داخلہ اور سکندر مرزا(۱۹۶۹ء)وزیر داخلہ تھے۔مولانا کو اے کلاس دی گئی۔

بنگال ریگولیشن کے خلاف چارہ جوئی کی کوئی صورت نہیں تھی' تاہم مولانا نے اپنے دوستوں کو چار پانچ کاغذوں پر دستخط کر کے دے دیئے تھے تا کہ اگر وہ چاہیں تو عدالت سے رجوع کر سکیں سابق جسٹس ذکی الدین پال' میاں محمود علی قصوری (ف ۱۹۸۷ء) آفتاب فرخ اور محمد اسمٰعیل بھٹی جیسے نامور قانون دانوں نے آپ کے مقدمہ کی پیروی کی اور ۲۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو جسٹس محمد رستم خاں کیانی (ایم آر کیانی' ف ۱۹۶۲ء) نے آپ کی گرفتاری کو خلاف قانون قرار دیکر آپ کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔یاد رہے کہ ساہیوال سنٹر جیل میں مولانا نیازی کو ایئر کنڈیشنر کی پیش کش کی گئی تو آپ نے کہا:

''اگر سکندر مرزا اپنی جیب خاص سے کرتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں قومی خزانہ پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا''۔

۲۹ دسمبر ۱۹۵۷ء کو پنجاب یونیورسٹی نے ''بین الاقوامی اسلامی مذاکرہ'' منعقد کیا جس میں دنیا بھر سے مستشرقین کو مدعو کیا گیا تھا۔علامہ علاءالدین صدیقی (ف ۱۹۷۷ء) اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں شعبہء اسلامیات کے سربراہ تھے۔میاں افضل حسین (ف ۱۹۷۰ء) وائس چانسلر تھے۔ان لوگوں نے قادیانی رہنما چوہدری ظفر اللہ خاں (ف ۱۹۸۵ء) کو ہیگ سے بلوایا۔اس نے اسلامی شریعت کے

موضوع پر خطاب کرنا تھا۔ مولانا کے نزدیک یہ بات بہت قابل اعتراض تھی۔ اول تو چوہدری ظفر اللہ خاں اسلام کی وکالت نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ مستشرقین ہر مسئلے پر بحث کر سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول و مسلماتِ دین جو طے شدہ ہیں ان پر بحث نہیں کی جا سکتی۔ جیسے خدا ایک ہے' حضرت محمد ﷺ نبی آخر الزمان ہیں' قرآن حکیم الہامی کتاب ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جہاں مقالات کا ترجمہ انگریزی اور عربی میں کیا جائے' اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اردو میں بھی ہونا چاہئے۔ چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ اس اجتماع میں ہمارے علماء کو بھی اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔

اس موقعہ پر مولنا نیازی کی کوششوں سے "مجلسِ تحفظِ اسلام" کے نام سے ایک تنظیم بنائی گئی۔ لاہور ہوٹل میکلوڈ روڈ لاہور میں ہر مکتبہء فکر کے ایک سو دو علماء اکٹھے ہوئے' جن میں مولنا ابوالحسنات محمد احمد قادری (ف ۱۹۶۱ء) صاحبزادہ فیض الحسن (ف ۱۹۸۴ء) مولنا غلام غوث ہزاروی (ف ۱۹۸۱ء) ماسٹر تاج الدین انصاری (ف ۱۹۷۰ء) شامل تھے۔ مولنا نیازی کو اس تنظیم کا صدر چنا گیا۔ مولانا نیازی نے علمائے کرام کی طرف سے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہونے والے مذاکرے میں تین طرح کے لوگ شریک ہو رہے ہیں (۱) غیر مسلم مستشرقین (۲) قادیانی (۳) پاکستان اور اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسر...... ان میں سے ہمیں صرف قادیانیوں کی شرکت پر اعتراض ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب مسلم اور غیر مسلم مستشرقین کا ہم پر جوش استقبال کریں گے۔ اور ان کی عزت افزائی کی کوشش کریں گے۔

قادیانیوں پر ہمیں شدید اعتراض اس لئے ہے کہ وہ اسلام اور پاکستان کے کھلے دشمن ہیں اور دوسری نبوت کے قائل ہیں۔ تحریکِ ختم نبوت کی بے مثال قربانیاں بھی اسی عقیدے کے تحفظ کیلئے کی گئی تھیں۔ قادیانی' پاکستان کے بھی کھلے دشمن ہیں جیسا کہ حال ہی میں حکومت نے خود ان کے متعلق انکشاف کیا ہے۔ مسلمانوں کی سب مستند مذہبی جماعتیں ان کو خارج از اسلام قرار دے چکی ہیں اور ان کو اسلام اور پاکستان کے لئے شدید خطرے کی حیثیت سے دیکھتی ہیں۔ اس وجہ سے ہم قادیانیوں کی شرکت کے سخت خلاف ہیں۔ اس اجتماع میں قادیانیوں کو غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں پاکستان میں عزت اور وقار کا مقام حاصل ہو جائے گا جس سے قادیانی اسلام اور پاکستان کے خلاف ناجائز فائدہ

اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ ہم مجلس مذاکرہ کے منتظمین کی اس حرکت کے خلاف نفرت وحقارت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے چوہدری ظفر اللہ خان کو اسلامی قانون کے شعبہ کا صدر بنایا اور اس طرح اس کو شریعت اسلامی کا خود ساختہ ترجمان بنا کر اس کو اسلام کے نمائندے کی حیثیت دی' جس سے پاکستان اور اسلام دونوں کو گزند پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔ ہم یونیورسٹی وائس چانسلر کی اس حرکت کیخلاف بھی شدید احتجاج کرتے ہیں۔

اس بارے میں ہمارا واضح موقف یہ ہے کہ ہم ظفر اللہ خاں اور دوسرے قادیانیوں کی شرکت کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ اجتماع اسلامی مذاکرہ ہے اور قادیانیوں کو ہم کسی طرح مسلمانوں کے امور میں مداخلت اور ان پر بحث وتنقید کا حق نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ اس پردے میں بھی قادیانیت کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ ہمیشہ ہوتا رہا۔

مولانا نیازی نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو اخبارات میں شور مچ گیا۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ اول تو چوہدری ظفر اللہ خاں اس اجتماع میں نہ آئیں۔ آئیں تو اجلاس میں شریک نہ ہوں' شریک ہوں تو مسلمانوں کی طرف نہ بیٹھیں بلکہ غیر مسلم سکالروں کے ساتھ بیٹھیں' وہ اسلامی نشست کی صدارت نہیں کر سکتے۔

اس جدوجہد کا اثر یہ ہوا کہ اس مذاکرہ کے منتظیمن نے مولانا اور ان کے حامی علماء کو بھی دعوت نامے بھیجے لیکن مولانا کا موقف یہ تھا کہ ہمارے تمام مطالبات کو تسلیم کیا جائے تب ہم شرکت کریں گے۔ مولانا نے اس معاملے میں بہت زور ڈالا۔ ہوم سیکرٹری اور گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر (ف ۱۹۵۸ء) سے ملے۔ پھر دھمکی دی کہ تم جانتے ہو کہ "تحریک تحفظِ ختم نبوت چلانے والے لوگ ابھی تک زندہ ہیں اگر ظفر اللہ خاں' یونیورسٹی میں آ گیا تو ہم یونیورسٹی ہال پر حملہ بول دیں گے' آگ لگا دیں گے۔

مولانا نیازی کی ان مساعی کا اثر یہ ہوا کہ مقالات کا ترجمہ اردو میں بھی کیا گیا۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ ہمارے اصول و مسلمات دین کو مستشرقین نہیں چھیڑیں گے اور ظفر اللہ خاں بھی کانفرنس میں نہیں آئیں گے۔ منتظیمین نے ظفر اللہ خان کو آمد ورفت کا خرچہ چھ ہزار روپے دیا تھا' ٹکٹ بھیجا تھا۔ وہ

پاکستان تو آیا لیکن کانفرنس ہال میں داخل ہونیکی جرا ت نہ کر سکا۔ پریس والوں نے اس سے سوال کیا کہ آپ آئے تو ہیں لیکن کانفرنس ہال کے اندر کیوں نہیں گئے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ یہاں پر ایجی ٹیشن ہے۔ تحریک ختم نبوت پر جس شخص نے لاہور میں آگ لگا دی تھی وہ لوگوں کو بھڑکا رہا ہے۔ مصلحت اسی میں ہے کہ میں نہ جاؤں۔

اس موقعہ پر علماء نے مکمل اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیا۔ مولانا نیازی کی ولولہ انگیز قیادت میں علماء نے سردھڑ کی بازی لگا دی اور یوں اسلام دشمن اور نام نہاد مفکرین کی سازشیں ناکام ہوگئیں۔ جب بھی علماء کرام جمع ہوئے' مسئلہ مشترکہ ہوا اور مولانا نیازی جیسا نہ بکنے والا لیڈر' قائد بنا تو پھر بات بن ہی گئی۔

ربوہ ریلوے سٹیشن پر ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء جو کہ مری اور سوات وغیرہ کے تفریحی دورہ سے واپس آ رہے تھے پر قادیانیوں نے مسلح حملہ کر دیا جس سے طلبہ شدید زخمی ہوگئے نتیجۃً پورے ملک میں تحریک شروع ہوگئی اور بالآخر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے اس طرح ملتِ اسلامیہ کا تقریباً سو سالہ پرانا مطالبہ پورا ہوگیا جب تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی تو مولانا نیازی ایک بار پھر سر بکف ہو کر میدانِ عمل میں اترے۔ اپوزیشن کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر مشتمل ''آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر قادیانی مکر و فریب کے جال کو تار تار کر کے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ اور تحفظ ناموسِ رسالت کے جذبے کی شمع فروزاں کی۔ مقام مصطفےٰ ﷺ کے کیلئے کعبے کو گرانے والے ابرہہ کی جماعت کو یہ بتا دیا کہ غلامانِ محمد ﷺ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھں گے جب تک کہ دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا نہ ہو جائے۔

۹ جون ۱۹۷۴ء کو ملک کی اٹھارہ دینی و سیاسی جماعتوں کا ایک مشترکہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت نے مجلس عمل کے مطالبات جمعرات ۱۳ جون تک تسلیم نہ کئے تو ۱۴ جون بروز جمعۃ المبارک ملک گیر ہڑتال کی جائیگی۔ یہ کنونشن صبح دس بجے سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہا۔ بعد میں مولانا نیازی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کنونشن کے فیصلوں کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کنونشن میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ صدر اور

وزیر اعظم کے حلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے فوراً ہٹائے کیونکہ ختم نبوت کے نام پر قائم کردہ ملک میں ختم نبوت کے باغی کلیدی آسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتے۔

مولانا نیازی نے اپنی پریس کانفرنس میں بتایا کہ کنونشن نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو اس امر کا موقعہ نہ دیا جائے کہ وہ کہے کہ مجلس عمل اپنے مطالبات منوانے کیلئے تشدد پر اتر آئی ہے مولانا نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ہمارے جائز مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو حکومت کو بھی ''باغیان ختم نبوت'' کے زمرہ میں شمار کیا جائے گا اور اس وقت ہم حکومت کے کسی حکم کو ماننے کے پابند نہ ہونگے۔

مولانا نے کہا کہ کنونشن ملک میں تخریبی کاروائیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ملک میں ہر قیمت پر امن وامان قائم کرنیکی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔

مولانا نیازی نے کہا کہ ہم نے کنویشن میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ سرِ دست ہمارا تصادم حکومت سے نہیں ہے یہ تو قادیانی جماعت خود ہم سے الجھ پڑی ہے۔ ربوہ اسٹیشن پر جو بربریت اور درندگی کا مظاہرہ ہوا ہے اس کے نتیجہ میں ازخود ردِ عمل کے طور پر کاروائی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس علاقہ میں بھی جانی نقصان ہوا ہے وہاں پہل قادیانیوں ہی نے کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے کیونکہ یہ ملک توحید اور ختم نبوت کے نظریہ پر حاصل کیا گیا ہے اور ختم نبوت پر ایمان 'دستور کا حصہ ہے اس لئے کسی شخص' فرقہ اور گروہ کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ نظریہء پاکستان یا عقیدہ توحید کی مخالفت کرے اور اکثریت کی دل آزاری کرے۔ قادیانی روز اوّل ہی سے پاکستان کیخلاف ہیں اور انہوں نے علاقہ قادیان کو الگ یونٹ بنوانے کیلئے گورداسپور کو اقلیت میں بدل دیا اور پٹھان کوٹ سے کشمیر کا راستہ بھارت کو دے دیا۔ قادیانی آج بھی کہتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان ایک ہو جائیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کو ربوہ میں امانتاً دفن کیا گیا ہے اور اس کی وصیت ہے کہ اسے قادیاں میں دفن کیا جائے۔

مولانا نیازی نے مزید کہا کہ موتمر عالم اسلامی کے اجلاس مکہ میں ۱۰۰ ممالک کے نمائندوں نے مطالبہ کیا تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جائے لیکن اگر اہل اسلام حکومت سے مطالبہ کریں کہ صدر اور

وزیر اعظم کے حلف کے تحفظ کی خاطر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے تو ہمارا یہ مطالبہ مذہبی جنون یا ملائیت کی تنگ نظری نہیں۔ ہمارے سامنے اس ضمن میں چینی اور روسی کمیونسٹوں کی مثال موجود ہے۔

مولٰنا نیازی نے سر ظفر اللہ خاں (آنجہانی ۱۹۸۵ء) کی حالیہ پریس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ حکومت پاکستان کی عدلیہ اور انتظامیہ سے بالا بالا ایک داخلی مسئلہ کے ضمن میں عالمی رائے عامہ کو مداخلت کی دعوت دے رہا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی گروہ ہے ان حالات میں ایک ایسے گروہ کو جس کی وفاداری بھی مشکوک ہے کنونشن یہ مطالبات کرنے میں حق بجانب ہے۔

کنونیشن میں جمعیت علمائے پاکستان' پاکستان مسلم لیگ' پاکستان جمہوری پارٹی' جمعیت علمائے اسلام' نیشنل عوامی پارٹی' جماعت اسلامی' مجلس تحفظ ختم نبوت' تنظیم اہل سنت و جماعت' تبلیغی جماعت' ادارہ تحفظِ حقوق شیعہ' قادیانی محاسبہ کمیٹی' مجلس احرار و دیگر دینی جماعتوں اور طلباء کے نمائندوں نے شرکت کی۔

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولٰنا نیازی کو جن مصائب و آلام سے دو چار ہونا پڑا' اخبارات کی فائلیں ان کی شاہد عادل ہیں۔ مولانا نے اپنی علالت' بڑھاپے اور حکومت کی ستم رانیوں کی بالکل پرواہ نہ کی۔ مسلم مسجد بیرون لوہاری گیٹ لاہور میں مولٰنا نے خطبہ جمعۃ المبارک دیتے ہوئے قادیانیت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس کے بعد آپ نے مسجد وزیر خان میں اپنے ساتھیوں سمیت گرفتاریاں پیش کرنا تھیں مگر جب مولانا' مسلم مسجد سے واپس اپنے گھر تشریف لے گئے تو حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ایماء پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور نماز عشاء کے بعد رہا کر دیا گیا۔

اس تحریک کے دوران مولنا نیازی نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک خط لکھا جو اپنے دوست الحاج چوہدری فتح محمد بٹالوی کیساتھ شیخ غلام رسول المعروف بلیانوا ے (ف ۱۹۸۶ء) جو مسجد نبوی میں جاروب کش تھے کو پہنچایا۔ اس خط میں یہ لکھا تھا کہ میری طرف سے حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں سلام عرض کریں اور پھر درخواست کریں کہ "آپ نے ڈیوٹی سخت لگا دی ہے۔ بڑی مشکلات ہیں رکاوٹیں ہیں۔ ساز و سامان نہیں ہے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وسائل پیدا ہوں اور رکاوٹیں دور

ہوں“۔

از سپہرِ بارگاہت یک جہاں وافر نصیب
جلوہ داری دریغ از وادیِ سینائے من
باخُدا در پردہ گویم باتُو گویم آشکار
یارسول اللہ اُو پہناں وتو پیدائے من

(پیامِ مشرق ۱۸۳)

ذکرو فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی
گردِ تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہے التفات

(پس چہ باید کرد ۵۶۔۵۷)

جب یہ خط بابا غلام رسول کو پہنچا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ خط مولانا عبدالستار خاں نیازی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں ارسال کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ”وہ نیازی طرے والا‘ میں اس کو جانتا ہوں۔ میں نے پچھلے سال حج کے موقعہ پر اسے دیکھا تھا آپ نے مجھے خط دے دیا رات کو میں حضور اقدس ﷺ کے دربار میں عرض کر دوں گا۔ صبح کو جواب لے لینا“۔ پھر جواب آیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

”رکاوٹیں دور ہو جائیں گی‘ غیب سے سامان پیدا ہو جائے گا۔“

اور پھر واقعی غیب سے سامان پیدا ہو گیا۔ مرزائیت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ تحریک ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔

آپ نے یکم ستمبر ۱۹۷۴ء کو حضرت اورنگ زیب ؒ کی بنا کردہ مسجد (بادشاہی مسجد لاہور) میں ”مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت“ کے زیرِ اہتمام تاریخی جلسہ عام سے خطاب کر کے تحریک کو فیصلہ کن مراحل میں داخل کر دیا۔ بالآخر آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان قومی اسمبلی نے

قادیانیوں کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دے کر قادیانی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور یوں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی پورا ہو گیا۔

مولانا نیازی نے اپنی چلائی ہوئی تحریک کو اپنی زندگی ہی میں کامیاب اور بار آور دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور دربارِ مصطفےٰ ﷺ میں اشکوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ۔

''یارسول اللہ! میں نے مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگا دی تھی، تختہء دار کو بھی چوما تھا اور اپنی تمام تر مساعی اس سلسلہ میں صرف کر دی تھیں تاکہ جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کا قلع قمع ہو جائے۔ یارسول اللہ! مقامِ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان ناچیز کاوشوں کو قبول فرما کر آپ کی ختم نبوت کا جھنڈا گاڑ دیا ہے اور جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مردود قرار دے دیا ہے لیکن پھر بھی میں آپ کی غلامی کا احسن طریقے سے حق ادا نہ کر سکا۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

میں اپنی اس کوتاہی، سستی اور غفلت پر پریشان ہوں، پریشان ہوں۔

یارسول اللہ! میری لاج رکھ لیجیو

زکردہَ خویش حیرانم سیاہ شُد روزِ عصیانم
پشیمانم، پشیمانم، پشیماں یا رسول اللہ!

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں
(الحدیث)

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

(۱۸۹۲ء۔۱۹۵۴ء)

شاہ احمد نورانی آپکے فرزند ارجمند ہیں۔آپ ؒ ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔آپؒ مایہ ناز عالم دین، مفکر اور شہرآفاق مبلغ تھے آپؒ کے والد ماجد کا نام مولانا محمد عبدالحکیم تھا۔ آپؒ کو متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا۔۱۹۵۱ء میں آپؒ نے دنیا بھر کا تبلیغی سفر کیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔دنیا کی اہم ترین شخصیات مثلاً قائداعظم، مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتیٔ اعظم سید امین الحسینی۔اخوان المسلمین مصر کے قائد حسن البنا، سری لنکا کے جسٹس ایم مدوانی کولمبو کے جسٹس ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے راہنما ایس این دت، اور مشہور ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں۔آپؒ نے متعدد ممالک میں خوبصورت مساجد تعمیر کروائیں۔۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کی بنیاد رکھی۔(انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا۔صفحہ ۶۵۸)

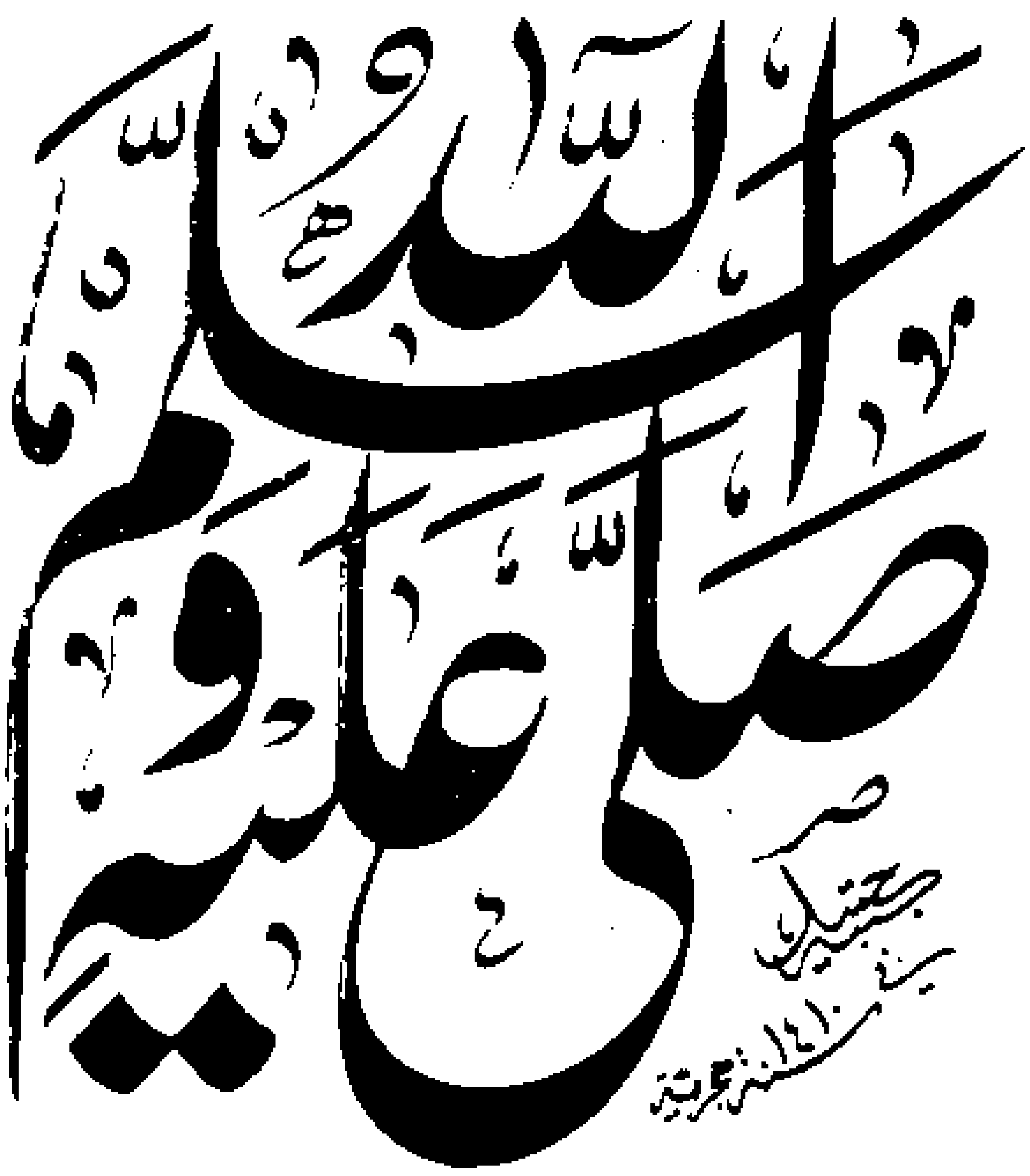
آپؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ایک ہی وقت میں آپؒ بلند پایہ عالم دین، کامیاب سیاستدان اور فاتح مناظر تھے۔آپ نے دیگر تمام مصروفیات کے باوجود گمراہ فرقوں کی سرکوبی کے لئے نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔فتنۂ قادیانیت کے استحصال کے لئے آپ نے متعدد مناظرے کیے۔بے شمار جلسوں میں چہرۂ قادیانیت سے نقاب الٹا اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک مستقل تصنیف ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' یکم مئی ۱۹۲۹ء کو شائع فرمائی۔مولانا اللہ وسایا صاحب آپ کی تصنیف پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''ایک مبلغ اسلام ہونے کے ناطے مصنفؒ کی بڑی خدمات ہیں۔اندرون و بیرونِ ہند آپؒ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپؒ کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ایک سفر میں مرزائیوں کا ایک اشتہار ''حقیقت کا اظہار'' آپؒ کو ملا اس اشتہار میں آپؒ کو مخاطب کیا گیا تھا۔آپؒ نے اس کا مسکت جواب لکھا جسے تین حصوں میں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا گیا۔یوں

یہ کتاب سفر میں ہی تیار ہوگئی۔ اس رسالہ کا ترجمہ عربی میں ''مرآۃ'' اور انگریزی میں The mirror کے نام سے ہوا (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت صفحہ ۲۱۱)

آپؒ کی وفات ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ جنت البقیع میں راحت فرما ہیں۔ (اکابر اہل سنت صفحہ ۲۴۲ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

مولنا شاہ احمد نورانی صدیقی فرماتے ہیں کہ میرے والدؒ نے ابتدا سے آخر تک افریقہ' ملیشیا' سیلون' یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا۔ والد ماجد کی انگریزی زبان میں تصنیف The mirror کے نام سے موجود ہے۔ جو مکی پبلیکیشنز نے شائع کی ہے۔ اور اردو زبان میں ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' موجود ہے عربی زبان میں مصر کی چھپی ہوئی ''المراۃ'' انڈونیشی زبان میں بھی ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' نامی کتاب کا ترجمہ ہوا اور اس کی اشاعت کے بعد ملیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی۔ یہاں تک کہ میلشیا میں مرزائیوں کا داخلہ ممنوع ہوگیا تھا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور تحریک ختم نبوت نمبر صفحہ ۴۳ از پیر کرم شاہ الازہریؒ)



مولٰنا غلام دستگیرؒ الھاشمی القصوری

(پ:۱۸۹۷ء)

سرمایہ اہلسنت مولٰنا محمد عبدالرحمٰن غلام دستگیر قصوری ہاشمی ،قریشی صدیقیؒ لاہور کے محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام مولٰنا حسن بخش صدیقی تھا۔(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صفحہ ۲۰۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ دستگیریہ میں اپنے علمی خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے

''میرا خاندان بزرگوار قصور میں بہت مشہور ہے۔جن سے اطراف ہندو پنجاب وڈیرہ جات تک کے خاص و عام فیض یاب وتاثیر مرام ہیں۔''(تحفہ دستگیریہ صفحہ ۱۵۵)

آپ کو قرآن پاک سے عشق تھا۔آپ نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے قرآن خوانی سے پایا ہے۔آپ علیہ رحمۃ اللہ کی شہرت وعزت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنے بچوں کے نام آپ علیہ رحمۃ اللہ کے نام پر رکھا کرتے تھے۔مولٰنا غلام دستگیر نامیؔ کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا گیا تھا۔اس کا اعتراف مولٰنا غلام دستگیر نامی نے تاریخ جلیلہ میں خود کیا ہے۔

مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج اور فتنہ پرور مسالک کی تادیب کے لیے آپ نے جو خدمات سرانجام دی ہیں جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

''مولٰنا کی زندگی اہلسنت و جماعت کی اعتقادی زندگی سنوارنے کے لیے ایک مسلسل جہاد تھی انگریز کی آمد کے ساتھ ہی پنجاب وہند میں کئی قسم کے اعتقادی فرقوں نے جنم لیا اور نظریاتی الجھنیں پیدا کر دی گئیں۔چونکہ اس ملک میں اہل سنت و جماعت ہی سواداعظم تھا اور علمائے اہل سنت ہی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے۔انگریز نے ان علمائے کرام کو جو جنگ آزادی میں شریک تھے تختہ دار پر

لٹکانے اور کالے پانی کی عمر قید کے بعد نئے فتنہ پروروں سے اہل سنت و جماعت کے اعتقادی قلعہ کو کھوکھلا کرانے کی بھرپور کوشش کی۔ مولنا اس طوفان کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ آپ، نیچری، عیسائی اور مرزائی معاندین کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔ انکی فتنہ ریزیوں کی بیخ کنی کے لیے آپ ہر شہر اور ہر قصبہ پہنچے۔ مناظروں کے لیے ہر محاذ پر ڈٹ جاتے۔ بداعتقاد مناظرین کو شکست فاش دینے کے بعد آپ موضوع مناظرہ پر مفصل کتاب لکھتے اور مفت تقسیم کرتے۔ آپ پنجاب بھر میں قریہ بہ قریہ گئے اور لوگوں کے سینوں کو نور سنیت سے معمور فرمایا۔ اس تمام کام کے لیے آپ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ غیر مقلدین آپ سے منہ چھپاتے پھرتے تھے اور آپ کی آمد کا سن کر علاقہ چھوڑ جاتے تھے۔ مرزائی آپ کی للکار سے گھبرا جاتے تھے نیچری مقابلہ کی تاب نہ لا کر دم بخود ہو جاتے۔ عیسائی مشنری اپنی مادی قوتوں اور حکمرانی کے باوجود مناظرہ میں نہ ٹھہر سکتے تھے۔'' (تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صفحہ ۲۰۴)

اس مختصر تعارف کے بعد ہم عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے کی گئی آپ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت مولنا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۱ ہجری سے فتنہ قادیانیت کا محاسبہ شروع کیا اور عوام الناس کو مطلع کیا کہ قادیانی تحریک مسلمانوں کو کس سمت لے جانا چاہتی ہے۔ مرزا قادیانی کی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' تھی۔ یہ ذوالحج ۱۳۰۱ ہجری میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی نے اپنے الھامات کا تذکرہ کیا تھا اور اس سے برصغیر کے اعتقادی حلقوں میں ایک نئی کش مکش شروع ہو گئی۔ اس کے حق اور مخالفت میں تبصرے آنے لگے۔ تو مولنا غلام دستگیر قصوریؒ نے ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' لکھکر براہین احمدیہ کی حقیقت سے عوام وخواص کو مطلع فرمایا۔ رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' کا شمار ان ابتدائی کتابوں میں ہوتا ہے جن میں مرزائے قادیان اور اسکی کفریہ تحریروں کا محاسبہ کیا گیا ہے۔ رجم الشیاطین ۱۳۰۲ ہجری میں طبع ہوئی۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ جو ان دنوں سلطان ترکی کے شیخ الاسلام تھےؒ نے جب رجم الشیاطین کا مطالعہ فرمایا تو مرزا قادیانی کے خلاف فتوئ کفر دے دیا۔ یہ پہلا فتوئ کفر تھا جو بیرون ہند سے

مرزا قادیانی کے خلاف دیا گیا۔ اگرچہ اس فتویٰ کی تائید دیگر علمائے حرمین وعجم نے فرمادی تھی مگر مولٰنا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ کی کوشش تھی کہ مرزا قادیانی اپنی غلطیوں کا ازالہ کرے اور تائب ہو جائے ۱۳۱۲ھ ہجری تک آپ نے انتظار فرمایا۔ مگر جب مرزا قادیانی راہ راست پر آتا دکھائی نہ دیا تو صفر ۱۳۱۲ھ ہجری میں یہ فتویٰ شائع کر دیا گیا۔ اس فتویٰ کا شائع ہونا تھا کہ قادیانی ریاست میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔ کیونکہ قبل ازیں وہ یہ تاثر پھیلائے ہوئے تھے کہ ہندوستان کے چند شر پسند و جاہ طلب مولوی مرزا قادیانی کے خلاف ہیں ورنہ سارا عالم اسلام بشمول حرمین شریفین وترکی ومصر وغیرتو مرزا قادیانی کو قابل تقلید مصلح و نبی مانتا ہے۔ مگر جب مذکورہ فتویٰ منظر عام پر آیا تو قادیانیوں کا سارا پراپیگنڈہ ناکام ہو گیا۔ عوام پہلے کی نسبت زیادہ شدت سے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے مستعد ہو گئے۔

جب علمائے حرمین الشریفین کا مذکورہ فتویٰ سامنے آیا تو مرزا قادیانی نے ۱۳۱۴ھ میں رسائل اربعہ کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا اور مولٰنا غلام دستگیر قصوریؒ کو دعوت مباہلہ دی۔ اس مباہلہ کی مفصل کیفیت آپ کی کتاب ''فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی'' کے دیباچہ میں ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے۔

''اخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر دوسرے علمائے کرام کے ساتھ فقیر کو بھی مباہلہ کے لیے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ سے بھاگنے والوں کو ملعون بتایا۔ فقیر نے بہ نظر صیانت عقاید اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھکر بھیج دیا۔ ۱۳۱۴ھ تاریخ مقرر کر کے مع اپنے دونوں فرزندزادوں کے ۲ شعبان وارد لاہور ہوا جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل دین لاہور میں آیا اور ایک مجمع کثیر کر کے مسجد ملا مجید (واقع چلہ بیبیاں موچی دروازہ) فقیر پر معترض ہوا کہ مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآن میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیونکر کر سکتے ہیں۔ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کر دیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو کر دکھایا جس پر مرزا قادیانی اور اس کے حوارین کی غلطی مانی گئی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لیے مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی۔ فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا۔ اس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کی جس پر فقیر نے ۱۴ شعبان کو اشتہار شائع کیا اور میعاد

۲۵ شعبان مقرر کی اور اخیر شعبان تک منتظر رہا اور امرتسر جا کر مرزا قادیانی کو قادیان سے بلا یا وہ مباہلہ کے لیے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۵ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑنے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں ۔اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہلسنت لاہور، قصور اور امرت سر سے بدلیل قرآن کریم تصدیق کرایا کہ مباہلہ میں کوئی میعاد سال نہیں ہے ۔مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جواب کا جہل وطیرہ قید ایک سال لگائی ہے''

جب مرزا قادیانی کسی مباہلہ ،مباحثہ ،مناظرہ اور مفاہمہ کے لیے تیار نہ ہوا تو مولانا نے ان الفاظ میں دعا کی:

''اے مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع الانوار کی دعا وسعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا تھا ویسا ہی دعا والتجا اس قصوری کان اللہ لہٗ سے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید حتی الوسع ساعی ہے ۔مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق عطا فرما۔اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت قرآنی کے بنا:''فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔''(الانعام:۴۵)

آپ کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کو فوراً ''الہام'' ہوا کہ مولوی غلام دستگیر قصوریؒ اس کے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ سے مرے ہیں ۔حقیقۃ الوحی کی عبارت ملاحظہ ہو:

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے طور پر مجھ سے مباہلہ کیا ۔اپنی کتاب میں دعا کی جو کاذب ہے خدا اسے ہلاک کرے ۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۸)

لطف کی بات تو یہ کہ اس الہام کو اصول صداقت بنانے والا مرزا قادیانی خود موت کے دروازے پر پہنچ کر اس اصول کو توڑ دیتا ہے ۔مرزا قادیانی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بدیں مضمون نکالا:

"اے خدا! مجھ میں اور ثناء اللہ (امرت سری) میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں جھوٹا و کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔"

اس اشتہار کی اشاعت کے ایک سال تین ماہ بعد مرزا قادیانی تو دنیا سے اٹھ گیا اور مولوی ثناء اللہ نشان صداقت بن کر کئی سال زندہ رہے۔ اب ساری مرزائی امت مولوی ثناء اللہ امرت سری کی صداقت کا اعلان اس لیے نہیں کرتی کہ الہامات میں ترمیم کرنے والی نبوت خود زینت لحد ہو چکی تھی۔ اس جماعت کے بعض محققین اس مباہلہ اشتہاری کو مباہلہ کی صف میں نہیں لاتے۔ وہ اس مباہلہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر قصوریؒ سے یک طرفہ ہوا تھا، مگر کہتے ہیں کہ مولانا ہماری دعا سے فوت ہوئے حالانکہ مولوی غلام دستگیر قصوری کی دعا میں یہ کہیں نہیں کہ جو جھوٹا ہو گا اسے مار بلکہ "فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔" (الانعام: ۴۵) میں قادیانیوں کی جڑ (مرکز قادیان) کو ختم کرنے کی التجا کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز کٹ گیا ہے۔ (علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از اقبال احمد فاروقی صفحہ ۲۱۵)

آپ کی وفات کے بعد قادیانیوں نے اپنے روائتی کذب وافتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشہور کر دیا کہ مولٰنا غلام دستگیر قصوریؒ مرزا قادیانی کے ساتھ مباہلہ کے نتیجے میں ہلاک ہو گئے ہیں اور آپ کی نسل بھی آگے نہیں چل سکی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ کے صاحبزادے مولٰنا عبدالرحمٰنؒ بڑے متقی و پارسا تھے انہی کی وجہ سے آپ اپنی کنیت ابوعبدالرحمٰن لکھا کرتے تھے۔ مولٰنا عبدالرحمٰن کے صاحبزادے مولٰنا غلام ابوبکر تھے اور انکے صاحبزادے مولٰنا محمد اشرف ہوئے ہیں نیز آپکی صاحبزادی ہاجرہ بیگم مرحومہ سید مراتب علی شاہ رئیس اعظم لاہور کے والد وزیر علی شاہ کی بیوی تھیں۔ جن کے بطن سے چار بچے سید علی اکبر، سید اصغر علی، سید صفدر علی اور سیدہ منور بیگم آج بھی بفضل خدا اپنی اولاد کے ساتھ خوش و خرم زندگی گذار رہے ہیں۔ (تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور از اقبال احمد فاروقی صفحہ ۲۱۷)

حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑانی

(۱۸۴۱ء-۱۹۰۱ء)

ریاست بہاولپور کے مشہور بزرگ حضرت غلام فرید صاحب سلسلہء چشتیہ کے مشائخ میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے وہ عالم عابد محدث صوفی اور سرائیکی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے مگر ان کی شاعرانہ حیثیت نے ان کی دوسری حیثیتوں کو اس طرح دبا لیا ہے کہ اب وہ عام لوگوں میں ایک شاعر کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ وہ بہت بڑے شاعر تھے اور اپنی زبان میں نہایت عمدہ اشعار کہتے تھے ان کے کلام میں اخلاقی مضامین کے ساتھ ساتھ صوفیانہ خیالات کی چاشنی بھی ہے۔ آپ شیخ ابن عربیؒ کے فلسفہء تصوف اور نظریہء وحدۃ الوجود کے زبردست مبلغ تھے۔ اور فلسفیانہ خیالات کو نہایت سلیقے سے شعر کے سانچے میں ڈھالتے تھے مگر اس وقت تک آپؒ کی زندگی کے کئی اہم گوشے عام لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں۔ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ آپؒ سیدنا فاروق اعظمؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ یحییٰ بن مالکؒ جو ناصر بن عبداللہ کے پڑپوتے تھے۔ عرب سے چل کر ہندوستان آئے اور سندھ کے مشہور شہر ٹھٹہ کے قریب ایک گاؤں میں آباد ہو گئے۔ کئی پشتوں کے بعد اس خاندان کے ایک بزرگ مخدوم محمد شریف سندھ سے نکل کر ملتان جا پہنچے اور کافی عرصہ ملتان کے مضافات میں رہنے کے بعد اپنے ایک مرید مٹھن خاں کے اصرار پر کوٹ مٹھن شریف تشریف لے گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو رہے۔ خواجہ صاحب کا خاندان کئی پشتوں سے علم و فضل اور روحانیت کا مرکز چلا آ رہا ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے وقت کے جید اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے آپؒ کے ابتدائی استاد مولانا احمد یار مرحومؒ اور مولانا قاسم الدینؒ تھے۔ جب آپؒ کتابوں کی تکمیل کر چکے تو خاندانی روایت کے مطابق تدریس علوم میں مشغول ہو گئے۔ تدریس کے بعد عام ملنے والے جمع ہو جاتے تو آپ اصلاح باطن کے لئے ان کو بہت کچھ بتاتے کبھی کسی آیت کی تفسیر اور کسی حدیث کی تشریح کر دیتے کبھی صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز

واقعات سناتے کبھی مسائل تصوف چھیڑ دیتے اور تزکیہء نفس کے طریقے بتاتے کبھی بزرگان دین کی کرامات اور اتباع سنت کے واقعات سناتے۔ خواجہ صاحبؒ مجلس میں جو کچھ ارشاد کرتے لوگ اسے بڑی دلچسپی اور شوق سے سنتے مگر یہ ارشادات قلمبند ہونے سے رہ جاتے۔ اس بات کا احساس کرتے ہوئے ایک دن مولوی رکن الدین صاحب نے آپ سے عرض کیا حضور مجھے ملفوظات قلمبند کرنے کی اجازت دیجئے تا کہ یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہ جائیں۔ حضرت کے اجازت دینے پر وہ قلم دوات لے کر پاس بیٹھ جاتے اور خاص خاص باتیں لکھتے جاتے مولوی صاحب کے ساتھ ان کا ایک دوست غلام احمد اختر بھی خواجہ صاحب کی مجلس میں آتا۔ یہ اوچ شریف کا رہنے والا تھا فارسی کا اچھا شاعر اور پڑھا لکھا آدمی تھا مگر تھا قادیانی۔ جب خواجہ صاحب کی مجلس میں حاضر ہوتا تو مختلف دینی مسائل پر ان سے گفتگو کرتا کبھی کبھی مرزا قادیانی کا ذکر بھی چھیڑ دیتا۔ اور اس کے تبلیغی کاموں اور مناظروں کی تفصیل سناتا وہ چاہتا تھا کہ خواجہ صاحب بہت بڑے عالم بزرگ اور مسلمانوں کے روحانی پیشوا ہیں اگر یہ مرزا کے کسی دعوے کی تصدیق کر دیں یا اس کی تعریف میں ایک آدھ کلمہ بھی کہہ دیں تو اس سے قادیانیت کو تقویت ملے گی اور مسلمانوں کے دلوں میں مرزا کے خلاف جو شدید نفرت پائی جاتی ہے وہ بھی کم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے خواجہ صاحب کی طرف سے مرزا قادیانی کے نام عربی میں ایک خط لکھا جس کی عبارت میں اس قسم کے فقرے شامل کئے کہ "میں آپ کے تبلیغی کاموں سے بہت خوش ہوں اور آپ کے لے دعا کرتا ہوں آپ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں۔ آخر میں یہ استدعا کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ" اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بالخیر کر دے۔ اس خط پر اس نے خواجہ صاحب کے دستخط کرائے اور مولوی رکن الدین سے مہر لگوا کے مرزا کے پاس بھیج دیا۔ مرزا قادیانی نے جب کھول کر پڑھا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس نے فوراً خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کرنے اور ان کو اپنے تبلیغی کاموں کی تفصیل بتانے کے لئے خط لکھا جو غلام احمد اختر قادیانی نے خواجہ صاحب کو پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد مرزا کے دو خط اور بھی موصول ہوئے جو پڑھ کر سنائے گئے۔ یہ خطوط مولوی رکن الدین نے اپنے دوست کے اصرار پر خواجہ صاحب کے ملفوظات میں شامل کر دیے۔ کتاب اشاعت کے لئے آگرہ بھجوا دی گئی جب یہ کتاب اشارات فریدی کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آئی تو اس کے تیسرے حصہ میں خواجہ صاحب کا

خط اور مرزا کے تینوں خطوط شامل تھے۔ جب آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش صاحب نازک نے یہ خطوط پڑھے تو غصے سے لال پیلے ہو گئے اور فرمایا یہ خطوط کتاب سے نکال دیے جائیں میرے والد اور خاندان میں سے کسی کے یہ عقائد نہیں ہیں۔ ہم سب مرزا کے باطل مذہب کے منکر ہیں۔ اسی طرح جب خواجہ ہوت محمد صاحب سجادہ نشین شیدانی شریف سے ایک خط کے ذریعے ان خطوط کے بارہ میں استفسار کیا گیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

خواجہ صاحب نے مرزا کو من عباداللہ الصالحین لکھا مگر بعد میں جب اس کے عقائد طشت از بام ہوئے تو علانیہ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غلطی سے لکھا ہے یہ تو کافر ہے۔

مولانا جندوڈہ سیت پوری اور مولانا محمد حامد شیدانوی جو اکابر علماء میں سے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بارہا خواجہ صاحب کی زبان سے یہ سنا کہ یہ تو کافر ہے ہم بھی اسے کافر کہتے ہیں۔ (ماہنامہ الفرید ۱۳۵۱ء)

سوچنے کی بات ہے اگر خواجہ صاحب کے مرزا قادیانی سے ذاتی نوعیت کے تعلقات ہوتے یا وہ اس کے علم وفضل اور اخلاق واوصاف سے متاثر ہوتے یا اس کے تبلیغی کاموں کی تعریف کسی معتبر آدمی سے سنتے تو ضرور اپنی مجالس میں اس کی دینی خدمات کا ذکر کرتے اور ان کے مریدین اور خلفاء ان کے منہ سے مرزا کی تعریف سن کر اس کے گرویدہ ہو جاتے۔ اوا پنے اپنے حلقوں میں اس سے عقیدت کا اظہار کرتے رہتے مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ انکے تمام مریدین مرزا کو کافر، مرتد، دجال اور مسلیمہء وقت کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ مرزائیوں نے اپنے مطلب کے لئے خواجہ صاحب کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیئے۔ ان کے جذب وولایت اور کشف وکرامت کے خوب چرچے کیے اور مرزا سے ان کے تعلقات ظاہر کرنے کے لئے کئی جھوٹے اور من گھڑت واقعات شائع کئے مگر خواجہ صاحب کے کسی ایک فقرے سے یہ ثابت نہ کر سکے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے کسی دعوے کی تصدیق کی ہے۔

مرزا قادیانی کی تکذیب میں خواجہ صاحب کا وہ واقعہ بھی پوری شد ومد سے پیش کیا جا سکتا ہے جو اشارات فریدی کی جلد سوم میں ہے کہ ایک روز مجلس میں باتیں کرتے ہوئے کہتے ہیں مرزا قادیانی

نے پادری آتھم کے بارے میں جو پیشن گوئی کی تھی کہ وہ ایک سال کے اندر مر جائیگا غلط ثابت ہوئی۔ پھر فرمایا جب میں نے حکیم نورالدین سے اس کا ذکر کیا کہ پادری آتھم کے بارے میں مرزا قادیانی کی پیشن گوئی غلط ثابت ہوئی ہے تو وہ کہنے لگے کہ ہم لوگوں کا مرزا کے حق میں ایسا اعتقاد نہیں ہے جو پیشن گوئیوں کے غلط ثابت ہو جانے سے ختم ہو جائے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت مرزا قادیانی کی کتاب انجام آتھم کے اس اقتباس کو حاصل ہے جو جج محمد اکبر صاحب نے مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کا فیصلہ لکھتے وقت نقل کیا ہے کہ مرزا قادیانی انجام آتھم کے صفحہ نمبر ۶۹ پر لکھتا ہے:۔

''اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر کہتے ہیں اور مفتری بھی بعض کافر کہنے سے سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں بہر حال یہ مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو میرے مکفر اور مکذب ہیں۔'' اس کیساتھ علماء اور مشائخ کی فہرست دی ہے جس میں دوسرے مشائخ کیساتھ خواجہ صاحب کا نام یوں درج ہے۔

''میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور۔'' حضور اکرمؐ کی ختم نبوت کے بارے میں خواجہ صاحب کا وہی عقیدہ تھا جو ۱۴ سو سال سے تمام مسلمانوں کا متفقہ چلا آ رہا ہے۔ جس نبوت کے بارے میں کتاب وسنت نے صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ یہ محمد ﷺ پر ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔ اب ان کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور قتل کا سزاوار ہے تو ایک ایسا شخص جو کتاب وسنت کے مطالب پر گہری نظر رکھتا ہوا اور وعظ وارشاد سے ہزاروں آدمیوں کے دل بدل چکا ہو اس مسلمہ عقیدے سے کیسے انحراف کر سکتا ہے! ختم نبوت کے بارے میں خواجہ صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اتنا صاف اور واضح ہے کہ اس میں ابہام کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ فوائد فریدیہ میں فرماتے ہیں۔

''ختم المرسلین سید النبیین محبوب اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کہ افضل از تمام انبیاء است وسبب ایجاد اوشاں وتمام عالم است وحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام در وجود ظہور بعد تمام انبیاء است کہ پس ایشاں حکم رسالت محو گشت وحکم ولایت صادر۔''

(فوائد فریدیہ ص ۱۴)

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ کے رفع آسمانی کے بارے میں جو عقیدہ ظاہر کیا تھا وہ کتاب و سنت کی تصریحات اور مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے بالکل خلاف تھا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے تھے بلکہ وہ طبعی موت مر کر زمین میں دفن ہوئے تھے۔ اب ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے اور جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے اور کئی امور انجام دیں گے وہ میں ہوں۔ مگر خواجہ صاحب نے مسیح کی آمد کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ مرزا کے اقوال کی تکذیب کرتا ہے اور ان روایات کے مطابق ہے جو نزول مسیح کے بارے میں کتب احادیث میں آئی ہیں۔ خواجہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

> ”بدانکہ درزمانٔ دجال پلید ظہور حضرت عیسیٰ
> علیہ السلام خواہد شدوآں پلید راخواہد کشت و
> برسلطنت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خواہد نشست
> و تابع دین حضرت رسول اللہ ﷺ خواہد شد۔“

(فوائد فریدیہ)

خواجہ صاحب صاف صاف فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال پلید کے زمانے میں آئیں گے وہ دجال کو قتل کریں گے۔ حکومت کریں گے وہ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئیں گے بلکہ شریعت محمدیؐ کے تابع ہوں گے یہی عقیدہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے اور شروع سے اب تک امت کے تمام مسلمانوں کا چلا آ رہا ہے۔ مگر مرزا قادیانی کے عقیدے میں اس کی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔

مرزا قادیانی کے دعوے میں ایک دعویٰ یہ بھی تھا کہ میں مہدی آخر الزمان ہوں۔ اس کی دلیل شیخ علی حمزہ کی کتاب جواہر الاسلام کی یہ روایت ہے۔

> قال النبی یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا
> کدعہ یصدقہ اللّٰہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من
> اقصی البلاد علی عدۃ اہل بدر بثلاث

مائة و ثلاثة عشرو جلا و معه صحيفة

مختومة (اى مطبوعة) فيها عدداصحابه

باسمائهم و بلادهم وخلالهم۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کے برابر، ۳۱۳ ہوگی اس کے پاس ایک مطبوعہ صحیفہ ہوگا جس میں ان دوستوں کے نام، وطن اور خصائل مرقوم ہوں گے۔

اس روایت کے نقل کرنے کے بعد مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ کدعہ قادیان کا معرب ہے۔ اس سے مراد میرا گاؤں ہے۔

یہ نہ حدیث ہے اور نہ کسی حدیث کی کتاب میں پائی جاتی ہے مگر مرزا قادیانی نے ایک جھوٹی بات کو حضور کی طرف منسوب کر کے حدیث بنا دیا ہے۔ اس کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ یہ کسی کذاب کی وضع کی ہوئی ہے۔ امام مہدی کے ظہور اور علامات کے بارے میں جو روایات آئی ہیں وہ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد، حاکم، طبرانی اور مسند یعلی میں پائی جاتی ہیں۔ ان روایتوں میں ظہور مہدی اور ان کی نشانیوں کے بارے میں کافی تفصیل بتائی گئی ہے مثلاً یہ کہ وہ اولاد فاطمہؓ میں سے ہوں گے، ان کا چہرہ حضورؐ کے چہرے سے مشابہ ہوگا، ان کا نام محمد والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا، وہ مدینہ میں ظاہر ہوں گے پھر مکہ تشریف لے جائیں گے، خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپکے ہاتھ پر بیعت کرے گی، بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز سنی جائے گی۔

هذا خليفة الله المهدى فاستمعواله واطيعوا اس عبارت کو پڑھ کر ذرا غور کیجئے کہ کیا مرزا قادیانی میں ان نشانیوں میں سے کوئی ایک نشانی بھی پائی جاتی ہے؟ اس کے باوجود پوری ڈھٹائی سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مہدی آخر الزماں ہوں۔

خواجہ صاحب نے ظہور مہدی کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ مرزا قادیانی کے

کذب و افترا کے بالکل خلاف اور ان روایات کے مطابق ہے جو مہدی کے بارے میں مختلف کتب احادیث میں آئی ہیں۔ چنانچہ فوائدِ فریدیہ میں فرماتے ہیں۔

"بدانکہ علامات قیامت کہ آمدن اواز واجبات
است و منکر آں کافر است بسیار اندا کہ بحدیث
شریف ثبوت یافتہ انداول ظہور مہدی کہ امام
اولیا خواہد شد ہفت سال بر سلطنت بحکمرانی
میباشدوا کثر خلق را مطیع الاسلام گرداند۔"

(فوائدِ فریدیہ صفحہ ۲۵)

اشارات فریدی میں ہے کہ "ایک روز امام مہدی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک فرقہ اس روایت لا مہدی الا عیسیٰؑ ابن مریم کے تحت یہ کہتا ہے کہ عیسیٰؑ ہی مہدی ہیں مگر یہ روایات بغایت ضعیف ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے جو متواتر احادیث اس بارے میں منقول ہیں ان میں ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ میں سے ہوں گے۔ عیسیٰؑ ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ امت کے تمام بزرگوں کا اس پر اتفاق ہے۔" ملفوظات کی اسی کتاب اشارات فریدی میں ایک دوسری جگہ پر ہے۔

کہ "خواجہ صاحب مجلس میں تشریف رکھتے تھے کسی نے امام مہدی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا شیعوں کے نزدیک مہدی آخرالزمان ان کے بارہویں امام محمد ابن الحسن العسکری ہیں جو دشمنوں کے خوف سے غار میں چھپ گئے تھے۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر امام مہدی بن کر ظاہر ہوں گے۔ مگر اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ احادیث میں جس مہدی کے ظہور کی خبر دی گئی وہ کسی غار میں چھپا ہوا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وقت پر اولادِ فاطمہؓ میں پیدا ہوگا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ پھر کہنے لگے فقیر کی یہ رائے ہے کہ فرقہ امامیہ کے آخری امام ابوالقاسم بطریق بروز آلِ فاطمہؓ میں پیدا ہوں گے۔ پھر فرمانے لگے تناسخ اور بروز میں بہت فرق ہے۔ بروز یہ ہے۔

البروزان یفیض روحٌ من ارواح الکمل علی کامل کما یفیض علیه التجلیات وہو بصیر مظہرہ۔"

بروز کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا کہ "شیخ ابن عربیؒ درفتوحات مکی گفتہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام وحضرت الیاس علیہ السلام یکے است زیرآنکہ روح پاک حضرت ادریسؑ ازبدن مثالی مفارقت کردہ درجسد عنصری حضرت الیاسؑ بروز کردہ است

(اشارات فریدی ص ۱۱۰ حصہ سوم)

قادیانی دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے حقیقت کے برعکس اپنی تحریروں میں یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑوی نے مرزا قادیانی کی تعریف کرتے ہوئے اسے صالح ومتقی انسان لکھا تھا۔ قادیانیوں کے اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد غوث منصور صاحب رقمطراز ہیں۔

گزشتہ دنوں قادیانی امت نے اپنی روایتی فریب کاری سے صدرالشریعہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی نسبت جھوٹ وافترا کا ایک پلندہ "شہادات فریدی" کے نام سے شائع کر کے کثیر تعداد میں مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ جس میں مسلمانوں کو یہ مذموم تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے دعویٰ مجددیت، مہدویت اور نبوت کے مصدق اور پیرو تھے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

شہادات فریدی میں قادیانیوں نے حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی مرزا قادیانی کے ساتھ جعلی اور خانہ ساز خط وکتابت شائع کی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ان کی نبوت جعلی اور خانہ ساز ہے۔

اس کتاب میں حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات "اشارات فریدی" سے (جو حضرت کے وصال سے کئی سال بعد میں شائع ہوئے) ایک عربی خط کا حوالہ دیا ہے۔ جو "حضرت خواجہ صاحبؒ" نے مرزا قادیانی کو لکھا اور اس میں مرزا قادیانی کو من عباداللہ الصالحین لکھا۔ اس سے معلوم ہوا خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو برحق تسلیم کرتے تھے۔

مرزائیوں کا یہ مکارانہ شاہکار نیا نہیں بلکہ بہت پرانا جھوٹ ہے جو آج سے چالیس برس قبل بھی جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاولنگر کی عدالت میں قادیانی امت نے پیش کیا تھا اور

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کو مرزائی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے اثبات میں ''ارشادات فریدی'' نامی کتاب کو پیش کیا تھا۔

الحمد للہ ہمارے علماء کرام مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم' سابق شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور' مولانا قاضی غوث بخش واعظ جامع مسجد بہاولپور' مولانا محمد صادق صاحب ناظم امور مذہبیہ ریاست بہاولپور نے قادیانی امت کی اس کذب بیانی کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ اور مرزائی فریب کاری کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل ''فیصلہ مقدمہ بہاولپور'' نامی کتاب میں موجود ہے۔ اس مقدمہ میں مرزا کی اس کتاب کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ اس کی نبوت کے مکفر اور مکذب تھے۔ مقدمہ بہاولپور کا یہ اقتباس پڑھ لیجئے۔ انشاء اللہ تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔

''حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کہ جن کا نہ صرف ریاست بہاولپور کا ایک حصہ معتقد اور مرید ہے' بلکہ سندھ' بلوچستان اور پنجاب میں بھی آپکے بکثرت مرید پائے جاتے ہیں' کی ایک کتاب اشارات فریدی سے یہ دکھلایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا قادیانی کسی عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں پایا جاتا بلکہ آپ اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنے اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتا ہے اور حمایت دین پر کمر بستہ ہے اور کہ علمائے وقت تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے اور صراط مستقیم پر قائم ہے۔

اور خواجہ صاحب کی اس تحریر پر بڑی شرح اور بسط سے بحث کر کے یہ دکھلایا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے اپنے ہی ہیں اور انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مدعیہ کی طرف سے بھی اس کا مفصل جواب دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھیں تھیں' ان میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی ایک تحریر سے جو اس کی کتاب انجام آتھم' صفحہ ۶۹ پر درج ہے' پایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب بھی بعد میں مرزا کے مکفر اور مکذب ہو گئے تھے۔ مرزا قادیانی اس تحریر میں لکھتا ہے کہ اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور

مفتری بھی۔اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر اور مکذب ہیں۔اور اس کے ساتھ مرزا قادیانی نے ہر دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔اس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں' علاقہ بہاولپور کا نام بھی درج ہے۔'' (فیصلہ مقدمہ بہاولپور' ص۱۶۰)

علمائے کرام کے دندان شکن جواب کے باوجود مرزائی ابھی تک وہی راگ الاپ رہے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب مرزائی تھے۔پس ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ پھر قادیانی اقلیت کو آئینہ دکھایا جائے۔

مولانا نور احمد خاں ناز کی فریدی لکھتے ہیں کہ اشارات فریدی (ملفوظ شریف) میں مطبوعہ خط محض افترا' جعلی اور الحاقی ہے۔جو دھوکہ سے منشی رکن دین نے شامل کیا ہے۔

منشی رکن دین' جس نے ''اشارات فریدی'' کی کتابت کا کام سرانجام دیا ہے' اپنے آپ کو مکاری سے حضرت خواجہ صاحب کا معتقد ظاہر کرتا تھا مگر دراصل مرزائی تھا اور قادیانیوں کی طرف سے اسی کام کے لئے معمور تھا کہ جس طرح ہو سکے' حضرت اقدس کی طرف سے مرزا قادیانی کی تائید کرائے۔لیکن جب کوشش کے باوجود کسی طرح کامیاب نہ ہوا تو ملفوظ شریف ''اشارات فریدی'' کی طباعت کے وقت اس نے ایک خط شامل کر دیا جس کے جعلی ہونے کی تردید ذمہ دار حضرات کی طرف سے فوراً کرادی گئی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی کبھی کوئی خط و کتابت مرزا قادیانی سے نہیں ہوئی۔(ملاحظہ ہو ماہنامہ ''الفرید'' جنوری ۱۹۳۳ء' ص۱۴تا۱۹)

مرزائی امت کے بیانات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو خادم اسلام سمجھتے تھے اور اس کے علم و فضل کے معترف تھے۔لیکن اس کے خلاف اسلام عقائد اور دعاوی پر مطلع ہونے کے بعد اسے کافر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب اگر مرزا قادیانی کو مجدد' مہدی' مسیح موعود یا نبی سمجھتے تو اس سے ملاقات کرتے۔قادیان تشریف لے جاتے' لیکن آپ نے متعدد بار فرمایا ''مرزا قادیانی کافر ہے''

ذیل میں صدر الشریعہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کی تصنیف مبارک ''فوائد فریدیہ'' کا ایک اقتباس قابل غور ہے جس سے حضرت موصوف کے عقیدۂ صادقہ کی صاف صاف وضاحت ہوتی ہے۔

''سرور کائنات ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا البتہ امت محمد ﷺ میں ولایت باقی ہے۔'' (فوائد فریدیہ ص ۱۳)

اب کیونکر ممکن ہے کہ ختم نبوت کے اعلان کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ منکر ختم نبوت اور مدعی نبوت کو مسلمان سمجھتے۔

حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف فوائد فریدیہ اس سلسلہ میں قابل دید ہے۔ آپ نے اپنی اس تصنیف میں جا بجا ختم نبوت ''ظہور مہدی'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر کیا ہے اور مرزائیت کے خوب بخئے ادھیڑے ہیں۔ قادیانی امت کے صراحتاً کفر کے علاوہ آپ نے احمدی فرقہ کو ناری اور جہنمی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ''فوائد فریدیہ'' ص ۲۷، ۳۰)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کے لخت جگر اور سجادہ نشین حضرت خواجہ نازک کریم صاحب کی خدمت میں حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی خود تشریف لے گئے اور اقتباسات ''اشارات فریدیہ'' کے متعلق استفسار فرمایا۔ کیونکہ ''اشارات فریدی'' حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ نازک کریم صاحب نے فرمایا کہ میاں رکن دین نے ملفوظ شریف ''اشارات فریدی'' جمع کر کے اپنی نجات کا اچھا سامان کیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی کے متعلق افترا درج کر کے اپنی تمام محنت رائیگاں کر لی اور آخرت بھی خراب کر لی۔ ہم نے ملفوظ شریف سے ایسی عبارات نکال دی ہیں جو رکن دین نے دھوکہ سے شامل کر دی ہیں۔ حضرت اقدس عالی خواجہ فرید الملتہ والدین، ختم نبوت پر انتہائی پختہ ایمان رکھتے تھے اور مرزا قادیانی کو اس دعویٰ نبوت کی وجہ سے خارج از اسلام سمجھتے تھے جس کا ثبوت خود مرزا کی تحریروں سے ملتا ہے۔ الحمد للہ نہ ہم نہ ہماری اولاد نہ ہمارے متعلقین میں سے کوئی مرزائی ہے۔ ہم مرزا اور مرزا کے مقلدین کو کافر سمجھتے ہیں اور مرزا کے باطل مذہب پوری شدت کے ساتھ منکر ہیں۔

اس قدر وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کذاب حضرت خواجہ صاحب موصوف پر اتہام تراشی کرے تو اس سے بڑھ کر جھوٹا اور ملعون کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کیا پتے کی بات کہی تھی

ہر کہ بدگفت خواجہ مارا

ہست او بے گماں یزید پلید

(ماہنامہ ''ضیائے حرم'' تحریک ختم نبوت نمبر ۴ ۱۹۷ء از قلم: قاضی محمد غوث منصور)

نوٹ:۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے متعلق زیادہ تر معلومات جناب محمد باقر جامی صاحب کے مضمون اور قاضی غوث محمد منصور کے مضمون سے اخذ کی گئی ہیں جو کہ بالترتیب ہفت روزہ ختم نبوت جلد نمبر ۹ شمارہ ۷ اور ماہنامہ ضیائے حرم ''تحریک ختم نبوت نمبر'' میں شائع ہو چکے ہیں۔



حکیم غلام قادر چشتی امرتسری ملتانی

(۱۹۰۸ء-۱۹۷۵ء)

حضرت حکیم غلام قادر صاحب ۱۹۰۸ء کو فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۵۲ء کے ہاں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر ہی میں مکمل کی اور طب کی تمام کتب اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت علامہ حکیم محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۴۴ء اور مسیح الطب حضرت حکیم غلام جیلانی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸۱ء سے وقتاً فوقتاً پڑھیں۔ آپ حضرت خواجہ میاں علی محمد خان چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۵ء) سے بیعت تھے۔ علم وادب سے شغف، حکمت طبابت کی مہارت، تصوف وروحانیت میں کمال اور کفر وضلالت کے مقابل نبرد آزما ہونا آپ کو ورثہ میں ملا جس کی چند مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں

آپ نے آریوں اور قادیانیوں کے خلاف ایک اخبار ماہنامہ ''درۂ اسلام'' امرتسر سے شائع کیا۔ رد قادیانیت کے سلسلے میں قادیان میں ہونے والے مسلمانوں کے اجتماعات میں بھی شرکت فرماتے تھے ۱۹۳۱ء میں حضرت علامہ آسی کی تصنیف ''الکاویہ علی الغاویہ'' اردو جلد اول اور ۱۹۳۴ء میں جلد دوم کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا جبکہ اس کتاب کا عربی نسخہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ آپ نے علامہ آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر پرچہ الفقیہ امرتسر کی ترتیب کا کام سنبھالا۔ جس کے ایڈیٹر حکیم معراج دین المتوفی ۱۹۴۸ء تھے اس سلسلے میں آپ ان کے علمی معاون رہے اور یہ ایسا پرخلوص تعاون تھا کہ ان دونوں بزرگوں کا اخبار میں بحیثیت مدیر یا معاون مدیر کبھی بھی نام نہیں چھپا۔ جس کا ذکر جناب محمد صادق قصوری صاحب نے اپنی کتاب ''فدایان امیر ملت'' میں بھی کیا ہے۔ اخبار الفقیہ امرتسر کے بے شمار پرانے پرچے حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کے مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہیں۔ ان کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حکیم غلام قادر صاحبؒ رد قادیانیت کے سلسلہ میں کس قدر جانفشانی اور تندہی سے سرگرم عمل تھے۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں سکھ چین نصیب فرمائے (آمین)

استاذ العلماء حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی قدس سرہ

(۱۸۸۶ء۔۱۹۴۸ء)

شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاول پور۔

استاذ العلماء حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی قدس سرہ موضع گجرات میں ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور صرف ونحو حضرت مولانا محمد چراغ ساکن چکوڑی ضلع گجرات سے پڑھنے کے بعد مولانا جمال الدین ساکن گھوٹہ ضلع ملتان، مولانا غلام حسین ساکن تلیری ضلع مظفر گڑھ، مولانا نورالزمان ساکن چکی ضلع اٹک اور مولانا غلام احمد حافظ آبادی صدر المدرسین جامعہ نعمانیہ لاہور سے تحصیل علم کی اور پھر ہندوستان کا رخ کیا۔ چنانچہ مدرسہ فیض عام کانپور میں مولانا احمد حسن سے ڈیڑھ برس پڑھا اور ان کے انتقال کے بعد مولانا فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث مولانا وزیر حسن رامپوری سے پڑھا، سندِ حدیث حاصل کی اور بیعت طریقت سے مشرف ہوئے۔

آپؒ نے پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

(غلام مہر علی۔ گولڑوی۔ مولانا الیواقیت المہریہ ص ۹۷)

حضرت مولانا گھوٹوی نے اعلیٰ حضرت گولڑوی سے بھرپور استفادہ کیا۔ اور پھر تحریک ختم نبوت کے کام کو مزید آگے بڑھایا۔ مرشد طریقت کی فیضان بخشی سے ریاست بہاولپور اور اس کے گرد و نواح میں قادیانیت کا تعاقب جاری رکھا۔ ۱۸ اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو موضع ہریا ضلع گجرات میں مفتی غلام مرتضےٰ میانوی اور مولوی جلال الدین شمس قادیانی کے مابین ایک تحریری اور تقریری مناظرہ ہوا جس میں مسلمانوں کی طرف سے آپ صدر جلسہ تھے۔ اس مناظرہ میں مسلمانوں کو زبردست فتح ہوئی۔ بعد میں اس مناظرہ کی روداد الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی کے نام سے معرض تحریر میں آئی تو آپ نے اس پر زبردست تقریظ تحریر فرمائی۔ (غلام مرتضےٰ میانوی، مفتی، الظفر الرحمانی ص ۱۳۔)

اسی طرح عبدالرزاق قادیانی کا ایک مسلمان عورت سے نکاح کا مسئلہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء کو

بہاولپور کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے عدالت میں پیش ہو کر قادیانی کے ارتداد اور مرتد کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا' پر زبردست دلائل دیئے۔ چونکہ یہ معاملہ بڑا اہم تھا اس لئے ۱۹۳۱ء میں انتہائی مراحل طے ہونے کے باوجود دوبارہ ۱۹۳۲ء میں اس مسئلہ کو بہاولپور کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا تو مولانا گھوٹویؒ نے انجمن موید الاسلام بہاولپور کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور مسئلہ کو علمی، عوامی اور ملکی سطح پر اٹھایا۔ جس میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین مولانا نجم الدین، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن اور مولانا انور شاہ کشمیری بھی شریک ہوئے۔ عدالت عالیہ میں قادیانی کے مرتد ہونے اور ایک مسلمان عورت کا نکاح مرتد سے نہ ہونے پر دلائل دیئے۔ چنانچہ یہ مقدمہ جو بعد میں ''مقدمہ بہاولپور'' کے نام سے معروف ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ یہ کسی عدالت کا پہلا فیصلہ تھا☆ جس میں قادیانیوں کو مرتد، غیر مسلم اور خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ مولانا گھوٹوی نے اس سلسلہ میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔

۱۹۲۶ء میں جب مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر ہوا تو جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور نے شرعی امور پر عدالت کی رہبری کیلئے حضرت شیخ الجامعہ کو بطور عدالتی گواہ طلب فرمایا حضرت ممدوح کا یہ بیان ۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء کو قلمبند ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروزی نبوت کا دعوی کرتا ہے تو وہ اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ آپؒ کے بیان کی اہمیت کے پیش نظر ''مقدمہ بہاولپور'' سے بیان کی نقل شامل تحریر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

میں نے عقائد احمدی مدخلہ مدعا علیہ مشمولہ مسل ہذا کو دیکھا ہے۔ یہ عقائد عام مسلمانوں کے

☆ مولانا نواب دین رمداسیؒ کے صاحبزادہ حافظ مظہر الدین نے ماہنامہ ضیائے حرم کے شمارہ دسمبر ۱۹۷۴ء (تحریک ختم نبوت نمبر) میں اپنے والد صاحب پر مضمون تحریر کیا ہے۔ اس مضمون میں حافظ صاحب نے انکشاف کیا ہے کہ تنسیخِ نکاح کا سب سے پہلا مقدمہ ان کے والد صاحب نے قادیانیوں سے ۱۹۲۰ء میں جیتا تھا

ہیں۔احمدیہ جماعت کے یہ اعتقادات مخصوص نہیں ہیں۔ میں نے اس کا بیان مورخہ ۵ دسمبر ۲۶ء سنا ہے۔ان بیانات میں جو یہ الفاظ ہیں کہ میں مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کرتا ہوں اوراس لئے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر بمثل دیگر انبیاءؑ نزول ملائکہ و جبرئیلؑ ہوتا تھا۔

یہ خاص اعتقاد جماعت احمدیہ کا ہے۔اسی اعتقاد کی وجہ سے وہ غیر مسلم ہیں۔اس واسطے کہ تمام فرقِ اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ جو شخص آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص پر نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک سُنیّہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کے متعلق کل علماء ہندوستان کا فتویٰ ہے مثل کے ساتھ جو فتاویٰ مولوی عبداللہ صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شامل ہیں وہ مستند ہیں۔مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک مستند اہل حدیث عالم ہے۔مرد کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہو جاتا ہے۔مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ تحریر کیا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں۔یعنی نئی شریعت لایا ہوں۔ان کی کتاب اربعین نمبر۲ میں یہ عقیدہ موجود ہے جو شخص ایسے شخص کو نبی اور رسول مانے وہ میرے عقیدہ میں مرتد ہے۔ چونکہ مولوی عبدالرزاق مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے اوران پر نزول جبرئیل کا قائل ہے لہذا بوجہ ارتداد اس کا نکاح مدعیہ کے ساتھ فسخ ہو چکا ہے اور یہی مذہب یعنی عقیدہ عام علماء ہندوستان کا ہے۔ چونکہ یہ مذہب قادیاں ہندوستان میں ہی رائج ہے اس لئے دیگر ممالک کے علماء کی آراء اور خیالات یہاں تک نہیں پہنچے مگر اب جہاں جہاں یہ مذہب ہندوستان سے باہر پھیل رہا ہے وہاں کے علماء ان کے ارتداد کا فتوی دے رہے ہیں۔ چنانچہ کابل میں امیر صاحب نے علماء کابل کے حکم سے ایک احمدی کو سنگسار کیا۔اسی طرح دمشق میں ایک احمدی حال ہی میں قتل کیا گیا ہے۔

مرتد کے لفظ کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ کسی بنیادی مسئلہ اسلام سے انکار کیا جائے۔ مثلاً توحید، نبوت آنحضرت ﷺ و ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام۔مرزائی رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل نہیں اس لئے وہ مرتد ہیں۔ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مذہب اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔(مقدمہ بہاولپور جلد نمبر ا صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

ناظرین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لئے عرض ہے کہ جب مسماۃ غلام عائشہ کی اپیل ثانی عدالت عظمیٰ ریاست بہاولپور میں زیر سماعت تھی تو فاضل جج صاحبان نے مقدمہ کے شرعی پہلو پر رہنمائی حاصل کرنے کے لئے حضرت گھوٹویؒ کو ہی طلب فرمایا تھا۔ آپ نے قرآن پاک اور احادیث نبوی سے ثابت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اور اس کے متبعین کافر اور مرتد ہیں۔ ان کے نکاح بلا قضا قاضی فسخ ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے اس بصیرت افروز تاریخی بیان کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہی عدالتِ عظمیٰ نے جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور کا فیصلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء کالعدم قرار دے کر مقدمہ ہذا عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں بدیں ہدایت واپس فرمایا کہ مقدمہ مزید شرعی تحقیق و تدقیق کا محتاج ہے۔ لہٰذا ہندوستان کے دیگر مستند علماء اکابرین کی شہادت لے کر بروئے احکام شرعی فیصلہ صادر کیا جائے۔

عدالتِ عظمیٰ سے مثل کی واپسی پر ۲۱ جون ۱۹۳۲ء کو سب سے پہلے آپ کا بیان ہوا۔ حضرتؒ نے ایک بار پھر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے مرزائیت کے کفر و ارتداد اور ایک سُنّیہ عورت کا عبدالرزاق مرزائی سے انفساخِ نکاح کو ثابت فرمایا۔ مدعاعلیہ اگرچہ عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ کے اس بصیرت افروز بیان پر جرح کرنے سے اجتناب و احتراز کیا۔ آپؒ کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

اسلام کے بنیادی اصول بہت سے ہیں۔ لیکن ان میں بنیادی توحید باری عزّ اسمہ، اور ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتب المنزلہ اور ایمان بالبعث اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی یقین کرنا ہیں۔

جو شخص پہلے اہل سنت والجماعت ہو اور پھر وہ مرزائی بن جائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا قادیانی کو نبی مانے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو قرآن نے آخری نبی قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اس قرآنی حکم کو نہ مانے اور اس کا انکار کرے وہ قرآن کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

دلائل ملاحظہ کیجئے:

ا۔ قرآنی حوالہ جات

(۱) قرآن شریف میں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحی کا انزال دو قسموں پر ہے (۱) جو آنحضرت ﷺ پر ہوا (۲) جو آپ سے پہلے ہوا۔ وَالَّذِینَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (لبقرہ۔۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(۲) دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں جب تم لوگوں کو کتاب حکمت دوں اور تم نبوت کے منصب پر فائز ہو جاؤ تو اس کے بعد ایک نبی آئے گا جو تمام پہلی چیزوں کی تصدیق کرنیوالا ہوگا۔ تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔

اِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ۔ (سورۃ آل عمران۔۸۱)

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ ایک میثاق النبیین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یہ خطاب ہے۔ اور دوسرا لفظ ''ثم جاء کم'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالا ہوگا۔ اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام سب نبیوں کے بعد آئے ہیں۔ پس اگر مرزا قادیانی بھی نبی ہو تو پھر حضرت محمد ﷺ سب نبیوں کے بعد نہ آئے اور قرآن کی تکذیب لازم آئیگی۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے جلد اول ص ۲۴۵ میں اور مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے ترجمہ قرآن جلد اول صفحہ ۳۵۲ میں یہی معنے بیان کئے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب اکرم فرما دیجئے کہ اے لوگو میں تم تمام کا رسول ہوں آج سے قیامت تک جس قدر لوگ ہوں گے۔ سب کا میں پیغمبر ہوں۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (سورہ اعراف۔۱۵۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول من اللہ وہ ہے جس کا نام محمد مصطفےٰ ﷺ ہے۔

پس جو شخص حضرت ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے لہٰذا مرتد ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے یہی معنے امام ابن کثیر نے جلد رابع صفحہ ۲۵۳ میں ذکر فرمائے ہیں اور اس طرح دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنے بیان فرمائے ہیں۔

(۴) حضرتِ حق پاک فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور تم میں اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو میں نے پسند کیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پارہ۶ سورہ مائدۃ آیت۳)

اس آیت میں حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کامل ہو گیا۔ پس نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔ اب اگر حضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی کہا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دین کامل نہیں ہوا۔ اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ پس قرآن کریم کی تکذیب لازم آئیگی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانتا ہے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

(۵) ذات حق کا ارشاد ہے کہ ''اے وہ لوگو کہ محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہو۔ تم تین چیزوں کی اطاعت کرو۔ اللہ کی اس کے رسول کی اور اولی الامر کی'' اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر تمہارا ان سے جھگڑا ہو جائے۔ کبھی تم میں اور اولی الامر میں اختلاف برحق ہو جائے تو اس وقت فقط اللہ اور رسول ہی قابل اطاعت ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء۵۹)

اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ محمد ﷺ کے بعد یہ بھی ایک جماعت قابل اطاعت ہو گی۔ اور ان کی حیثیت یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کر سکتا۔ اس واسطے ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے اس کے ساتھ جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ حضرت ﷺ کے بعد اس آیت کی رو سے جو لوگ اولی لامر ہوں گے نبی نہیں ہوں گے۔ ان سے اختلاف ہو سکے گا چاہے وہ صدیق

ہوں' شہید ہوں' صالح ہوں' امام ہوں' غوث ہوں' قطب ہوں' یا اور کچھ ہوں۔ اس موقع پر میں مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر کے چند جملے بیان کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی اپنی تفسیر کی جلد اول صفحہ ۵۲۶ پر فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک مطاع محمد ﷺ موجود ہوں گے اس لئے آپ ﷺ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ مطاع ہوگا پھر محمد ﷺ مطاع نہیں رہینگے ۔ اور یہ خلاف قرآن ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ جب اس کو فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں ہو سکتا۔

(۶) حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس کتاب (قرآن) کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکینگے ۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۸)

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ قرآن شریف تمام ہدایات سے بڑھ کر ہے۔ اس کے بعد کسی ہدایت کی یا کسی نبی کی یا کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرت حق پاک نے رسول اللہ ﷺ کو سراجاً منیراً فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (سورۂ احزاب آیت ۴۵۔۴۶)

اور قرآن پاک نے سورج کو سراج کہا ہے اس سے ظاہر کرنا یہ مقصود ہے کہ جیسے سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حضرت ﷺ کی ذات مقدس ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور رسالت ان پر ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے سورج پر روشنی ختم ہو جاتی ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ سب قوموں کے منذر اور ہادی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے۔ کہ حضرت ﷺ تمام قوموں کے لئے ہادی ہیں اور دوسرا اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورہ رعد آیت ۷)

(۹) حق پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کر دی۔ اس میں ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی گئی یہی کافی ہے اور بس۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورہ عنکبوت آیت ۵۱)

(۱۰) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ (سورہ حجر آیت ۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی اس کتاب نصیحت کو اتارنے والے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم ایک محفوظ اور غیر متغیر کتاب ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی پس اگر کوئی دوسرا نبی اور دوسری وحی آ سکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہو جائے چنانچہ مرزا قادیانی کے امتی قرآن کے بہت سے حکموں کو منسوخ مانتے ہیں۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جہاد بالسیف منسوخ ہوگئی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ جو محمد ﷺ کو آخری نبی مانے وہ کافر ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی احمدیہ جلد اول ص ۳۰۸ کتاب الصلوٰۃ و فتاوے احمدیہ جلد اول ص ۲۶۹ اس آخری حوالہ میں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ کسی شخص کو کوئی عمل کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میرے دعویٰ کو نہ مانے۔ تو یہ حکم مرزا قادیانی کو ماننا نہ کہیں قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔ بلکہ قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی جیسے کذابوں کو نبی نہ مانا جاوے۔ مرزا قادیانی کو نبی ماننے سے قرآن کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ میں منسوخ نہیں ہوں۔

(۱۱) قرآن مجید میں ہے۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب۔۴۰) اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے جلد سوم ص ۵۱۵ میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنے نبیوں کی مہر نہیں جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔

بلکہ آخری نبی ہے۔اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

(ب) مفسرین اور اہل لغت:

خاتم کے معنی آخری نبی کے تمام مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہیں۔تفسیر ابن جریر جلد نمبر ۲۲ ص ۱۳ میں خاتم النبین کے معنے ''آخری نبی'' ہیں۔تفسیر ابن کثیر جلد ۸ ص ۸۸ میں خاتم النبین کے معنے ''آخری نبی'' کے لئے ہیں۔تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۵۸۱ میں خاتم النبین کے معنے ''آخری نبی'' کے بیان کئے گئے ہیں۔تفسیر بیضاوی جلد ۴ ص ۱۶۴ اور تفسیر ابو سعود حاشیہ کبیر جلد ۷ ص ۴۴۹ میں بھی خاتم النبین کے معنے آخری نبی کئے گئے ہیں تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۲۲ میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی لکھے ہیں۔لغت کی کتاب قاموس میں لکھا ہے''خاتم الانبیاء آخرہم' لسان العرب میں ہے خاتمہم اخرہم بحر الحیط میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنے آخری مجمع البحار جلد اول ص ۳۲۹ میں ہے کہ خاتم کے معنے ہیں کہ لا نبی بعدہٗ تاج العروس شرح قاموس میں ہے حضرت ﷺ کا اسم مبارک خاتم اس واسطے ہے کہ آپ کے آنے سے نبوت ختم ہوگئی۔کلیات ابو البقاء میں ہے کہ ہمارے پیغمبر کا نام جو خاتم الانبیاء ہے۔اس واسطے سے کہ خاتم کے معنی ہیں آخری۔ملاحظہ ہو ص ۳۱۹ کتاب مذکور' صحاح میں لکھا ہے کہ''خاتم الشی آخرہ''اور منتہی الادب میں ہے۔خاتم چیز پایاں آں وآخر قوم صراح میں ہے کہ خاتم شے کا آخر شے کا ہوتا ہے۔اور محمد ﷺ خاتم انبیاء ہیں۔یعنی آخری نبی۔

(ج) احادیث کی روشنی میں:

پہلی حدیث جس کے معنی یہ ہیں کہ اے علی تو مجھے بمثل ہارون کے ہے۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳۔وصفحہ ۱۱۲

(۲) دوسری حدیث ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النبین ہوں (کنز العمال جلد ۶۔صفحہ ۱۱۲)

(۳) تیسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہی کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور

مبعوث ہونے میں سب سے آخر میں ہوں۔(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴)

(۴) حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں۔اور یہ فخراً نہیں کہہ رہا۔اور سب نبیوں کا آخری ہوں۔اور یہ فخر یہ نہیں۔(کنز العمال ص ۱۰۹ جلد ۶۔کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۴)

(۵) حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی ہے میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی ہوگا۔ (ترمذی شریف جلد ۲ ص ۵۱)

(۶) حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے نبیوں پر پانچ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔(کنز العمال جلد ۶ ص ۱۰۶)

(۷) اور حدیث ہے کہ "میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔" مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۴۸ اور ۱۹۹ میں اس مضمون کی دوسری حدیث ہے۔

(۸) حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک کوٹھا بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔پس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ترمذی جلد دوم ص ۲۲۱

(۹) حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عاقب ہوں۔عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شے نہ آوے شمائل ترمذی ص ۲۶۔

مرزا اپنے دعاوی کی روشنی میں خود مرتد ہوتا ہے:

(۱) حقیقۃ الوحی ص ۷۵ پر فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان جیسے ہمارے ساتھ ہے ویسے ہی مرزا قادیانی کے ساتھ اس سے مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ظاہر کیا ہے۔

(۲) حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے۔بس کن کہہ دے وہ ہو جائے گی۔

(۳) البشریٰ جلد دوم ص ۷۹ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں جس طرح قدیم اور ازلی ہوں تیرے لئے میں نے ازلیت کے انوار کر دئے۔اور تو پس ازلی ہے۔

(۴) توضیح المرام ص ۷۵ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں۔ اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی خدا کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔

(۵) کتاب تریاق القلوب ص ۳۹۷ پر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہیں ہوسکتا کہ جب تک موسیٰ، مسیح، یعقوب اور محمد مصطفےٰ علیہ ﷺ کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہے۔ اس سے مرزا قادیانی نے خدا کو حادث بنایا ہے۔ یہ عقائد ہیں جو مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھے ہیں اور اس سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

(۶) مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی ص ۸۴ پر لکھتا ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ خطبہ الہامیہ صفحہ اول ٹائٹیل پیج پر لکھتا ہے کہ بے شک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں بول سکتا۔ یعنی اس خطبہ کی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔

(۷) ازالہ اوھام جلد اول ص ۱۴ پر قرآن مجید کے متعلق لکھتا ہے کہ پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ پر لکھتا ہے کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کو کنجریاں سے میلان اور صحبت بھی اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا

انسان کس چلن کا انسان ہے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔

(۸) اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا صاف انکار ہے جو تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی حسب ذیل عقیدہ رکھتا ہے۔

تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۷۷' حضرت موسیٰ کی توریت میں یہ پیشینگوئی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں پہچائیں گے۔ مگر یہ پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی۔

(۹) بی بی مریم کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

کشتی نوح ص ۱۶' مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نا قابل اعتراض۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق مرزا قادیانی کا یہ قول کہ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنی ران پر رکھا۔

حضرت حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

اعجاز احمدی ص ۶۹ پر لکھتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حسین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں ان سے اور عنقریب ظاہر ہو جائے گا۔ آخر میں کہتا ہے کہ ''میں تو عشق الٰہی کا مقتول ہوں۔ اور تمہارے حسین کو دشمن نے قتل کیا۔ پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے۔''

ان عقائد کے ہوتے ہوئے ایک شخص صراحتہً مرتد ہو جاتا ہے۔

(''مقدمہ بہاولپور'' جلد نمبر ا صفحات ۲۹۵ تا ۳۰۳)

مولانا غلام مرتضیٰ میانویؒ صاحب کا جلال الدین شمس قادیانی سے حیات و وفات مسیح پر فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔ آپؒ اس مناظرہ کے صدر تھے۔ مناظرہ کے اختتام پر آپؒ نے فرمایا!

''مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ ومہ نے آفریں آفریں کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بدخو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہوجائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری، نسبی وجبلی شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کے بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب نام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظرہ بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

مفتی صاحب اپنا بیان تقریری وتحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے اور سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

''میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا قادیانی خود بھی سنتا تو مسلمان ہوجاتا۔ مگر ہدایت مقدر نہ تھی''۔

مرزائیت کے خلاف ننگی تلوار مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ کا وصال پر ملال ۹ مارچ ۱۹۴۸ بروز پیر کو ہوا۔ قبرستان ''ملوک شاہ'' عقب نور محل بہاولپور میں آپ ؒ مدفون ہیں (سہ ماہی المز بیر بہاولپور ۱۹۷۲ صفحہ ۹۷)

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضےٰ میانوی قدس سرہ

(۱۸۶۰ء۔۱۹۲۸ء)

مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی غلام مرتضےٰ بن مفتی غلام دستگیر بن مفتی سراج الدین بن مفتی شیخ عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۸۶۰ء/ ۱۲۷۷ھ میں میانی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور مولانا محمد رفیق ساکن برتھ غربی نزد جھاوریاں ضلع سرگودھا سے تحصیل علم کی۔ پھر کئی مدارس میں تدریس کے علاوہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں چودہ سال تک صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔ اس دور میں یہ بڑا اہم عہدہ تھا۔

شمس قادیانی کی مناظرہ میں شکست

انگریزی زمانہ اقتدار میں قادیانی مبلغ عیسائی مبلغین کی طرح دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں جاتے اور سادہ لوح عوام کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کے لئے طرح طرح کے حیلوں سے کام لیتے۔ اگر اس آبادی میں کوئی عالم دین نہ ہوتا تو اس پر تبلیغ کا دھاوا بول دیتے۔ اگر کوئی عالم دین ہوتا تو اس کی موجودگی میں ''گربہ مسکین'' ہو کر اتحاد و اتفاق کی بات کرتے۔ مفتی صاحب کے گاؤں موضع میانی (ضلع سرگودھا) میں بھی قادیانیوں نے آمد و رفت شروع کی۔ آپ کی عدم موجودگی میں ''ہمچو من دیگرے نیست'' کا دم مارتے اور موجودگی میں کہتے کہ آپ ہمارے علماء سے گفتگو کریں۔ مفتی صاحب کہتے ٹھیک ہے انہیں لے آؤ میں ان سے بات کروں گا۔ شاید وہ مفتی صاحب کے اس ڈھیلے ڈھالے جواب کو کمزوری پر محمول کرتے۔ رفتہ رفتہ قادیانیوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ مفتی صاحب کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے میدان میں گفتگو سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ جس سے عوام کے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ ان حالات کے پیشِ نظر قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ ضروری ہو گیا تھا۔

چنانچہ قاضی حبیب اللہ لکھتے ہیں۔

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء اپنے کسی کام کے لئے مفتی صاحب نے ایک ہفتہ کا سفر اختیار کیا اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی مسمی جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے' اس قادیانی مولوی نے بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۲۴ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم دلائل پیش کریں گے۔ اگر کسی نے مناظرہ کرنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا لیکن مطابق '' الاسلام یعلوی و لا یعلی '' خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس ہوئی اس وجہ سے وہ ارادۂ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۴ء صبح کی گاڑی پر براستہ بھیرہ میانی واپس پہنچ گئے جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرور و خوشی ہوگئی۔ مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لئے دعوت دی ہے اس لئے میں بتائید اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آئیں میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں۔ (حبیب اللہ قاضی تقدیم الظفر الرحمانی۔ ص ۴)

مناظرہ کی شرطیں طے ہوئیں۔ موضوع مناظرہ اور تاریخ مناظرہ طے ہوئی یعنی ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء بروز ہفتہ و اتوار موضع میانی متصل سرائے کے برگد کے درخت تلے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر مناظرہ ہوگا۔ لیکن ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو سرگودھا کے ڈپٹی کمشنر کا حکم ہوا کہ فی الحال مناظرہ نہیں ہوگا۔ اس حکم کو سنتے ہی قادیانی جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ساتھ ہی یہ الزام عائد کیا کہ مناظرہ کے معطل ہونے میں مفتی صاحب کا ہاتھ ہے۔ مفتی صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع سرگودھا کی حدود سے باہر مناظرہ کیا جائے۔ مگر قادیانی جماعت اس پر بھی راضی نہ تھی۔ قاضی حبیب اللہ لکھتے ہیں کہ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سربسجود ہو کر دعا کی کہ اے خدایا! اجلاس مناظرہ منعقد فرما کر اہل اسلام کے ایمان و عقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما (حبیب اللہ

قاضی۔تقدیم الظفر الرحمانی ص۱۲)

مفتی صاحب کی دعا رنگ لائی اور میاں شاہ محمد ساکن واڑہ شاہ عالم کی وساطت سے قادیانی جماعت موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں مناظرہ کے لئے تیار ہوئی۔ چنانچہ دونوں جماعتیں موضع ہریا پہنچیں۔ اور ۱۸۔۱۹/ اکتوبر کو مناظرہ ہوا جس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا مفتی غلام مرتضےٰ مناظر اور حضرت علامہ مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور صدر جلسہ مقرر ہوئے۔ اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس مناظر اور کرم داد صدر جلسہ مقرر ہوئے۔ اور دوسرے دن قادیانیوں کی طرف سے صدر جلسہ حاکم علی تھے۔...... اس تحریری مناظرہ میں مفتی صاحب نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر صرف دو دلیلیں دیں۔

پہلی دلیل...... وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (النساء آیت ۱۵۷)

دلیل دوم...... وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (النساء آیت ۱۵۹)

مفتی صاحب نے ان دونوں دلیلوں کو بڑے عمدہ اور احسن طریقہ سے بیان کیا۔ ذیل میں ہم دلیل اول پر "الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی" سے دو پیراگراف بیان کرتے ہیں۔ جو مفتی صاحب کی علمی عظمت ووجاہت کی زندہ وتابندہ مثالیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ میں قَتَلْنَا کا مفعول بہ یعنی جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے وہ المسیح ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح۔ بلکہ جسم مع روح یعنی زندہ انسان پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ جو قبل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ وَمَا قَتَلُوْهُ اور وَمَا صَلَبُوْهُ یقیناً یہود کے مزعوم باطل کی تردید ہے۔ اس لئے نفی قتل اور نفی صلیب اسی مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر سہ ضمیریں منصوب متصل جو وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ یقیناً میں ہیں۔ ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منصوب متصل جو بل رفعہ اللہ الیہ میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہٖ مسیح زندہ ہے جو ہر سہ ضمائر منصوب متصل سابقہ کا ہے۔ پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم

زندہ بجسدہٖ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ نہ فقط روح۔

دوسری وجہ یہ کہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء آیت ۱۵۷۔۱۵۸) میں بقرینہ قصر قلب ونفی کلمہ بَلْ ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے ہے۔......اور بَلْ ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو ضروری ہے کہ صفت مبطلہ اور صفت مشبہہ کے درمیان ضدیت ہو دیکھو اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (القرآن) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (صآفات آیت ۳۶‘۳۷) میں بھی یہ امر بالکل واضح ہے کہ ایک چیز کا شعر وجنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے۔ اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مبطلہ یعنی قتل المسیح اور صفت مشبہ یعنی رفع المسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی کیونکہ قتل اور رفع روحانی واعزازی کا جمع ہونا ممکن ہے۔ جب مقتول مقربین سے اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ زندہ بجسدہ العنصری مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہٖ العنصری مرفوع نہیں ہوسکتے۔ اور اگر زندہ بجسدہٖ العنصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز وقولھم اناقتلنا المسیح سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں۔ متکلم کے (یعنی خدائے کریم کے) برعکس ہے۔ اسلئے وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں بروئے تحقیق اہل معانی گو یہ لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تنافی وضدیت ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ احدالوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو۔ اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی واعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو پس ثابت بالدلیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم زندہ بجسدہٖ العنصری زمانہ گزشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ فقط روح۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بجسدہٖ العنصری مرفوع الی السماء ہونے پر زبردست اور محکم دلیل ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تبخیریہ ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات

کے لئے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات کا جامع ہو (غلام مرتضےٰ میانوی مولنا مفتی۔ الظفر الرحمانی ص ۱۸)

قادیانی مناظر مولوی جلال الدین شمس مفتی صاحب کی دو دلیلوں کو آخر وقت تک نہ توڑ سکا۔ چنانچہ مفتی صاحب کو پانچویں اور آخری پرچہ میں لکھنا پڑا کہ۔

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے۔ آپ کو میں اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رفع اللہ اور بَلْ ابطالیہ اور قصر قلب بَلْ رفعہ اللہ الیہ سے لے کر لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لیؤمنن بہ قبل موتہ سے لے کر ان سپاہیوں سے ایک لشکر تیار کیا اور پھر میں نے ان کو ہتھیار مطابق شرائط جنگ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ الحمد للہ کہ اس میرے لشکر زبردست کا فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے اور دو خادم یعنی دو حدیثیں بھی اس لشکر کو رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں۔ (غلام مرتضےٰ میانوی' مولانا مفتی۔ الظفر الرحمانی ص ۱۸۰)

غرضیکہ مفتی صاحب کی ہر دو دلیلیں اتنی مضبوط اور قوی تھیں کہ قادیانی مناظر دو دن تک ان کا جواب نہ دے سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کے ذریعے مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور باطل خائب و خاسر ہوا۔

مناظرہ میں کامیابی و کامرانی کے بعد صدر جلسہ مولانا غلام محمد گھوٹوی سیدھے دربار عالیہ گولڑا شریف حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کو پوری کیفیت سے آگاہ کیا۔ آپ نے مفتی صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا

مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضےٰ حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعائے الحمد للہ کہ او سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق بدرجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی بل کے بل نے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔

اللھم و فقنالما تحب وترضیٰ و صل وسلم وبارك علیٰ سید نا محمد و آلہ

وصحبه والحمد لك اولاً و آخراً

سب احباب سے مبارک بادی۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بہ

مہر علی شاہ بقلم خود

از گولڑا ۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء

اس تحریری مناظرہ کو قاضی حبیب اللہ نے اپنی تقدیم اور تحشیہ سے مزین کر کے چھاپ دیا ہے۔ جس میں ہر مناظر کے پانچ پانچ پرچے ہیں۔ اور آخر میں صدر جلسہ مولانا غلام محمد گھوٹوی اور دیگر علماء کرام جو کہ اس مناظرہ میں شریک تھے۔ کی تائیدات ہیں۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے اقتباس نظر قارئین ہیں۔

مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور

مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ ومہ نے آفریں آفریں کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظر نہایت بدخو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے۔ مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری، نسبی و جبلی شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لئے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کے بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی والزامی تقریب تام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظرہ بالکل

تقریب کے قریب نہ جاتا۔

مفتی صاحب اپنا بیان تقریری و تحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے اور سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکہ جماتی تھی۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

''میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا قادیانی خود بھی سنتا تو مسلمان ہو جاتا۔ مگر ہدایت مقدر نہ تھی''۔

مولانا نجم الدین پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور

مفتی صاحب جہاں عزم و ثبات' وقار و استقلال ان کا طرۂ امتیازی تھا وہیں متانت و شرافت' تہذیب و شائستگی کے پیکر بن کر موافق و مخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل و شواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط و غیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔

مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا۔ یہ سکون اور زیادہ ہو گیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھنگور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہو گیا۔

مولانا ابوالقاسم محمد حسین :۔ از کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ

میں مناظرہ ہر یہ میں جو مابین مفتی غلام مرتضےٰ صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس درباره حیات مسیح منعقد ہوا تھا' حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو دلیلیں حیات مسیح علیہ السلام پر پیش کیں جن کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعدِ عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ان کا جواب مرزائی مناظر سے کچھ نہ ہو سکا۔ مرزائی مناظر نے وفات مسیح پر پندرہ دلیلیں دیں۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے ادلہ قطعیہ اور براہین یقینیہ کا جواب نہ دے سکا۔

مولانا کامل الدین ساکن میلوال :۔

میں مناظرہ ہریا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت و ما قتلوہ الخ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی طریقہ پر استدلال بر حیات مسیح کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔یعنی آیت کے ان معنی سے جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و قوائد صرف نحو۔ لغت۔ معانی۔ بیان۔ بدیع کے عین مطابق تھے۔دورانِ گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمیدیہ لاہور' مولوی محمد اسمٰعیل احمد جلالپوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ۔

مفتی صاحب ایک عالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت ٹپکتی ہے۔

اور بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لافض فوک کی صدائیں آ رہی تھیں (غلام مرتضےٰ میانوی۔مولنا مفتی۔الظفر الرحمانی ص۱۹۵۔۱۹۷۔۱۹۹)

مولانا گل احمد:۔ ساکن پنڈ دادنخان ضلع جہلم

غلامِ میرزا پہلے تو کرے علم تحصیل
غلام مرتضےٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے
ذرا دیکھو و ماقتلوا اور ما صلبوا کی آیت کو!
تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے
اگر مطلوب زندگی ہے تو بل رفع کی بَلْ دیکھو!
مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بسیرا ہے
فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو گہنا
جبھی تو اس کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے

مولانا امام الدین:۔

ساکن کندوال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم

مرزائیوں سے جلال الدین تھا! اہل سنت سے غلام مرتضےٰ

بحث تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں یعنے عیسیٰ زندہ ہے یا مر گیا

معیار تھا قرآن ہم قول نبی! فیصلہ اس پر مسلم ہو چکا
مفتی صاحب جب پڑھا قرآن لحن داؤدی سے جلسہ بھر دیا
آیت انا قتلنا جب پڑھی رفعہ اللہ سے یہ ثابت کر دیا
زندہ ہے عیسیٰ افلاک پر دیکھ لے نکتہ عجب بل میں پڑا
ہے یہ اضرابیہ ابطالیہ بَلْ اور قصر قلب ہے اس میں چھپا
موت کو باطل کیا ما قبل نے جو کہ پہلے آ چکا نافیہ ما
رفعہ سے آوازے آرہے زندہ ہے وہ آسماں پر چڑھ گیا
اسمیں ہیں اثبات جسد عنصری اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیا
بَلْ کے اندر پھنس گیا صنعی شمس منہ پر پردہ پڑ گیا کسوف کا
ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں دستگاری کا نہ ہرگز راہ ملا
سب کو روشن ہو گیا زندہ مسیح موت کے قابل ہوا ہے روسیاہ
ہر طرف سے آرہی تھی یہ ندا آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضےٰ
ہے امام الدین کی یہ التجا دست بالا ہو صدا اسلام کا

(حبیب اللہ۔ مولانا۔ الظفر الرحمانی ص ۲۰۰)

مولانا امام الدین:۔ ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

بحمد اللہ خدا بنمود مارا غلام مرتضےٰ حق کا پیارا
بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود دیا کر حق و باطل میں نتارا
لوائے میرزائی منہدم شد بمیدان مباحثہ آشکارا
غلام مرتضےٰ در ملک پنجاب چمکتا ہے ہدایت کا ستارا

مولانا بدر الدین:۔ ساکن رکن ضلع گجرات

بحمد اللہ کہ از فضل خداوندا — دل اہل حق گردید خورسند
نماندہ مشتبہ دجال و عیسیٰ — جلی شد کذب فرعون صدق موسیٰ
غلام مرتضےٰ مفتی حقانی — رسیدہ از وے شمس قادیانی
دم از علم بیاں بروئے دمیدہ — ببیں حلقوم کاید چوں بریدہ
نمی گوئیم کہ عیسائے ناں است — دے دجال کشتن راجواں است

حضرت پیر صدیق شاہ:۔

مفتی صاحب فاضل پورا اشرماں والا بندہ
وچہ شرطاں دے پورا اتریا چھوڑ نکما دھندا
کل شئی یرجع الی اصلہ حضرت دا فرمانا
جیسا اصل کسیدا ہوئے اس پاسے اس جانا
ہر کوئی جانے مفتیاں والا شریف گھرانہ
نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ
مفتی صاحب مرزائیوں نوں خنجر ماری بل دی
تاہیں وچہ انہاندے سینے آتش غم دی بلدی
عیسیٰ نوں آسمانوں اتے بل چڑھایا جلدی
بل انہاندے دل نکالے واہ نہیں کوئی چلدی
خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی
اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی
مردیاں دے دل زندہ کیتے تیریاں خوش تقریراں
دنیا تے رب زندہ رکھے تیں جیہاں تصویراں
توں ہن اپنا شعر سنا کے بس کر شاہ صدیقا

مفتی صاحب چھوڑ یا نا ہیں باقی کوئی دقیقہ

(غلام مرتضےٰ میانوی مولانا مفتی۔الظفر الرحمانی ص۲۰۴۔۲۰۲۔۲۰۰)

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضےٰ نے مولوی جلال الدین شمس کی مقابلہ میں کامیابی کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ۔

۱۸۔۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں قادیانی مناظر سے کامیابی کے بعد میرا حق ہے کہ میں قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لئے دعوت دوں وہ میدانِ مناظرہ میں نکلے۔ چونکہ میاں محمود احمد کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر مرزا قادیانی کی خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔اس لئے میں محمود احمد صاحب خلیفہء ثانی مرزا قادیانی کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر بمقام لاہور تحریری و تقریری مناظرہ کریں

خادم الاسلام والمسلمین

مفتی غلام مرتضےٰ' ساکن میانی ضلع سرگودھا

(غلام مرتضےٰ۔مولانا ۔الظفر الرحمانی ص۔۲۴۲)

حضرت علامہ مفتی غلام مرتضےٰ میانوی ایک جید عام دین بہترین مدرس' پر جوش مقرر' اور زبردست مناظر تھے۔ آپ نے قادیانیوں' وہابیوں' اور شیعوں کیخلاف کتابیں لکھیں تقریریں کیں اور مناظرے کیے۔ آپ کی موجودگی میں بڑے بڑے علماء فضلاء مہر بلب رہتے۔ آپ کی علمی جلالت کے اپنے اور بیگانے دونوں قائل تھے۔ عوام وخواص آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بحث و مباحثہ میں ہمیشہ آپ غالب رہتے۔ ایک دفعہ قیام لاہور کے دوران ۱۴ یا ۱۵ مئی کو مولانا ابراہیم علی چشتی کے مکان واقع کشمیری بازار (لاہور) میں مولانا ابراہیم علی چشتی اور دوسرے علماء کرام کی موجودگی میں مولوی نورالدین قادیانی سے گفتگو ہوئی۔

مفتی صاحب...... مولوی صاحب میں آپکو مرزا قادیانی کے معتقدین میں وسیع المعلومات اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن مریم پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب...... تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔ اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے۔

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا کیا مطلب سمجھا ہوا ہے۔ سائل نے کہا میں نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہوا ہے کہ ایک دعویٰ مثلاً موجبہ ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات و اجزاء بھی موجبہ ہوں گے۔ اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کریگی۔ اور اگر اس دلیل کے مقدمات و اجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہوا تو وہ استدلال باطل ہوگا۔ اور وہ دلیل اس دعوے کو ثابت نہیں کریگی میں نے سائل کو کہا کہ یہ مطلب غلط ہے بلکہ اس مقدمے کا مطلب ہے کہ اگر احتمالوں پر غور کیا جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب...... جناب میں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے۔ لیکن جس طریقہ سے میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب...... کہیے

مفتی صاحب...... یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی مات عیسیٰ لیکن میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وھماً یا شکاً یا ظناً یا تقلیداً یا یقیناً کیسا ہے؟

مولوی صاحب...... میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب...... تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کو ثابت کرنے کے لئے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء یقینی ہوں۔

مولوی صاحب...... یقینی دعوے میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب...... واقعی دعوے دو قسم کے ہیں۔ بدیہی اور نظری بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعوے

مات عیسیٰ یقیناً بدیہی ہے یا نظری۔

مولوی صاحب......نظری ہے۔

مفتی صاحب...... جب آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لئے جو دلیل آپ بیان فرمائینگے اس دلیل کے مقدمات اور اجزاء بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب......تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب...... جناب پھر جو مطلب مقدمہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا سائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا۔ اور جو معنے آپ نے کئے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب......آپ مانحن فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب......رجوع کرتا ہوں جناب میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیل بیان فرمائیں گے خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب......یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب...... جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے اور آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب......یہ میں نہیں کہوں گا۔

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا اور مولوی نورالدین صاحب نے اخیر میں اقرار کیا کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔ (غلام مرتضےٰ میانوی۔ مولانا مفتی ص ۲۰۴)

یہ تھی مفتی صاحب کی قادیانیت کے سلسلہ میں اسلامی خدمات کی ایک جھلک۔ اس کے علاوہ مفتی صاحب ایک قادرالکلام خطیب تھے اور زبردست اہلِ قلم بھی۔

مفتی صاحب کی قلمی کاوشیں مندرجہ ذیل اسماء کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں

الظفر الرحمانی مطبوعہ لاہور پرنٹنگ پریس لاہور۔ ۱۹۲۵ء

التبیان والحماسہ مطبوعہ مطبع حمید لاہور ۱۳۲۶ھ

ختم نبوت قلمی

شرح قصیدہ بردہ قلمی

۱۰ محرم ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء کو آپ نے ظہر کے بعد ''رضا بالقضاء'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اسی روز عصر کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے دوسرے روز ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرہ دھوم سے نکلے
محبوب کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے

آپ صاحب اولاد نہ تھے اس لئے آپ کے برادر زادہ حضرت مولانا محمد رفیق مدظلہ العالی آپ کے جانشین ہیں (مکتوب گرامی مفتی محمد رفیق مدظلہ العالی بنام رقم الحروف۔)

(ماخوذ از تجلیات مہرِ انور)



حضرت مولانا قاضی غلام یٰسین علوی قادریؒ

(۱۲۶۲ـ۱۳۴۷ھ)

حضرت مولٰنا غلام یٰسین علوی قادریؒ ابن حضرت علامہ عبدالرزاق ابن مولنا محمد ابن مولنا قاضی عبدالرحمٰنؒ کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ سے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۲ھجری میں قصور کے ایک گاؤں بہادر پور میں ہوئی تھی۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم سمیت تفسیر، فقہ، میراث اور حدیث کی تعلیم بھی اپنے والد ماجد سے مکمل کی۔

قاضی غلام یٰسین علوی صاحب نے مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد ضلع قصور میں اپنے آبائی گاؤں میں ہی تعلیم و تدریس کے کام کا آغاز کر دیا۔ مگر آپ کے چچا زاد قاضی محمد بن قاضی قطب الدین کی وفات پر جو کہ ڈیرہ غازی خان میں منصب قضا پر فائز تھے۔ لوگ اصرار کر کے آپ کو ڈیرہ غازی خان لے گئے اور آپ کو منصب قضا پر فائز کر دیا گیا۔ یہاں پہنچ کر بھی آپ نے تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلویؒ کے ساتھ آپ کی خط و کتابت جاری رہتی تھی۔ گمراہ فرقوں اور کفار عیسائی و قادیانی وغیرہ کے خلاف آپ ہمہ تن مصروف جہاد رہے۔ ڈیرہ غازی خان شہر میں قادیانیوں کی ایک عبادت گاہ تھی۔ آپؒ نے اپنی ذاتی رقم سے ۱۰ مرلہ زمین خرید کر قادیانی عبادت گاہ کے بالکل قریب مسجد اور درسگاہ تعمیر کروائی اور باقی ساری عمر اس مسجد اور درسگاہ کی منبر پر بیٹھ کر قادیانی ٹولہ کے گمراہ کن عقائد کا رد فرماتے رہے۔ ڈیرہ غازی خان کے عوام کو قادیانیت کے جال میں آنے سے محفوظ رکھنے میں آپؒ کا نمایاں کردار ہے۔

قاضی غلام یٰسین علوی صاحبؒ ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر فتوح پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

نوٹ:۔ قاضی غلام یٰسین علویؒ کے بارے میں زیادہ تر معلومات پروفیسر مجید اللہ قادری استاد شعبہ ارضیات جامعہ کراچی کے مضمون۔ امام احمد رضا اور علمائے ڈیرہ غازی خان۔ مطبوعہ ماہ نامہ جہانِ رضا۔ لاہور بابت اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ سے اخذ کی گئی ہیں۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی

حضرت مولٰنا قاضی فضل احمد لدھیانوی (سابق کورٹ انسپکٹر لدھیانہ) اہل سنت کی وہ عظیم المرتبت شخصیت اور مقتدر ہستی ہیں۔ جنہوں نے زبان وقلم سے فرقہ باطلہ مرزائیہ کے خلاف ڈٹ کر جہاد کیا۔ اور وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ جب قاضی صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف ''انوار آفتاب صداقت'' کا ظہور ہوا تو ملت اسلامیہ کے اکابر علماء ومشائخ نے زبردست خراج تحسین سے نوازا اور تقاریظ سے اس لاجواب تصنیف کو مزین فرماتے ہوئے آپؒ کے علم وفضل پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ تقاریظ لکھنے والوں میں السید شاہ احمد رضا خان بریلویؒ کا نام نامی بھی شامل ہے۔

قادیانیت کی طرف سے ناموس رسالت پر حملہ کرنے کی جسارت کی گئی تو قاضی صاحب کا راہوار قلم قادیانیت کے رد میں خوب چلا۔ ۱۸۹۸ء میں آپؒ نے مرزا قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام کے رد میں ''کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام احمد قادیانی'' تصنیف فرمائی۔ جو علماء کرام کی تقاریظ و تصدیق کے ساتھ لاہور سے شائع ہوئی۔

آپؒ نے آج سے ایک سو دو برس قبل پہلے یہ کتاب لکھی تھی پوری صدی گزر جانے کے باوجود اس کے مضامین کی خوبصورتی اور حسن استدلال جوں کا توں قائم ہے کتاب نایاب ہوگئی تو اس کی اہمیت کے پیش نظر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے اخبارات میں اشتہارات کے ذریعے اس کا ایک نسخہ ڈھونڈا۔ ۱۹۸۸ء میں اس کا دوسرا اور اب ۱۹۹۸ء میں اس کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے مرزا قادیانی بھی گورداسپور کا تھا اور مولٰنا موصوف بھی اسی ضلع کے رہائشی تھے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے کے مصداق آپ نے قادیانی عقائد ونظریات، عزائم، علم وعمل اور مرزا قادیانی کے ذاتی کردار کی خوب خبر لی ہے۔

قاضی فضل احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب میں جمادی الثانی ۱۳۱۵ میں اس کتاب کی تکمیل

سے فارغ ہوا تو ایک رات صبح ساڑھے چار بجے خواب دیکھا کہ ایک مجلس میں علمائے اسلام تشریف فرما ہیں، عوام بھی موجود ہے، ایک طرف مرزا قادیانی پاؤں دراز کیے پڑا ہوا ہے۔ اس کا سر ننگا ہے اور درمیان سے لے کر پیشانی تک استرے سے مونڈا ہوا ہے۔ دونوں طرف سر کے بال باقی ہیں داڑھی قینچی سے کٹی ہوئی ہے۔ اس کی اس ہیئت کو دیکھ کر حیران ہوا کہ سر کے بال ہندوؤں کی طرح اور داڑھی فیشنی طرز کی دونوں کام خلاف شرع تو دل کو اطمینان ہوا کہ میری کتاب کی تکمیل سے اس خواب کے ذریعے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی شریعت سے روگردانی کو واضح کرنے میں یہ کتاب اہم کردار ادا کرے گی۔

جب کلمہ فضل رحمانی تالیف کی گئی تو اس دور کے ایک اخبار ''وفادار'' کے ایڈیٹر نے ایک رات دو بجے نماز تہجد کے وقت اللہ رب العزت کے حضور بڑی عاجزی وانکساری سے گڑگڑاتے ہوئے دعا کی کہ اس کی راہنمائی کی جائے کہ کلمہ فضل رحمانی کے مصنف کا موقف ٹھیک ہے یا مرزا قادیانی کا۔ دعا کرتے کرتے روتے ہوئے نڈھال ہو کر سو گئے۔ اتنے میں انہیں خواب میں دیوانِ حافظ کا ایک شعر دکھایا گیا۔ خواب میں انہوں نے وضاحت چاہی تو ان کو ایک کتاب تھما دی گئی۔ دیکھا تو وہ کلمہ فضل رحمانی تھی۔ فرماتے ہیں کہ دل کو تسلی ہوگئی کہ کلمہ فضل رحمانی کے مؤلف کا موقف صحیح ہے اور مرزا قادیانی واقعتاً ملعون ومردود ہے۔ (تحریک ختم نبوت کی یادیں صفحہ ۷۶ از طاہر رزاق)

کلمہ فضل رحمانی کے بعد بھی آپ ردقادیانیت پر متواتر لکھتے رہے۔ درج ذیل کتابیں آپ کے رشحات قلم کی یادگار ہیں۔

۲۔ جمیعت خاطر۔ مصنف موصوف اور غلام رسول قادیانی انسپکٹر پولیس فیروز والا کے مابین مرزا قادیانی کے کفر وایمان پر کافی عرصہ خط وکتابت ہوئی۔ قاضی صاحب نے مرزا قادیانی کو گمراہ اور کافر ثابت کر دیا اور خط وکتابت کو جمیعت خاطر کے عنوان سے ۱۹۱۵ء میں شائع کر دیا۔ اس کتاب کے ۱۲۰ صفحات ہیں۔

۳۔ فضل الوحید۔ ردِ قادیانیت پر قاضی صاحب کی یہ شہرہ آفاق کتاب ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۳۵ء میں پہلے مرتبہ طبع ہوئی اب نایاب ہے۔

۴۔ نیام ذوالفقار علی برگردن خاطی مرزائی فرزند علی۔ ۱۳۳۹ ہجری میں لاہور سے طبع ہوئی۔

۵۔تردید فتوی مولوی ابوالکلام آزاد و مولوی محمد علی مرزائی مطبوعہ ۱۳۴۲ ہجری (سورت)

۶۔مخزنِ رحمت بر قادیانی دعوت۔لدھیانہ سے ۱۳۴۵ ہجری میں طبع ہوئی۔

۷۔کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا۔(غیر مطبوعہ)

۸۔اتفاق ونفاق بین المسلمین کا موجب کون۔مطبوعہ ۱۳۴۵ ہجری

(قادیانی فتنہ اور علمائے حق صفحہ ۷۹ تا ۸۴ از محمد سعید احمد)



حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہؒ

انگریز کے دور غلامی میں برصغیر کے مسلمانوں کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دو چار ہونا پڑا۔اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لئے نوازشات کے دروازے کھول دئے۔اس دور میں انگریزوں کے پروردہ جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کی سرکوبی اور فتنہ مرزائیت کو ختم کرنے کے لئے کسی ایسی جلیل القدر شخصیت کی ضرورت تھی۔جس کا خمیر عشق رسالت سے اٹھا ہو۔جس کی نگاہوں میں نور صدیقیت کی جھلک ہو،جس کی ادائیں شجاعت علی رضی اللہ عنہ کی مظہر ہوں۔جس کی خطابت سے باطل لرزہ براندام ہو۔چنانچہ برصغیر پاک وہند میں قدرت نے مسلمانوں کو خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ایک ایسی باکمال شخصیت عطا فرمائی جو اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، حضرت خطیب الاسلامؒ دنیائے روحانیت کے عظیم خانوادہ مشائخ آ کومہار شریف کے فرزند ارجمند تھے۔

نکلتا ہوا قد، دمکتا ہوا چہرہ، مونچھوں اور داڑھی کا مخصوص انداز عینک سے جھانکتی ہوئی آنکھیں، خوبصورت جبہ اولاً کلاہ پر دستار بعد میں کراکلی ٹوپی، ہاتھ میں نفیس چھڑی لئے ہوئے پروقار قدم اٹھاتے ہوئے مستانوں کے ہجوم میں جلوہ گر ہوتے تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا۔نعروں کا سیلاب اٹھتا پورا جلسہ کھڑا ہو جاتا، علماء ومشائخ بھی نعرہ زن ہوتے، عوام لوٹ لوٹ جاتے، اسٹیج پر سب سے اونچی کرسی آپ کو ملتی پورے اجتماع کی نگاہیں آپ کے چہرے پر گڑی کی گڑی رہ جاتیں آپ خطابت کا رنگ جماتے، ہم قافیہ الفاظ کی بھرمار کرتے، نتیجہ نکالتے اور آخر میں نہایت موزوں شعر چست کرتے تو مجمع پھڑک پھڑک جاتا، کئی کئی گھنٹے تک ہر سامع محو حیرت رہتا، مجمع کو ہنسانا اور رلانا آپ کی خطابت کا ادنی کرشمہ تھا۔

عشق رسول ﷺ آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ شمع رسالت کا یہ پروانہ کسی خانہ ساز نبوت کا وجود کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ قادیانیت کے سحر باطل کے خاتمے کے لئے آپ نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۸۰ء تک مسلسل جہاد کیا۔ مجلس احرار میں آپ کی شمولیت صرف اسی مقصد کے لئے تھی۔

آپ کے کردار کے بارے میں روزنامہ ''امروز'' کا اداریہ نویس لکھتا ہے:

''قیام پاکستان سے قبل اگرچہ وہ مجلس احرار کے رکن تھے۔ مگر حامیان پاکستان میں شامل تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ قیام پاکستان کا مطالبہ درست ہے۔ اس کے حصول کے لئے ہر مسلمان کو جدوجہد کرنی چاہئے۔ وہ ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس نظریے کے خلاف تھے کہ پہلے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالو بعد میں پاکستان کا مطالبہ کرو۔ آپ کا موقف تھا کہ انگریز اور ہندو' دونوں کی بالادستی سے بیک وقت نجات حاصل کی جائے۔ اس نظریے کی پرجوش تبلیغ کی اور مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کی علمی' دینی اور ملی خدمات کا اعتراف ہر مکتب فکر کے لوگوں نے کیا۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ان کی تحریک سے ہوا۔ انہوں نے شہید گنج تحریک' شدھی تحریک اور شاتم رسول راجپال کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مجموعی طور پر چار سال قید کاٹی۔'' (امروز۔ ۲۵ فروری ۱۹۸۴)

۱۹۳۰ء میں تحریک کشمیر چلی تو ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ مرزا بشیر الدین محمود اس کمیٹی کا صدر بنا۔ مجلس احرار نے پوری تحریک اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے رام تلائی سیالکوٹ میں بہت بڑے جلسہ کا انتظام کیا۔ جس میں حضرت خطیب الاسلام نے اعلان فرمایا:

''ہم مسلمان اس کمیٹی میں حصہ نہیں لے سکتے' جس کمیٹی کا صدر ایک کافر مرزا بشیر الدین محمود ہو۔''

کشمیر کمیٹی کے رکن علامہ اقبالؒ بھی تھے۔ چنانچہ حضرت خطیب الاسلام نے علامہ اقبالؒ کو صورت حال سمجھا کر کمیٹی سے علیحدہ ہونے پر مجبور کیا۔ خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہؒ کی خاندانی وجاہت اور ان کے دلائل کی اصابت دیکھ کر علامہ اقبالؒ مرحوم نے استعفیٰ لکھا اور کمیٹی کو توڑنے کا

اعلان کیا۔

اس دن سے علامہ اقبالؒ مرحوم کی قادیانیت کے خلاف کھلی لڑائی کا آغاز ہوا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ علامہ نے قادیانیت کو برگ حشیش، غارت گر اقوام، فتنہ ملت بیضا، یہودیت کا مثنیٰ اور مرزائیوں کو اسلام کا غدار قرار دے کر مسلمانوں سے الگ کر دینے کے مطالبے کی پرزور حمایت شروع کر دی

۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی عاملہ کے انتخابات ہوئے جن میں حضرت خطیب الاسلام بھی رکن منتخب ہوئے۔ مجلس احرار میں شمولیت کے بعد حضرت خطیب الاسلامؒ نے ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لئے بھرپور اور بے مثال جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ میں آب زر سے لکھی جائیں گی۔

آپ نے مرزا بشیر الدین کے گھر کے سامنے جلسہ منعقد کیا اور مرزا بشیر کے مکان کو بطور اسٹیج استعمال کیا۔ کیونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر مرزا بشیر الدین اپنے گھر سے بمہ اہل وعیال بھاگ گیا تھا۔ قانون الٰہی ہے جاء الحق وزھق الباطل جہاں حق آ جائے، باطل کو راہ فرار کرنا ہی پڑتی ہے۔ حضرت خطیب الاسلام حق کی للکار تھے۔ آپ نے خطاب فرمایا:

''قادیانیو! سن لو، فیض الحسن تمہارے چیلنج کا جواب دینے آ گیا ہے۔ میں حسینؓ کا بیٹا ہوں۔ ناموس رسالت اور عظمت ختم نبوت کے لئے ایک اور چھوٹی سی کربلا آباد کر دوں گا۔ لیکن اپنے آقا کی عظمت ختم نبوت پر آنچ نہ آنے دوں گا۔''

۲۶،۲۵ مئی ۱۹۵۱ء کو لاہور میں (مرزائیوں کو مجلس قانون ساز میں کوئی سیٹ نہ ملنے پر) یوم تشکر کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام ہوا، جس میں حضرت خطیب الاسلامؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں مطالبہ کرتا ہوں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے یا انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور بھارت میں آباد ہو جائیں''۔

۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور میں آپ کی زیر صدارت تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپؒ نے اپنے صدارتی خطبہ میں ریاست بہاولپور کے حکام سے پرزور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ بعد میں آپ کے اس صدارتی خطبہ کو اہمیت کے پیش نظر متعدد

مرتبہ شائع کیا گیا۔

پاکستان میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں چلی، جبکہ حضرت خطیب الاسلام کی خدمات ختم نبوت کا آغاز ۱۹۳۱ء میں ہو چکا تھا۔ان شواہد کی روشنی میں حضرت خطیب الاسلام کو مجاہد اول تحریک ختم نبوت ماننے بغیر چارہ نہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارے عاقبت نااندیش حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے سبب قادیانی ملک پاکستان میں کلیدی عہدوں پر فائز ہو گئے۔اور در پردہ ملک کو کمزور کرنے اور اپنے عزائم کو پروان چڑھانے کی عملی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ان حالات میں حضرت خطیب الاسلامؒ اغماض نہیں برت سکتے تھے۔چنانچہ آپؒ نے سرگرمی کے ساتھ اس صورت حال کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا اور اس سلسلے میں ہراول دستے کی قیادت خود سنبھالی۔

۲۰ جون ۱۹۵۲ء کو جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسے کی صدارت فرمائی۔اس جلسہ کی کاروائی کا آغاز ان نعروں سے ہوا:

☆ مرزائیت مردہ آباد

☆ ظفر اللہ قادیانی کو ہٹا دو

☆ مرزائیت کو اقلیت قرار دو

☆ دشمن دین مرتد مرزا قادیانی مردہ آباد

☆ یہ جلسہ چونکہ دفعہ ۱۴۴ کے خلاف ورزی میں منعقد ہوا تھا۔اس لئے حضرت خطیب الاسلامؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔لیکن ملک بھر میں پرزور احتجاجی مظاہروں کی وجہ سے آپ کو جلد رہا کر دیا گیا۔رہا ہونے کے بعد بھی عظمت نبوت کا یہ شیداء، ختم نبوت کا یہ فدائی، علم ختم نبوت کو پوری آب و تاب کے ساتھ لہراتا رہا۔ چنانچہ اسی سلسلے میں ۲۱، ۲۲ ستمبر کو آل مسلم پارٹیز کنونشن کا ڈسکہ میں اجلاس ہوا تو آپ نے خصوصی خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جس طرح ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ گیدڑ سے خربوزہ اور بلی سے گوشت محفوظ رہ سکتا ہے۔اسی طرح ہم یہ بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے پر ایک قادیانی ظفر اللہ کی

خباثت سے اور دوسرے قادیانیوں کی غلیظ حرکتوں اور مذموم مقاصد سے پاکستان سلامت رہ سکتا ہے۔

میں اس بات کا بھی آج یہاں اعلان کرتا ہوں کہ اگر مرزائی اپنے باطل نظریے کے بیہودہ پن کو ترک کر کے اسلام کی پناہ میں نہیں آتے تو پھر رب العزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام تر قوت ان کے خلاف صرف کروں گا۔''

حضرت خطیب الاسلامؒ نے حکومت سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ:

''مرزائیوں کی تمام زمینوں' کارخانوں اور دوسری املاک کو ضبط کر لیا جائے اور ان کے شیطانی گڑھ ربوہ کا خاتمہ کیا جائے۔''

حضرت خطیب الاسلامؒ نے ختم نبوت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کا اعلان کیا اور ملک بھر میں جلسے شروع کیے۔ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخوپورہ میں خطاب فرماتے ہوئے اور حکومت جھنجوڑتے ہوئے فرمایا:

''ایک آدمی جو منصب ختم نبوت کا تحفظ نہیں کر سکتا' وہ اپنی ماں بہن کی عزت کا بھی تحفظ نہیں کر سکتا۔ پھر اس سے یہ کیسے امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ اسلامی مملکت کا تحفظ کر سکے گا۔''

آپ نے مزید فرمایا!

''مرزا قادیانی یہ بکواس کرتا ہے کہ جس شخص نے اسے نبی نہ مانا' وہ ایک ناچنے والی کے بطن سے پیدا ہوا گویا اس حساب سے پنجاب اور ملک بھر کے تمام وزراء اور حکومت کا سربراہ جو یقیناً اس بیہودہ اور بدکردار شخص کو نبی تسلیم نہیں کرتے' وہ ناچنے والی ماں کی اولاد قرار پائیں گے۔

میں ان وزراء اور حکومت کے سربراہ سے کہتا ہوں کہ اگر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس کا تحفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں' بہنوں کو تو اس لعنتی کردار والے کی لغو باتوں سے محفوظ رکھیں۔ ان کا تو تحفظ کریں''۔

۱۹۵۳ء میں ملک بھر میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ جسٹس منیر کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق تحریک ختم نبوت میں جو پہلا دستہ ۲۶ فروری کو زیر سرکردگی صاحبزادہ سید فیض الحسن روانہ ہوا' وہ کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں گرفتار کر لیا گیا۔ ان گرفتاریوں سے پورے ملک میں برہمی اور

لاقانونیت کی ایک لہر دوڑ گئی اور لاہور میں بدنظمی اور ابتری کا سیلاب اس قدر بے قابو ہو گیا کہ ٦ مارچ کو فوج شہر میں داخل ہو گئی اور مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔١٤ فروری ١٩٥٣ء کو انٹیلی جنس بیورو گورنمنٹ آف پاکستان کراچی نے سی۔ ڈی۔ آئی پنجاب کو ایک مراسلہ روانہ کیا۔ جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا:

The fiirst person who will offer himself for arrest in connection with this agitation in Punjab will possibly be Sahib Zada pir Faiz -ul -Hassan .Who had about 30.000 murids .it is said all his murids will follow suit .

Intelligence bureau

Government of Pakistan

Karachi .Feb.14 .1953

''تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں سول نافرمانی کے لئے پنجاب میں جو شخص سب سے پہلے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے گا' وہ صاحبزادہ فیض الحسن ہوں گے۔ جس کے تقریباً تیس ہزار مرید ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسکے مرید بھی اسکی پیروی کریں گے۔

انٹیلی جینس بیورو

حکومت پاکستان

کراچی ١٤ فروری ١٩٥٣ء

٢٥ فروری ١٩٥٣ء کو آرام باغ کراچی میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جلسہ ہو رہا تھا آپؒ تقریر کے لئے اسٹیج پر تشریف لائے تو ایک نوجوان نے آپؒ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیا۔ آپؒ نے ہار توڑ کر سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا'' میرے عزیز یہ وقت ہار پہننے کا نہیں' سرور کونین ﷺ کی ناموس کو خطرہ درپیش ہو اور میں ہار پہنوں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لاؤ ہمیں پابہ زنجیر کر کے دیکھو کہ کیا ہمارے ماتھے پر شکن بھی آتا ہے'' اس کے بعد اپنے مخصوص انداز میں آپؒ نے موتی بکھیرنے شروع کر دیئے۔ جلسہ پر ایک سکوت طاری تھا اور صاحبزادہ صاحب ساون بھادوں کی

طرح برس رہے تھے۔آپؒ کی تقریر نے مسلمانوں کے جذبہ ایمانی کو اس طرح ابھارا کہ بسا اوقات لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس طرح رات بارہ بجے تک جلسہ ہوتا رہا

(تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۷۹ از مولانا اللہ وسایا)

شہباز خطابت 'فدائے ختم نبوت' حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ (جو تحریک ختم نبوت میں آپ کے ساتھ تھے) نے مرکزی جامعہ مسجد نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں خطاب کرتے ہوئے آپ کے منفرد مجاہدانہ کردار کی جھلک ان الفاظ میں دکھائی۔

''دیکھیے' جسٹس منیر کی عدالتی تحقیقاتی رپورٹ میرے ہاتھ میں ہے' ص ۱۴۳' اور ص ۲۵۹' ڈائریکٹ ایکشن اختیار کرنے کی قرارداد آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اجلاس منعقدہ ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء (بمقام کراچی) میں منظور کی گئی اور ایک مجلس عمل کا قیام عمل میں میں لایا گیا۔ ۲۲ جنوری کو خواجہ ناظم الدین کو یہ الٹی میٹم ایک غیر فوجی بغاوت کے نوٹس سے کم نہ تھا۔خواجہ ناظم الدین اور ارباب حکومت اس عقدے کا حل تلاش نہ کر سکے۔نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۶ فروری کو مجلس عمل نے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کی کوٹھیوں پر ختم نبوت کی فدائی رضا کاروں کے دستے بھیجنے کا فیصلہ کرلیا۔ملک بھر میں رضا کاروں کی بھرتی کے لئے ایک مہم کا آغاز کر دیا گیا۔صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کو پہلا ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا۔رضا کاروں کی تعداد پچاس ہزار کی اس مقررہ تعداد سے بڑھ چکی تھی۔جس کی بھرتی کا ذمہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے لے رکھا تھا۔رضا کاروں سے حلف ناموں پر دستخط کرائے جا چکے تھے۔کہا جاتا ہے کہ بعض رضا کاروں نے حلف نامے اپنے خون سے لکھ کر پیش کیے تھے...... صاحبزادہ فیض الحسن کا رویہ خصوصاً جارحانہ ہو رہا تھا۔'

☆ سب سے پہلی گرفتاری دینے والا بھی صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ۔

☆ پچاس ہزار سے زائد رضا کاروں کو بھرتی کرنے والا بھی سید فیض الحسن شاہ۔

☆ علامہ اقبالؒ کو کشمیر کمیٹی سے علیحدہ کرانے والا بھی سید فیض الحسن شاہ۔

☆ قادیان میں جا کر جلسہ کر کے مرزائیت کو للکارنے والا بھی سید فیض الحسن شاہ۔

تحریک آزادی کا آغاز بھی شیرانوالہ باغ میں آپ کی پہلی تقریر سے ہوا اور تحریک ختم نبوت کا

آغاز بھی رامتلائی سیالکوٹ میں آپؒ کی پہلی تقریر سے ہوا۔آپ تحریک آزادی کے بھی مجاہد اول ہیں اور تحریک ختم نبوت کے بھی مجاہد اول۔

دیکھئے' یہ ہے میرے پاس رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۱۸۰۔گوجرانوالہ ایک مقبول عام احراری صاحبزادہ فیض الحسن کا وطن ہے ۔گوجرانوالہ' جولائی ۱۹۵۲ء میں ایک کانفرنس ہوئی' جس میں صاحبزادہ فیض الحسن نے یہ اعلان کیا کہ:

''کسی احمدی کو قتل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہے۔''

احمدیوں نے ڈپٹی کمشنر سے شکایات کی کہ اس کانفرنس میں ایک مقرر نے حاضرین کو امام جماعت احمدیہ کے قتل پر اکسایا تھا۔یہی معاملہ سیالکوٹ میں پیش آیا۔سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر نے صاحبزادہ صاحب کو بلایا اور پوچھا' صاحبزادہ صاحب! آپ مرزا قادیانی کو برا کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا!''اس نے ان لوگوں کو سؤر کی اولاد کہا ہے جو اسے نبی نہیں مانتے' خواجہ ناظم الدین اور مسٹر دولتانہ بھی اسی قبیل میں آتے ہیں اور تم بھی انہی میں شامل ہو''۔

ڈپٹی کمشنر نے کہا: صاحبزادہ صاحب! بس آپ جائیں' میں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔تقریباً یہی الفاظ آپ نے ۱۰ نومبر کے سیالکوٹ کنونشن میں دہرائے۔دیکھیے رپوٹ' تحقیقاتی عدالت' ص ۳۶۵۔۲۶۔۲۷ ستمبر کو لائل پور اور ۲۶ ستمبر کو سمندری مین کنونشن ہوا تھا۔جس میں صاحبزادہ سید فیض الحسن نے کہا:

''مرزا قادیانی پست چال چلن کا آدمی تھا اور اس قابل تھا کہ اس کے خلاف غنڈہ ایکٹ کے تحت مقدمہ قائم کیا جاتا۔''

دیکھیے رپورٹ تحقیقاتی عدالت' ص ۳۶۲۔۱۹۔اکتوبر ۱۹۵۲ء شیخوپورہ' ۱۰۔۱۱ اکتوبر چوہڑ کانہ میں کنونشن کے اجلاس ہوئے' جس میں خطیب الاسلام صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

مرزا قادیانی اور ظفراللہ خان دونوں غنڈے ہیں' جو شخص نبوت کی عزت اور دختر رسول کی ناموس کو نہیں بچا سکتا' وہ پاکستان کو بھی نہیں بچا سکتا مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ جو لوگ اس کو نبی نہیں مانتے

وہ بازاری عورتوں کی اولاد ہیں۔ پنجاب کے وزیروں نے اور خواجہ ناظم الدین نے بھی اس کو نہیں مانا۔ انہیں چاہئے کہ اگر وہ ناموس رسالت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ماؤں کی ناموس کی حفاظت تو کریں۔

سیالکوٹ رام تلائی میں بہت بڑا جلسہ تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری' قاضی احسان احمد شجاع آبادی' شورش کاشمیری سب اسٹیج پر موجود تھے۔ ہزاروں کا اجتماع تھا اور خطیب الاسلام کا خطاب تھا۔ انگریزوں کی حکومت' ڈی سی' ایس پی اور سی آئی ڈی کے افسران بالا جمع تھے۔ محمد ﷺ کی کچھار کے شیر نے للکارتے ہوئے کہا:

''انگریز کتو! یہاں سے نکل جاؤ۔''

''یہ ہے میرا خطیب الاسلام' جس کی مجاہدانہ للکار سے فرنگی ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ وہ بلاشبہ اسلام کی ننگی تلوار تھا۔ وہ ترجمان فطرت اور پاسبان حریت تھا۔ وہ مصلحت اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک باطل قوتوں سے نبرد آزما رہا۔

یہ ختم نبوت کا مجاہد اول صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ' جس کی جرات رندانہ نے تحفظ ختم نبوت کا حق بھی ادا کیا اور مشائخ وعلماء کی لاج بھی رکھی۔

میں سنی' بریلوی اور دیوبندی' احراری علماء اور پاکستانی عوام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے اتنے عظیم محسن کے ساتھ کیا وفا کی ہے؟ تمہاری نسلیں بھی صاحبزادہ فیض الحسن کا حق ادا نہیں کر سکتیں؟

(ماخوذ از خطاب صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی' برموقع خطیب الاسلام کانفرنس' مندرجہ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام' فروری ۱۹۹۸ء)

پیر سید فیض الحسن تنویرؒ

(م۱۹۸۵ء)

حضرت پیر سید فیض الحسن تنویرؒ شمس آباد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا اور شفیق و مونس والدہ ماجدہ نے اپنے ہونہار فرزند کی تعلیم و تربیت کا ہر ممکن انتظام فرمایا۔ آپ اگرچہ اپنی والدہ کے اکلوتے نورِ چشم تھے مگر حصولِ تعلیم کی خاطر جہاں آپؒ کی عظیم والدہ نے آپ کو اپنی ٹھنڈک بھری نظروں سے دور کرنا قبول کیا وہاں آپ بھی شوقِ تعلیم میں۔ برس ہا برس تک والدہ کی شفقت و مامتا کی جدائی برداشت کرتے رہے۔ آپؒ شمس آباد سے کراچی گئے کچھ عرصہ مولنا سید احمد علی شاہ صاحب شمیم کی خدمت میں رہ کر حصول تعلیم میں مصروف رہے مگر جلد ہی استاد محترم کی اجازت سے لاہور تشریف لے آئے اور حزب الاحناف میں مولنا ابوالبرکات سید احمد صاحبؒ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپکی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولنا غلام مہر علی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

جب آپ موقوف علیہ کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ راقم الحروف سے آپؒ کی ملاقات ہوئی اور اخوت ملی کے مضبوط رشتوں سے مربوط ہو گئے۔ حضرت شاہ جیؒ منطقی ذہن اور مناظرانہ ذوق رکھتے تھے اور میں ان سے بھی زیادہ اس میدان میں شائق تھا۔ چنانچہ مزاج کی اس ہم آہنگی نے بھرپور دوستی کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت شاہ صاحبؒ زیادہ تر مرتدین اسلام مرزائیوں کے لٹریچر کی تردید میں دلائل کی جستجو میں رہتے اور میں زیادہ تر خارجیوں کے دونوں شعبوں کے امن سوز، جل وفریب کی بیخ کنی میں مصروف و محو رہتا۔ پورے ایشیاء میں ہر باطل فرقہ کے لٹریچر اور ان کے تردید کے بارے میں بے پناہ کتب کا ذخیرہ دارالعلوم حزب الاحناف میں موجود تھا۔

مرزائیوں کی تردید کے حوالے میں شاہ جیؒ کی کاپیوں سے نقل کرتا اور وہ مجھ سے خارجیوں کے خلاف حوالے نقل فرماتے رہتے۔ اسی طرح شب و روز گزرتے رہے اسباق سے فارغ ہو کر

مذاہب باطلہ کی تیاریوں میں مصروف رہتے۔

حضرت شاہ صاحب کتابوں میں مجھ سے ایک سال پیچھے تھے۔اس وقت میں دورہ حدیث متحدہ ہندوستان کے سب سے عظیم محدث مولانا سید ابوالبرکاتؒ سے پڑھ رہا تھا اس لئے آپ میرے روزمرہ کے اسباق حدیث میں مرزائیوں کے رد میں نوٹ کردہ دلائل کا روزانہ مطالعہ فرماتے رہا کرتے تھے۔

شاہ جیؒ مرزائیت وقادیانیت کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔اور ان کے پاس اس جہنمی ٹولہ کے لٹریچر کا بھی بہت بڑا ذخیرہ تھا۔راقم الحروف اکثر و بیشتر مرزائیت کی تردید کے لئے شاہ جی کے ذخیرہ کتب سے استفادہ کرتا رہا ہے۔مرزائیت کی رد میں افادۃ الافہام ایک عدیم النظیر کتاب ہے جو کہ مجھے لاہور کے ایک پرانے کتب خانے سے ملی تھی۔شاہ جی نے وہ کتاب کئی دفعہ مجھ سے لی اور پڑھ کر واپس کردی۔

مرزائی باوجود مسلمان کہلانے کے پکے مرتد ہیں۔انہیں مسلمان سمجھنے والا کافر ہے۔مگر عوام الناس دین کے معاملہ میں تساہل کا شکار ہیں۔یہاں تک کہ برادری وروابط سے متاثر ہوکر مرزائیوں سے رشتے کرتے ہیں (اب حکومت کی سطح پر انہیں کافر قرار دے کر انہیں اقلیت قرار دیا گیا ہے)۔اور ان کے کفرونشر و اشاعت سے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بائیکاٹ کرانے کا منصوبہ علماء اہلسنت و جماعت (بریلوی) کے زیر تجویز ابتدا ہی سے تھا۔جب باقاعدہ حکومت سے مطالبہ کر دیا گیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا سرکاری اعلان کیا جائے۔اس وقت مرکز میں خواجہ ناظم الدین مرحوم اور صوبہ پنجاب میں میاں ممتاز خان دولتانہ وزارتوں پر فائز تھے۔انہوں نے علماء کو کوئی اطمینان بخش جواب نہ دیا تو اس مطالبہ کو منوانے کے لئے عوامی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا۔تحریک کے صدر علماء بریلی کے قائد غازی اسلام شیخ التفسیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری الوری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور علیہ الرحمۃ منتخب ہوئے۔مولانا ابوالحسناتؒ شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات سید احمدؒ کے بڑے بھائی اور سواد اعظم اہل سنت کی جمعیت علمائے پاکستان کے صدر تھے۔

تحریک چلی تو پیر سید فیض الحسن تنویر صاحبؒ نے پوری تحصیل ہارون آباد میں اس کی کمان سنبھال لی اور میدان میں اس طرح اترے کہ شب و روز والہانہ انداز میں تحریک کو کامیاب بنایا۔

جامع مسجد ہارون آباد کے عظیم اجتماع میں خطاب اور رضا کاروں کی تربیت سے فارغ ہو کر اپنی گرفتاری کے لئے سب سے پہلے شاہ جیؒ ہی مسجد سے باہر آئے۔ پولیس کی بھاری گارد آپ کی گرفتاری کے لئے مسلح موجود تھی۔ سب انسپکٹر پولیس نے آپ کو دروازے پر روک کر گرفتار کرنے کے لئے حوالدار کو ہتھکڑی لگانے کا حکم دیا حوالدار نے چابی لگائی۔ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کئے تو ہتھکڑی کھل گئی۔ سب انسپکٹر پولیس نے حوالدار کو گھورا کہ بیوقوف تجھے ابھی تک ہتھکڑی لگانے کا طریقہ ہی نہیں آیا۔ کیا ملازمت کر رہے ہو حوالدار نے تیزی سے شاہ جی کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا اور بڑی احتیاط سے چابی گھمائی جب ہتھکڑی لگ گئی اور اس نے تسلی کر لی تو شاہ جی کو لے کر چلنے ہی والا تھا کہ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کئے تو حسب سابق ہتھکڑی پھر کھل گئی اس پر سب انسپکٹر خود آگے بڑھا دوسری ہتھکڑی لائی گئی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑی لگائی مگر جب لے کر چلے تو ہتھکڑی ایک بار پھر کھل کر نیچے گر پڑی۔ پولیس میں افراتفری مچ گئی۔ بالآخر موقعہ پر موجود ڈی ایس پی نے کہا شاہ جی کو بغیر ہتھکڑی کے لے جاؤ یہ بھاگنے والے لوگوں میں نہیں ہیں اور پھر بغیر ہتھکڑی کے ہی شاہ صاحب کو جیل لے جایا گیا۔ شاہ جی نے اس تحریک میں بہاولنگر ساہیوال ہارون آباد کی جیلوں میں صعوبت کے دن گزارے اور اف تک نہ کی۔

مورخہ ۷ ذی الحجۃ المکرمہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۸۵ بروز منگل ڈھائی بجے شب ہمارے کانوں نے یہ افسوس ناک خبر سنی کہ اپنی محسنہ والدہ اور بیوی کو سوگوار چھوڑ کر اس دار فانی سے شاہ جیؒ وصال فرما گئے۔ اور علاقہ فقیر والی میں مسلک اہل سنت کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں ایک ایسا خلا پیدا کر گئے جس کا پر ہونا محال نظر آتا ہے۔ (ماخوذ از ماہنامہ ندائے اہلسنت صفحہ ۳۰ تا ۳۳ نومبر ۱۹۹۶ مضمون مولانا غلام مہر علی صاحب)

مجاہد ختم نبوت مولنا کرم الدین دبیرؒ

(۱۲۶۹ھ---۱۳۶۵ھ)

مولانا کرم الدین دبیر ۱۲۶۹ھ میں موضع بھیں ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ دوسرے علماء کرام کے علاوہ حضرت مولانا فیض الحسن سہانپوری اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے علم کی تحصیل کی۔ آپ ایک جید عالم دین تھے۔ فن مناظرہ میں بے مثیل و بے نظیر تھے۔ تقریر و تحریر اور مناظروں سے مذاہب باطلہ کا بھرپور رد کیا۔ شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی اور دوسرے شیعہ علماء سے مناظرے کئے اور ''آفتاب ہدایت'' جیسی کتاب تالیف کی۔ علماء دیوبند کے مخصوص نظریات کے مخالف تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین (جس میں بعض علماء دیوبند پر فتویٰ تکفیر صادر کیا گیا ہے اور جس کی تائید علماء عرب تک نے کی ہے) کے مندرجات کی تائید کی۔ اور ردِ وہابیاں آپؒ کی زندگی کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضرت میاں بخش کھڑی شریف میر پور کشمیر کی کتاب ہدایت المسلمین پر مبسوط تقدیم لکھی جس میں آپؒ لکھتے ہیں۔

ہے نکلی نجد سے اول یہ آفت! پھر آ پہنچی یہ در ہندوستان ہے
بنی شاخیں بہت اس کی یارو گورو سب کا مگر نجدی میاں ہے
کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے کوئی چکڑالوی اہل القرآن ہے
مچایا دین میں فتنہ انہوں نے پڑا ایک شور سا اندر جہاں ہے

حضرت مولانا دبیر اہلسنت کی شمشیر بے نیام تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ہفت روزہ سراج الاخبار کے ذریعہ ایک عرصہ تک قادیانی کا تعاقب جاری رکھا۔

آپؒ کو قادیانیوں کے خلاف عدالتی مقدمہ بازی کی وجہ سے پورے برصغیر میں شہرت دوام حاصل تھی۔ آپؒ کے قادیانیوں سے متعدد مقدمات عدالت ہائے، جہلم، گورداسپور اور سیالکوٹ وغیرہ میں ہوئے۔ آپؒ نے اپنے مقدمات کی مفصل روئیداد ''تازیانہ عبرت معروف بہ متبنی قادیان قانونی

شکنجہ میں'' میں قلمبند فرمادی ہے۔ تازیانہ عبرت کے آغاز میں باعثِ اشاعت'' کے عنوان کے تحت آپ رقم طراز ہیں۔

''آج سے قریباً اٹھائیس سال پہلے چند فوجداری مقدمات میرے اور مرزائیوں کے درمیان جہلم و گورداسپور میں ہوگزرے ہیں ان میں سے ایک مقدمہ خاکسار کی جانب سے مرزا قادیانی بانی سلسلہ مرزائیت کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزا قادیانی تقریباً دو سال تک سرگرداں رہا۔ آخر عدالت سے سزایاب ہوگیا اور اپیل میں بڑے مصارف کے بعد ایک انگریز وکیل کی خدمات سے بمشکل سزا معاف کروائی۔ ان مقدمات کی روداد اکثر اخبارات بالخصوص سراج الاخبار جہلم میں شائع ہوتی رہی ہے۔ پھر احباب کے اصرار پر علیحدہ کتابی صورت میں بھی چھاپی گئی۔ جو اسی وقت ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ چونکہ نتائج مقدمات مرزائی جماعت کے حسبِ مراد نہ تھے اس لئے مرزائیوں نے کوئی روداد وغیرہ شائع نہ کی۔ لیکن بعد میں مرزا قادیانی نے حسبِ عادت اپنی کتب نزول المسیح اور حقیقۃ الوحی وغیرہ میں ان مقدمات کو بھی اپنی پیش گوئیوں اور نشانات میں داخل کیا۔ اس کے حواری مولوی محمد علی اور مرزا محمود نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان مقدمات کا ذکر پیرایہ میں کیا۔ چونکہ مرزا قادیانی خود تھوڑے عرصے بعد ہی راہگرائے عالمِ جاودانی ہوگیا تھا اس لئے ہم نے اس بارے سکوت اختیار کیا۔ لیکن بعض احباب نے جب مرزائیوں کی وہ لن ترانیاں سنیں تو انہوں نے اصرار کیا کہ رودادِ مقدمات دوبارہ شائع کی جائے اور عوام کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے کہ مقدمات کے نتائج و عواقب مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے حق میں باعثِ کامیابی نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا باعث تھے۔ اگر صحیح کیفیت دوبارہ شائع نہ کی جائے تو ناواقف اشخاص کو بہت مغالطہ ہوگا...... اس لئے اب یہ روداد مکرر بہت سی ترمیم اور اضافہ جات کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا اور ممکن ہے کہ کوئی طالبِ حق مرزائی اسکو پڑھکر راہِ راست پر آجائے۔ (تازیانہ عبرت صفحہ۔ الف)

مولانا محمد حسین فیضی کے انتقال کے بعد مرزا قادیانی نے ان کی موت کو اپنا معجزہ قرار دیا اور ان کی شان میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے۔ جس پر مولانا دبیرؒ نے قادیانی پر مقدمہ دائر کر دیا جس کے بارے میں قاضی سراج الدین نے روزنامہ چودھویں صدی راولپنڈی میں یک روزی ۱۹۰۳ء کی

اشاعت میں لکھا کہ

''مولوی صاحب محمد حسن فیضی جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے ان کی نسبت کچھ ناملائم اور ناشائستہ الفاظ مرزا قادیانی یا ان کے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بناء پر مولوی محمد حسن فیضی کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین صاحب نے مرزا قادیانی وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی تھی۔ عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین' مولوی محمد حسن مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی صاحب کو برا بھلا کہا جانے کی وجہ سے نالش کرنے کا مستحق ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے لڑکے استغاثہ کرنے والے ہیں۔''

قادیانیوں نے دعوے' کے اخراج پر بڑی خوشی منائی کہ ہماری فتح ہوگئی۔ جب کہ حقیقت میں ان کی فتح نہیں تھی۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کے مرید خاص حکیم فضل دین بھیروی نے ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو گورداس پور کی کورٹ میں ایک مقدمہ دائر کر دیا جس سے مولانا دبیر با عزت طور پر بری ہوئے۔ مولانا دبیر ''تازیانہ عبرت'' میں لکھتے ہیں۔

''اس مقدمہ میں بڑی زک مرزائیوں کو ایک یہ ملی تھی کہ مقدمہ صرف اس غرض سے چھیڑا گیا تھا کہ حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ جن کے باعث مرزا قادیانی لاہور کی بحث سے ہار کے باعث سخت شرمندگی اٹھا چکا تھا۔ اور پھر ''سیف چشتیائی'' کے باعث مرزا قادیانی کی علمی پردہ دری ہو چکی تھی' کو عدالت میں بلوایا جائے اور جرح وغیرہ سے ان کو بے وجہ تکلیف دی جائے لیکن باوجود مرزائیوں کی بے انتہا کوششوں کے پیر صاحب عدالت میں طلب نہ ہو سکے۔ جو پیر صاحب کی کرامت کا بڑا نشان اور مرزا کی ناکامی کا بھاری نمونہ قیامت تک یادگار مقدمہ رہیگا۔''

اس کے بعد حکیم فضل دین بھیروی نے پھر دوسرا مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو گورداسپور کی کورٹ میں دائر کیا جس میں دوبارہ مولانا کو کامیابی ہوئی اس مقدمہ میں مرزائیوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ ان کی کتاب نزول المسیح مدعا علیہ نے چوری کی۔ لیکن ۹ ماہ کی ذلت وخواری' ۳۰ ہزار روپے کے ضیاع اور بڑے بڑے قد آور قادیانیوں کی شہادتوں اور سب سے بڑھکر مرزا قادیانی کے الھاماتِ فتح کے پندار کے باوجود بالآخر مقدمہ خارج اور مولانا دبیر کو بری کر دیا گیا! اس کے بعد شیخ یعقوب علی تراب

ایڈیٹر الحکم نے مولانا دبیر اور مولانا فقیر محمد جہلمی پر تیسرا مقدمہ دائر کیا۔ جس میں مدعا علیہاں کو ۵۴ روپے جرمانہ ہوا۔ اگر چہ مولانا کو جرمانہ تو ہو گیا لیکن اس مقدمہ کی کاروائی کے دوران مدعی مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب کا کچا چھٹا سامنے آ گیا۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ شیخ یعقوب علی کا اصل نام چھجو ولد چٹو ولد تاتا قوم مراسی ساکن جاڈلہ تحصیل جالندھر ہے۔ جب شیخ یعقوب علی کے والد چٹو کو گواہی کے لئے عدالت میں طلب کیا گیا تو اس نے ان سب باتوں کو تسلیم کیا جبکہ شیخ یعقوب علی اپنے والد کے نام اور اپنی ذات سے حلفاً لاعلمی ظاہر کر چکا تھا۔ گویا کہ شیخ یعقوب علی کی عزت کی قیمت ۵۴ روپے پڑی۔ مولانا نے فیصلہ عدالت کے خلاف اپیل دائر کرنا مناسب نہ سمجھی اور جرمانہ ادا کر دیا۔

اس دوران مرزا قادیانی نے مواہب الرحمٰن کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ وہ گالیوں کے امام الزماں تو تھے ہی اس لئے اس فن کی بنیادوں کو مزید مستحکم کیا۔ مولانا دبیر تازیانہ عبرت میں لکھتے ہیں۔

''مرزا قادیانی بدزبانی اور بدکلامی میں استاذِ زمانہ مانے گئے ہیں۔ آپ کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا۔ دیکھئے غوثِ وقت قطب دوراں حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی کی نسبت اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں کیسی ہرزہ سرائی کی ہے۔ لکھا ہے۔ خبیث وخبیث ما یخرج من فیہ (یہ شخص خود بھی پلید ہے اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ بھی پلید ہے۔) ٹھیک ہے۔ المر یقیس علی نفسہ

اب دیکھئے سراپا اخلاق حضرت پیر صاحب اس کے جواب میں خلق محمدی کا کیا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

بدم گفتی وخورسند عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

''تو مجھے تو جو چاہو برا بھلا کہہ لو تو خوش رہ اللہ تجھے معاف کرے 'خوب اچھا بولا! لیکن میرے منہ سے تو اسمِ خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا مجھے زیب نہیں دیتا۔'' یہ ہوتے ہیں اخلاق بزرگان دین کے جس کی وجہ سے خلق خدا ان کے قدموں میں گرتی ہے'' چنانچہ اسی کتاب میں مرزا قادیانی نے مولانا کے لئے لیئم' الکذاب' المہین اور بہتان عظیم کے الفاظ استعمال کئے۔ مولانا دبیر نے کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا۔ دو سال مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداس پور کے جج نے مرزا قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ کا حکم لگایا اور جرمانہ ادا نہ کرنے کی

صورت میں بالترتیب چھ ماہ اور پانچ ماہ قید کا حکم سنایا۔ اس کے علاوہ آپ نے قادیانیوں کے خلاف بڑے معرکہ کے مناظرے کیے اور انہیں ذلت آمیز شکست سے دو چار کیا۔ مولانا نے بعد میں قادیانی سے ہونے والے مقدمات کی تفصیلات کو کتابی صورت میں مدون کر کے ''تازیانہ عبرت'' کے نام سے طبع کرایا۔ اور ''نذر محقرّ کے عنوان کے تحت اس کا انتساب کرتے ہوئے لکھا'' میں اپنی ناچیز تصنیف کو خلوص قلب سے بندگانِ عالی حضرت قبلہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ سجادہ نشین گولڑا شریف کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں ماشاء اللہ آپ اوج فضل و کمال کے نیّر تاباں اور سپہر علم و عرفاں کے مہر درخشاں ہیں۔ اسلام و اسلامیان کو آپ کی ذات والا پر فخرِ و ناز ہے۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں جن کی شرف حسب و نسب کے علاوہ جملہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کمال حاصل ہے۔ خلق خدا آپ کے چشمہء فیض سے سیراب ہو رہی ہے۔ عقیدت مندانِ دربار آپ کے سایہء عاطفت میں دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کو آپ کے نام نامی سے معنون کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جن مقدمات کا کتاب ہذا میں تذکرہ ہے، ان میں خاکسار کو کامیابی اور مخالف فریق کی شرمناک شکست خدا کے فضل اور آپ ہی کی دعا و برکت کا نتیجہ ہے۔ آپ ہی نے لاہور شاہی مسجد میں رونق افروز ہو کر حق کا جھنڈا بلند کیا اور دعویدارِ نبوت و رسالت مرزائے قادیان کو میدان میں مقابلہ کے لئے للکارا۔ لیکن آپ کے علمی تبحر اور مسلم الثبوت کمالات سے دہشت زدہ ہو کر قادیانی کو سوائے قادیان کی چار دیواری میں مخفی ہونے کے' چارہ نظر نہ آیا۔ اسی روز سے مرزائیت کا طلسم ٹوٹ کر دجالی فتنہ کا استیصال ہو چکا۔ قادیانی کا رہا سہا پردہ مقدمہ بازی میں فاش ہو کر اس کے دجل و فریب کا پول کھل گیا۔ اور اس کے مکر و تلبیس کا خاتمہ ہو گیا۔ ایزد متعال ہمارے غوث وقت' قطب زماں حضرت پیر صاحب کا ظل ہمایوں تا دیر متوسلینِ دربار کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔'' اخیر میں خاکسار اپنی یہ ''نذر محقر بامید قبولیت بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف'' اسی کتاب تازیانہ عبرت کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ہمارے اصال معین و مددگار ہمارے حضرات مشائخ عظام تھے۔ حضرت اقدس پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑا شریف کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا کی برکت سے

ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات شروع ہوئے تو میں حضرت والا کی خدمت میں باریاب ہوااور عرض کی کہ اب دعا کا وقت ہے۔ دوسری طرف سے ہر قسم کے منصوبے قائم ہور ہے ہیں۔ اور ادھر مرزا جی کو یہ بھی دعویٰ ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور ان کے مخالف تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے تم بالکل بے فکر رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم کامیاب ہو گے اور مرزا جس قدر زور خرچ کرے اس مقابلہ میں ہزیمت ہی اٹھائے گا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک یہ معرکہ رہے ایک خاص وقت دعا کے لئے مخصوص رہے گا۔ اور حق تعالیٰ سے نصرت و کامیابی کی دعا کی جایا کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسے ایسے مشکل معرکے پیش آئے کہ ہر طرح سے مایوسی کا سامنا نظر آتا تھا۔ لیکن حضرت پیر چشتی مدظلہ کی کرامت اپنا ایسا کرشمہ دکھاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ جس وقت مرزا کی جماعت کے بعض اشخاص حضرت والا کی اطلاع یابی سمن شہادت کرا کر لے گئی تھی، مرزائی اچھلتے کودتے پھرتے تھے کہ دیکھو پیر گولڑوی عدالت میں حاضر ہونے سے کیسے بچ سکتا ہے! لیکن آپ کو خدا نے حاضری عدالت کی تکلیف سے بالکل محفوظ رکھا حالانکہ مرزائیوں نے اس کے متعلق ناخنوں تک کا زور لگا لیا۔ کیا یہ پیر چشتی کی ایک روشن کرامت نہیں ہے۔ اس ہی دیگر مراتب میں بھی مرزائی جماعت کو ناکامی ہوتی رہی۔ ہم حضرت اقدس پیر صاحب مدظلہ کی اس باطنی توجہ کے کمال مشکور ہیں اور دعا ہے کہ ایزد تعالیٰ آپ کے ظلِ فیض کو دیر تک ممدود رکھے۔"

مولانا کرم الدین دبیر نے مرزا قادیانی کے ساتھ یہ مقدمات شروع کر رکھے تھے تو اعلیٰ حضرت گولڑوی کی توجہ ان مقدمات کی طرف تھی۔ اور اکثر و بیشتر ان کا ذکر بھی خانقاہ میں ہوتا رہتا تھا۔ آپ مولانا محمد چراغ چکوڑوی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں "قادیانی دعووں میں مع حواری جہلم میں مدعو ہوا ہے۔ مدعی مولوی کرم الدین ساکن بھیں ضلع جہلم ہے۔ ان دعاوی میں میری کوئی شہادت نہیں میری شہادت اس دعویٰ میں ہے کہ جو قبل از ہر دو دعویٰ مذکورہ بالا، حکیم فضل الدین بھیروی ثم لقادیانی نے مولوی کرم الدین صاحب پر ضلع گورداس پور میں کیا تھا۔ جس کی ایک تاریخ پر میں نہیں گیا اور نہ آئندہ جانے کا ارادہ ہے۔ الاان یشاء اللہ قادیانی نے دوسرے ماہ کی ۱۷ تاریخ جہلم میں حاضر ہونا ہے۔ اس کے سارے الہامات و مبشرات و مویدات پر پانی پڑ گیا ہے۔" ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے

ہیں ''گورداسپور میں مرزا کے روبرو ہماری شہادت کا جاری شدہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ جس میں چوتھی دفعہ ان کو سخت رو سیاہی ہوئی۔'' اعلیٰ حضرت گولڑوی ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں'' جناب مولوی (کرم الدین) صاحب کو بھی تکلیف سے رہائی ہوئی۔ چنانچہ اس نیاز مند درویش کو بھی اس قدیم الاحسان نے گورداس پور کی شہادت سے باوجود نہایت اصرار و مساعی مخالفین بچالیا۔ اور وہ اصلاً مایوس ہوئے۔'' چونکہ اس دور میں انگریزی کورٹ میں شرفاء کی حاضری کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے مخالفین اس پر زیادہ زور لگاتے تھے۔ چنانچہ قادیانیوں نے بھی مولانا دبیر کی مقدمات میں اعلیٰ حضرت کو کورٹ میں حاضر کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر خداوند تعالیٰ نے آپ کو اس زحمت سے محفوظ رکھا۔ مولانا دبیر کو اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت گولڑوی کی طرف سے جو تائید وحمایت حاصل تھی وہ اظہر من الشمس ہے تاہم مولانا نے بھی اس کا شکریہ بھرپور طریقہ سے کیا ہے۔ تازمانہ عبرت کے اختتام میں لکھتے ہیں۔

تھی دوسری طرف کو امداد پیر چشتی — اور ڈھا رہی غضب تھی کیا سیف چشتیائی
آخر شکست کھائی مرزائیوں نے بھاری — میدان میں چشتیوں نے فتح عظیم پائی

ایک انتہائی اہم بات جو ان مقدمات میں سامنے آئی وہ مرزا قادیانی اور اس کے چیلوں کی راست بازی کی حقیقت کا عوام کے سامنے کھل کر آنا تھا اس سلسلہ میں مولانا کرم الدین دبیر صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

''ان مقدمات نے بہت بڑا راز جو کھولا وہ مرزا قایانی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں اس نے لکھائے بہت جھوٹ بولے ہیں۔ جنکی مکمل فہرست ہم اس روداد کے آخر میں ہدیہ ناظرین کریں گے اور ساتھ ہی انکے بعض ارکان نے جو کچھ غلط بیانیاں کیں ان کی بھی فہرست دیں گے۔ تاکہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راستباز بندہ ولی یا امام و نبی نہیں ہو سکتا۔ ہم ان بیانات سے ثابت کریں گے تاکہ سوچنے والوں کو مرزا قادیانی کے دعوےِ مسیحت و نبوت کے صدق و کذب کا معیار مل سکے۔ ایسے مقدمات میں جرمانہ وغیرہ کا ہونا یا نا ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ سب سے اہم بات ایسے مواقع پر کذب وصدق کا

پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔" (تازیانہ عبرت صفحہ ۶۹)

اسلام کے یہ بطلِ جلیل عقیدہ اہل سنت و جماعت کے محافظ تحریک ختم نبوت کے روح رواں مہر انور کے جلووں کی ایک کرن اپنی حیاتِ فانی کی ۹۶ منزلیں طے کر کے ۱۸ شعبان ۱۳۶۵ھ کو دار بقا میں منتقل ہو گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ موضع بھیں ضلع چکوال میں آپکی آخری آرام گاہ ہے۔ ایک بیٹے قاضی مظہر حسین ہیں جو مسلک دیوبند کے علم بردار ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّینَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

(۱۹۱۸ء۔۱۹۹۸ء)

نگہ بُلند، سُخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

ضیاء الامت، مفکرِ اسلام، مجاہد ختم نبوت سرمایہ اہلسنت حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہریؒ کی ولادت باسعادت مورخہ یکم جولائی ۱۹۱۸ء کو بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔

(مقالات پیر کرم شاہ الازہری مرتبہ پروفیسر حافظ احمد بخش صفحہ ۱۷ جلد اول)

آپؒ کے والد محترم کا نام حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ تھا۔ حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ بھی صاحب علم و عمل بزرگ تھے اور آپ کی علم دوستی کا ہی نتیجہ تھا کہ آپؒ نے اپنے ہونہار فرزند کی تعلیم و تربیت کا خصوصی انتظام فرمایا۔ حضرت ضیاء الامت نے دینی و دنیاوی علوم کی ابتداء اپنے آبائی شہر بھیرہ شریف سے کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۴۵ء میں بی اے پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں آپ جامعہ الازہر (مصر) تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اپنے جوہر خداداد کو مزید جلا بخشی، اور اپنے علم و دانش کی وجہ سے اپنے اساتذہ و ہم مکتب طلباء سب میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ آپ کے بعض اساتذہ تو آپ کو تعریفی اسناد دینے پر مجبور ہو گئے جو کہ ریکارڈ میں آج تک موجود ہیں۔ آپ اہلسنت کا عظیم سرمایہ تھے۔ آپ ساری عمر علم کے حصول و علم کے متلاشی افراد کی راہنمائی کرتے رہے۔ آپ اپنے علم خداداد کو عوام تک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی سب سے پہلی تصنیف ''سنت خیر الانام'' ہے جو آپ نے زمانہ طالبعلمی میں قیام مصر کے دوران تصنیف فرمائی اور اپنی اہمیت کے پیش نظر آج تک اس کے کتنے ہی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تفسیر ضیاء القرآن۔ (پانچ جلد) اور سیرت النبیؐ پر جامع و بلیغ کتاب ضیاء النبیؐ' (سات جلد) رہتی دنیا تک آپ کو زندہ و پائندہ رکھیں گے۔ ان دونوں کتب کے

مطالعہ سے آپ کے علمی مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ علم کا ایک سمندر تھا جو آپ کے سینہ مبارک میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ نیز ماہنامہ ضیائے حرم اور پھر ضیائے حرم کے خصوصی نمبر آپ کے اہم علمی کارنامے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ملک کے اہم اور ذمہ دار عہدوں پر بھی فائز رہے ہیں مثلاً دفاقی شرعی عدالت کے جج اور چیئر مین رویئت ہلال کمیٹی وغیرہ۔ نیز دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی سربراہی و حسنِ انتظام اور پھر دارالعلوم کی دیگر شہروں میں پھیلی ہوئی مختلف شاخوں کا انتظام وانصرام آپ ہی کے بس کا کام تھا۔ آپؒ نابغہء روزگار تھے جس پہلوئے زندگی کو لیں آپؒ رہبر وامام ہی نظر آئیں گے۔ سر دست ہم آپؒ کی ختم نبوت اور ردِقادیانیت کے سلسلہ میں کی جانیوالی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ضیاء القرآن میں مختلف آیاتِ مبارکہ کے ذیل میں ختم نبوت ورد قادیانیت کے سلسلہ میں نوٹ اور حاشیہ جات تحریر فرماتے ہیں ذیل میں چند اہم ترین مقامات پر لکھے گئے حاشیہ جات کے متعلقہ حصے ملاحظہ فرمائیں۔

١۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (آل عمران ٧٩) (اور بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر) کے ذیل میں آپ فرماتے ہیں:

الناس پر الف' لام استغراق کے لئے ہے یعنی ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی رنگت' کوئی زبان کوئی قومیت اور کوئی وطن اس سے مستثنےٰ نہیں ہے۔ سب کے لئے آپ ہی ہادی اور مرشد ہیں (ضیاالقرآن جلد اول صفحہ ٣٦٩)

٢۔ قُلْ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔۔۔ (الاعراف ١٥٨)

کی تفسیر لکھتے ہوئے آپؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ''اب جس مرشدِ اولین وآخرین' جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے نہ کسی زمانہ سے محدود ہے۔ جس طرح اس طرح کے بھیجنے والے کی حکومت وسروری عالمگیری ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام' ہر فقیر و امیر' ہر عربی و عجمی ہر رومی وحبشی کے لئے وہ مرشد بن کر آیا۔ (ضیا

القرآن جلد دوم صفحہ ۹۳)

۳۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم ۴)

کی تفسیر آپؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

''حضور نبی اکرم ﷺ سے قبل جو انبیاء کرام مبعوث ہوئے وہ کسی مخصوص قوم یا کسی مخصوص علاقہ کے لئے مبعوث ہوئے لیکن حضور ﷺ کو سارے عالم کا ہادی اور مرشد بنا کر بھیجا گیا۔ وَمَا ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً وَ نذیرا ۔ اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ اُرسِلَ کل نبی الی امته بلسانها وَارسلنی الله الیٰ کل احمرَ و اسود من خلقه ۔ یعنی مجھے سب کی طرف بھیجا گیا ہے۔ جبکہ تمام انبیاء کو ان کی اپنی مخصوص امت و زبان پر بھیجا گیا تھا۔

(ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ ۵۰۴)

٤۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان۔۱) کی تفسیر آپؒ نے اس طرح فرمائی ہے

''للعالمین'' کے لفظ سے واضح ہو گیا ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت مکان و زماں کی حدود سے آشنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لئے آپؐ رسول ہیں (ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ ۳۵۰۔۳۵۱)

۵۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۲۴)

اس آیۂ مبارکہ پر حاشیہ تحریر کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں۔

''نبوت کا سلسلہ کسی خاص ملک علاقہ یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں' جہاں بھی انسانوں کا کوئی گروہ آباد تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا ان کے پاس ضرور آیا۔ خواہ وہ نبی ہو یا کسی نبی کا پیروکار جس نے آکر تبلیغ کا فریضہ ادا کر دیا۔ اس میں عرب مصر یا فلسطین کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہند' چین' جاپان' افغانستان اور دیگر براعظموں میں بھی نذیر تشریف لے آئے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اب جن انبیاء کرام کے نام قرآن مجید یا صحیح احادیث میں مذکور ہیں ان پر ایمان لانا شرط اسلام ہے جن کے اسماء مذکور نہیں ان پر بھی اجمالی طور پر ایمان لانا ضر ' ہے۔ یعنی ان علاقوں میں کسی زمانہ میں جس کو

اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہم اسی کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔لیکن حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بعد چونکہ سلسلہء نبوت ہی ختم ہو گیا۔اس آفتابِ عالم تاب کے طلوع ہونے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت ہی نہ رہی۔اس لئے اب تا قیامت کوئی نبی نہیں آ سکتا۔آیت مبارکہ میں بھی خلا: یعنی گزر چکا ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو گزشتہ زمانے پر دلالت کرتا ہے۔اب ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں حضور سید الانبیاء و خاتم الرسل ﷺ کی ذاتِ پاک ہی منبع ہدایت اور اسوۂ حسنہ ہے۔

اب تبلیغ کا فریضہ حضور ﷺ کی امت کے اولیاء و علماء انجام دیں گے حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کذاب اور دجال ہے۔جس طرح احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔نیز ان آیات میں غور کرو۔ یا ایہ الناس انی رسول اللہ علیکم جمیعاً ۔نیز وما ارسلنک الا کآفۃ للناس۔جب حضور ﷺ اس ارشادِ خداوندی کے مطابق تمام بنی نوع انسان کے لئے تا قیامت رسول ہیں تو پھر کسی مزید رسول کی گنجائش نہیں رہتی۔(ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۵۲)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب ۴۰)

اس آیت مبارکہ کے ذیل میں حاشیہ تحریر فرماتے ہیں

''ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے۔اگر چہ بدقسمتی سے امتِ اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے بڑے بڑے حادثات کو جنم دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اس کو کافر و مرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی نبوت کو خاک میں ملا دیا گیا۔''(ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ ۶۶)

مرزا قادیانی کی تردید کرتے ہوئے آپؒ رقم طراز ہیں۔

''انگریز کی غلامی کے دور میں ملتِ اسلامیہ کو جس طرح کئی دوسرے مصائب سے دو چار ہونا پڑا' اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔وہ مدعی نبوت بظاہر

عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا اس کے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہء انگلستان کی خدمت میں اس نے ایسے ایسے تعریفی پیغامات لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے۔ جس نے ہندوستان میں مسلم حکومت کا تختہ الٹا' سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا، ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے! انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سینگنوں کے سائے تلے پروان چڑھنے کا موقع دیا۔ اور اس کو قبول کرنے والوں کے لیے نئے نوازشات کے دروازے کھول دیے۔ ہر مرزائی کے لئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے لانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ امتِ مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور ایک متفق علیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ عیسائیت کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دلجمعی سے کرسکتا تھا اگر وہ عیسائیوں کے خلاف نہ بولتا تو اس کی آواز سننے کے لئے کوئی آدمی تیار نہ ہوتا۔"

مرزا قادیانی کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے وہاں انکا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دیکر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔

آگے چل کر آپؒ فرماتے ہیں۔

ایک مسلمان کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید قیامت اور آنحضور ﷺ کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لئے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث وتمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرأت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی۔

مرزا قادیانی کی پیروی کرنیوالوں کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں۔

''وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کی خاطر اپنا دین بدلنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشمندی سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں ان کے لئے ملول نہیں ہونا چاہیے نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے نہ اس کے رسول کو''

آپؒ مزید رقمطراز ہیں۔

ہمارا دعویٰ بلکہ ہمارا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان ہے کہ۔

''حضور سرور عالم سیدنا و مولنا محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں، حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اور جو شخص اپنے نبی ہونیکا دعوی کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے اس دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے''۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ ۶۷، ۶۸)

قادیانی اکثر لاف زنی کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے یورپ میں اسلام کو متعارف کرایا ہم نے افریقہ میں اتنے لوگ مسلمان کر دیے۔ یہ سب مرزا قادیانی کی نبوت کا فیض ہے اس کے رد میں آپؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''تم مرزا قادیانی کو اس لئے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا ہم اولیاء کرام کے زمرہ سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں نہیں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا'' پھر آپؒ حضرت خواجہ اجمیریؒ و داتا گنج بخشؒ کی مثال دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ ''ان اصحاب باصفا کی کوششوں سے مسلمان ہونے والے اور ساری امتِ مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں۔ ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نہ نبوت کا دعوی کیا، نہ مجددیت کا، نہ مسیحیت کا، نہ ظلی کا، نہ بروزی بلکہ اپنے آپ کو غلامانِ مصطفےٰ ہی کہا اور اسے باعث صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔ (ایضاً صفحہ ۴۷)

مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں خود کو مسیح موعود ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

اس کی رد میں بھی حضرت ضیاء الامتؒ نے متعدد احادیث مبارکہ صحیحہ تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم صفحات ۷۵ تا ۷۷ پر نقل فرمائی ہیں اور ثابت فرمادیا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مسیحت کے دعویٰ میں بھی سراسر جھوٹا تھا۔

سورت سباء کی آیت مبارکہ '' وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِلنَّاس بشیراً و نذیراً ''(سبا ۲۸) کی تفسیر لکھتے ہیں ہوئے بھی آپ نے رسول اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا احادیث کی روشنی میں ثابت فرمادیا ہے۔

مارچ ۱۹۷۳ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں بل منظور ہوا کہ آئندہ سے پاکستان کے صدر اور وزیراعظم کے حلف میں عقیدہ ختم نبوت پر غیر مشروط ایمان کا اقرار شامل کیا جائے۔ ختم نبوت کے باغی قادیانیوں کو اس بل کی منظوری پر بڑا دکھ ہوا اور انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے اس قانون کی مخالفت شروع کردی قادیانیوں کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر احمد قادیانی نے اپنے جمعہ کے خطبات میں مذکورہ قانون کو ہدف تنقید بنانا شروع کردیا۔ ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ کے جمعہ خطاب میں مذکورہ قادیانی سربراہ نے آیت ختم نبوت کی انتہائی سوقیانہ انداز میں تفسیر کی۔ بعد میں اس خطاب کو'' مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیت کی تفسیر'' کے عنوان سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کردیا۔ حضرت قبلہ پیر صاحبؒ کی نظرِ کرم سے جب یہ تحریف و تغیر سے بھرپور پمفلٹ گزرا تو آپؒ نے اسے قرآن پاک اور صاحب لولاک ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر منافقانہ حملہ سمجھتے ہوئے اس کا رد کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آپؒ نے اگست ۱۹۷۳ء کے ماہنامہ ضیائے حرم کے اداریہ سرِ دلبراں کا عنوان اسی پمفلٹ کو بناتے ہوئے نہایت پر مغز گفتگو فرمائی۔ قادیانی سربراہ کی تقریر و تحریر کے چند اقتباسات تحریر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں۔

''جس شخص کے دل میں خدا کا خوف ہوا اور جس کو یہ یقین ہو کہ قیامت آنیوالی اور اس روز اس سے اس کے اقوال و اعمال کی باز پرس ہوگی وہ قرآن پاک کی تفسیر میں ایسی تحریف کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ وہ اس قسم کی مضحکہ خیز مثال دے کر معانی قرآن پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اس تحریف نے تو بنی اسرائیل کے دنیا پرست علماء کو بھی مات کردیا ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم۔ اگست ۷۳۔ صفحہ ۶)

پھر آپؒ نے مذکورہ بالا آیت ختم نبوت کا شانِ نزول اور سیاق و سباق بڑے احسن و دلکش

انداز میں بیان فرمانے کے بعد عربی لغت کے اعتبار سے اس کی تشریح فرمائی ہے اور سب سے آخر پر آپؒ نے آنحضور ﷺ کی کی ہوئی تفسیر بیان فرماتے ہوئے مختلف احادیث مبارکہ پیش کر کے اپنے موقف کو انتہائی مضبوط اور نا قابلِ تردید بنا دیا ہے۔ مرزا محمود احمد قادیانی نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ مرزا قادیانی روحانیت میں ترقی کرتے کرتے پہلوئے ابراہیمؑ میں جا بیٹھا ہے۔ اس کے جواب میں آپؒ تحریر فرماتے ہے۔ مرزا آنجہانی کا ساتویں آسمان پر پہلوئے ابراہیمؑ میں جا بیٹھنا تو بالکل محال اور ناممکن بات ہے۔ کسی باذوق انسان کے لئے تو حضرت خلیل کے ساتھ مرزا قادیانی کا محض ذکر بھی ہر طرح کی مناسبت سے عاری اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے۔ کہاں سیدنا ابراہیم جنہوں نے نمرود جیسے سرکش اور مغرور انسان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ نہ اس کی سطوت و جبروت کی پرواہ کی نہ اس کے جلال شاہانہ سے مرعوب ہوئے۔ بھرے دربار میں اس کے منہ پر دلیل کا وہ زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ ''فبھت الذی کفر'' کا سماں بندھ گیا۔ اور کہاں مرزا قادیانی کہ ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن انگریز کی مدح سرائی چاپلوسی میں گزار دی۔ کہاں حضرت خلیلؑ کی جرا ت و بیباکی کہ بتکدہ میں داخل ہو کر تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور جب انہیں اس کی سزا دینے کے لئے آتش کدہ تیار کیا گیا تو بے خطر اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑے اور کہاں مرزا قادیانی کی روباہ مزاجی کہ نمرود کے جانشینوں کے خلاف حرمتِ جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا انسان بات کرے تو اس میں کچھ مناسبت تو ہونی چاہیے۔'' (سرِ دلبراں۔ ضیائے حرم اگست ۱۹۷۳)

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت پاکستان نے پوری طرح سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد جب قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا تو اکتوبر ۱۹۷۴ء کے ماہنامہ ضیائے حرم کا اداریہ آپؒ نے اس مسئلہ کی وضاحت و اہمیت اور حکومتِ پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے وقف کر دیا۔ آپؒ نے تمام امتِ مسلمہ خصوصاً تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ میں حصہ لینے والے افراد، ممبرانِ قومی و صوبائی اسمبلی، سپیکر قومی اسمبلی، اٹارنی جنرل اور دیگر اہل علم افراد کے علاوہ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کو خصوصی خراجِ تحسین پیش کیا۔

دسمبر ۱۹۷۴ء کو آپؒ نے ماہنامہ ''ضیائے حرم'' کا خصوصی شمارہ ''ختم نبوت نمبر'' نکالا جس میں

تحریک ختم نبوت میں کام کرنیوالی اہم شخصیات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے علاوہ اثباتِ ختم نبوت وردِ قادیانیت کے سلسلہ میں انتہائی اہم دستاویزات کو یکجا فرمادیا ہے۔ اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں کام کرنیوالوں کے لئے ماہنامہ ضیائے حرم کا **ختم نبوت نمبر** ایک متاعِ عظیم ہے۔

اگست ۱۹۸۷ء میں آپؒ فرینکفرٹ (مغربی جرمنی) کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ آپؒ نے پاک محمدی مسجد فرینکفرٹ میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے اسلام اور ردِ مرزائیت کے عنوان سے سیر حاصل بحث فرمائی۔ آپؒ نے تقریر کے آغاز پر ہی اپنے موضوع کی اہمیت ان الفاظ سے واضح فرمائی۔

''آپ کے قیمتی وقت کی قدر و قیمت کا احساس کرتے ہوئے اور اپنے فرض کی اہمیت کا بھی احساس کرتے ہوئے کہ معلوم نہیں پھر کبھی اس قسم کے اجتماع اور اس میں ملاقات کا موقع ملے یا نہ ملے۔ ان دونوں احساسات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں بہت ہی کم وقت میں آپ کے سامنے ایسی چیز بیان کروں جس سے آپ کی دنیا بھی سنورے، آپ کی قبر بھی روشن ہو اور قیامت کے دن آپ کو سرخروئی بھی ہو۔'' (ضیائے حرم ستمبر ۸۷ صفحہ ۱۱)

آپؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوۃ کی اہمیت واضح کرنے کے بعد ثابت کیا کہ آنحضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد اب کسی صورت میں کوئی بھی نبی و رسول نہیں آ سکتا اور اگر کوئی آپؐ کے بعد اب دعویٰ نبوت رسالت کرے وہ محض جھوٹا اور دجال ہے۔ پھر آپؒ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مرزا قادیانی کو جھوٹا ثابت کیا۔ نیز مرزا قادیانی کے اپنے اقوال سے ثابت کیا کہ وہ جھوٹا اور دجال تھا۔ اور آپؒ نے مسلمانانِ عالم سے گزارش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دجال کے مکروفریب سے خود بھی بچو اور دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی بچنے کی تلقین کرو۔

اگست ۱۹۸۸ء میں جینوا میں اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق کا اجلاس ہوا۔ صدر پاکستان جناب محمد ضیاء الحق شہیدؒ کی خواہش پر آپؒ جنیوا تشریف لے گئے۔ پاکستان کی نمائندگی فرماتے ہوئے قادیانیوں کی طرف سے پاکستان وحکومت پاکستان پر لگائے جانے والے الزامات کا مسکت

جوابدیا۔ اپنے اس دورۂ یورپ اور ردِقادیانیت کے سلسلہ میں کی جانیوالی کوششوں کی مکمل روداد آپؒ نے ''فتنہ مرزائیت اور پاکستان'' کے عنوان سے ماہنامہ ضیائے حرم اکتوبر ۱۹۸۸ء میں تحریر فرمائی۔ آپؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت بنچ کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۸۸ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں شہید صدر ضیاء الحقؒ کا فون موصول ہوا کہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق کا اجلاس ۸ اگست سے جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے۔ وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے یہ پروپیگنڈا زور شور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے' ان کو چن چن کر ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے' ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے' ان کے افراد کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے ان کو محروم کیا جا رہا ہے۔ صدرِ محترم نے مجھے حکم دیا کہ میں جنیوا جا کر پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کا جواب دوں۔ چنانچہ گیارہ اگست ۸۸ء کو بھیرہ سے روانہ ہوا۔ جنیوا پہنچنے پر سفیر پاکستان جناب سعید دہلوی صاحب نے مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کیا اور قادیانیوں کی طرف سے شائع شدہ مختلف قسم کے پمفلٹ وغیرہ دکھائے جن میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان و پاکستانی عوام پر طرح طرح کے بے سرو پا الزامات عائد کئے ہوئے تھے۔ ایک خالی الذہن انسان کو طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے یہ پمفلٹ ایک موثر ہتھیار تھے۔

ہم نے طے کیا کہ ہر روز دو تین ممبران کو دوپہر کے کھانے پر بلالیا جائے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کیا جائے چنانچہ ۱۶ تا ۲۵ اگست ۸۸ء تک روزانہ مختلف ممالک کے نمائندگان کو ہم رات کے کھانے پر بلاتے رہے اور قادیانیوں سے متعلق حکومت پاکستان کی فراخدلانہ پالیسی و عوام کے رعایتی سلوک کے بارے میں انہیں بریف کرتے رہے۔

''میں نے مدعوعین کو دو تین اہم باتیں سمجھائیں ایک تو یہ کہ جو آدمی جس نبی و رسول سے خاص قلبی لگاؤ رکھتا ہے وہ اس کا امتی و پیروکار کہلاتا ہے۔ مثلاً مسلمان حضرات موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو انبیاء خدا تسلیم کرنے کے باوجود یہودی و عیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہیں کیونکہ ان کا خاص قلبی تعلق پیغمبر اسلام

حضرت محمد ﷺ کے ساتھ وابستہ ہے۔عیسائی حضرت موسیٰ کو نبی ماننے کے باوجود یہودی نہیں ہیں کیونکہ انکا خاص تعلق حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہے۔بالکل اسی طرح قادیانی حضرات حضرت موسیٰ وعیسیٰ نیز آنحضور ﷺ کو نبی اللہ ماننے کے باوجود مسلمان نہیں کیونکہ ان کا خاص تعلق ایک جھوٹے نبی مرزا قادیانی سے وابستہ ہے''

دوسری بات میں نے انکو یہ ذہن نشین کرائی کہ تکفیر کا آغاز مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہوا ہے میں نے امثلہ و دلائل سے ثابت کیا کہ آغاز تکفیر مرزا قادیانی نے کیا اور اسکی کتب آج تک اس مسئلہ کی گواہ ہیں۔نیز قادیانی اکابر مرزا محمود، مرزا بشیر احمد وظفر اللہ خان کا مسلمانوں سے بائیکاٹ کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔نیز پاکستان میں قادیانیوں کو کسی جذبات غصہ یا دباؤ کے تحت غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا بلکہ انتہائی زیادہ غور وفکر اور سوچ بچار کرنے اور قادیانیوں کو اپنے دفاع کا پورا پورا موقع فراہم کرنے کے بعد قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچ پائی تھی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری بات میں نے یہ سمجھائی کہ قادیانی جو یہ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ان کے انسانی حقوق پامال کیے جا رہے ہیں یہ گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔پاکستان کے عوام بہت زیادہ فراخدل ورحم دل واقع ہوئے ہیں دیگر بے شمار اقلیتیں پاکستان میں رہائش پذیر ہیں کبھی بھی فرقہ وارانہ اختلافات پاکستان میں پیدا نہیں ہوئے۔

نیز قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے اور میں نے ان کے جوابات دیئے۔میری کاوشوں اور اللہ کے فضل سے وہی ممبران جنہوں نے گزشتہ برس انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کئے تھے اب کی بار جب اجلاس ہوا تو کسی ممبر نے بھی پاکستان کے بارے میں کوئی ایک لفظ ایسا نہ بولا جو پاکستان کے عزت ووقار کے منافی ہو۔

واپسی پر میں براستہ فرینکفرٹ (جرمنی) اسلام آباد آیا۔ قیام فرینکفرٹ کے دوران قادیانیوں کے ایک وفد نے میرے ساتھ ملاقات کر کے اپنے کچھ اعتراضات کیے جن کا میں نے تسلی بخش جواب دے دیا۔نیز نماز ظہر کے بعد ایک عام جلسہ کا اہتمام کر کے سوا دو گھنٹے تک عقیدہ ختم نبوت

اور علامات مسیح موعود پر خطاب کیا۔ (آپ ؒ کے اس خطاب کو ترتیب دے کر ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے شمارہ جنوری فروری ۱۹۸۹ء میں قسط وار شائع کر دیا گیا تھا۔ یہ خطاب پڑھنے سے بے شمار نئی باتیں سامنے آئی ہیں۔) اسلام آباد پہنچ کر میں نے فوراً جینوا میں پاکستان کے سفیر جناب سعید دہلوی سے رابطہ کر کے فون پر پوچھا کہ ہماری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا تو انہوں نے مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ کسی غیر ملکی نمائندے نے اب کی بار پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔ (ماہنامہ ''ضیائے حرم'' اکتوبر ۸۸ء خلاصہ صفحات ۳۶ تا ۴۷)

۱۹ جون ۱۹۸۸ء کو لندن میں ادارہ منہاج القرآن کے تحت انٹرنیشنل اسلامک منہاج القرآن کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں آپ ؒ نے ''ملتِ اسلامیہ اور عقیدہ ختم نبوت'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہوئے آپ ؒ نے فرمایا۔

''اس عقیدہ پر ہماری زندگی اور موت' ہماری فنا و بقا کا دارومدار ہے۔ جس طرح عقیدہ توحید کو نظر انداز کر کے ہم بحیثیت امتِ مسلمہ زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح اگر خدانخواستہ ہم عقیدہ ختم نبوت سے دستبردار ہو جائیں تو ہماری تعداد اگرچہ ایک ارب کے قریب ہے تعداد کی اس کثرت کے باوجود بحیثیت امت ہم چشم زدن میں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ بحیثیت ملت ابراہیمی ہمارا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ امتِ مسلمہ کا یہ قصر رفیع صرف دو بنیادوں پر استوار ہے' عقیدہ توحید اور عقیدہ ختم نبوت۔''

آپ ؒ نے مزید فرمایا۔

''جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدہ توحید کی طرح عقیدہ ختم نبوت پر ہماری زندگی اور بقاء کا انحصار ہے تو ہم اپنے عقیدہ ختم نبوت کو نظر انداز کر کے اپنی شاہ رگ کاٹ ڈالیں۔ ہم کس کو خوش کرنے کے لئے خودکشی کے مرتکب ہوں؟ یہ کیوں کر ممکن ہے؟؟ حالانکہ نوع انسانی کی فلاح اور بقا کے لئے ہمارا زندہ و سلامت رہنا ضروری ہے۔''

آپ نے مرزا قادیانی کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے اس کی اسلام سے غداری و انگریز سے وفاداری کے واضح و بین ثبوت اس کی اپنی کتب سے پیش کرنے کے بعد فرمایا۔

''مرزا قادیانی کی نبوت کا اعلان چونکہ ملت اسلامیہ کو منتشر کرنے کے لئے' ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اور ان کی فکری یک جہتی کو درہم برہم کرنے کے لئے ایک موثر حربہ تھا اس لئے تمام وہ قوتیں جو مسلمانوں کو کمزور اور بے بس بنانے کے لئے کوشاں ہیں انہوں نے زور شور سے مرزا قادیانی کی تائید کی۔''

آپؒ نے فتنہ قادیانیت کی آبیاری کرنے والے افراد و عناصر کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

''درحقیقت دفاعِ ختم نبوت کا جذبہ ہی ملتِ اسلامیہ کی زندگی کی علامت ہے جب تک یہ جذبہ زندہ و سلامت اور قوی و توانا رہے گا ابلیسی نظام کا کوئی فتنہ کوئی سازش اس نورِ ہدایت کو بجھا نہ سکے گی جس کو بڑھانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔'' (ماخوز از ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۸۸ صفحہ ۱۷۔۲۷)

کسی شخصیت سے کسی کو جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اس کے مخالفین سے اتنی ہی شدت سے نفرت کا اظہار کرے گا۔ آنحضورﷺ سے محبت اور مرزا قادیانی سے حضرت ضیاء الامت کی نفرت کا اندازہ آپؒ کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو ۱۹۹۳ء میں آپ نے مجاہدِ ختم نبوت جناب محمد متین خالد صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف ''قادیانیت ہماری نظر میں'' کا اداریہ لکھتے ہوئے تحریر فرمائی آپؒ فرماتے ہیں۔

''بہرحال جس شخص نے امت کو انگریز کی ابدی غلامی کے لئے تیار کرنے میں ساری عمر کھپا دی ہو' ہم مجبور ہیں کہ اسے ملت کا بدخواہ اور غدار قرار دیں۔ جس طرح ہم خارش زدہ کتے کو مسجد میں داخل نہیں ہونے دیتے اسی طرح ایسے غداروں کو ہم حرم ملت کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے۔'' (قادیانیت ہماری نظر میں۔ صفحہ ۳۱)

علاوہ ازیں آپؒ نے قادیانیت سے متعلق ''ضیائے ختمِ نبوت'' کے عنوان سے لکھنے کا حتمی ملہ کیا تھا لیکن حیاتِ مستعار نے مہلت نہ دی اور آپؒ اپنے اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے قبل اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپؒ کو کروٹ کروٹ سکھ اور چین نصیب ئے اور ہم روسیاہوں کو آپؒ کے علمی و روحانی فیوض سے کما حقہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولنا سید لعل شاہ دوالمیالویؒ

۱۸۴۷ء-۱۹۴۷ء

صوبہ پنجاب کے ضلع چکوال کی تحصیل چواسیدن شاہ کے گاؤں دوالمیال میں سادات مشہدی کاظمی کا ایک خانوادہ آباد ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید رسول شاہ نامی گاؤں تترال کی درمیانی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس کا نام سید لعل شاہ رکھا گیا۔ اس فرزند کو ابتدائی تعلیم چکوال شہر کے مولانا غلام حسین نے دی اور مزید تعلیم بھیرہ' پشاور اور لاہور میں مولانا عبدالعزیز بگوی' مولانا غلام قادر قریشی اور مولانا قاضی غلام محی الدین پشاوری سے حاصل کی۔ قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ خداداد ذہانت کے مالک تھے۔ چنانچہ جب آپ بھیرہ میں زیر تعلیم تھے تو امتحان میں شامل سو طالب علموں میں سے آپ کی کارکردگی سب سے بہتر رہی۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے مرید و خلیفہ مجاز ہوئے۔ ۱۸۹۴ء کے قریب آپ نے سفرِ حج و زیارت کیا۔ حرمین شریفین میں آپ کو تقاریر کا شرف حاصل ہوا۔ سفر سے واپسی پر آپ بہت سی کتب خرید کر ہمراہ لائے۔ آپ کئی خوبیوں کے مالک تھے مثلاً مفتی' مصنف' شاعر' پیر طریقت' مبلغ اسلام اور مناظر اسلام۔

اس زمانے میں آپ کا گاؤں دوالمیال قادیان کے بعد مرزائیوں کا دوسرا بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے مرزائیوں کا سرخیل مولوی کرم داد مرزائی تھا جو کہ مولوی نوردین بھیروی مرزائی کا شاگرد تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے مرزائیت کی سرکوبی کے لئے تحریر و تقریر کے ذریعے بساط بھر کوشش کی۔ چنانچہ کرم داد دوالمیالوی مرزائی سے آپؒ کے متعدد مناظرے ہوئے اور مقدمات بھی قائم ہوئے۔ مرزائیوں نے دوالمیال کی مسجد میں علیحدہ جمعہ قائم کرنے کے لئے عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ جس کی مسلمانوں کی طرف سے حضرت سید لعل شاہ صاحب نے پیروی کی' ۹ فروری ۱۹۰۷ء کو اسسٹنٹ کمشنر پنڈ دادن خان نے فیصلہ شاہ صاحب کے حق میں سنایا۔

آپ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ایک تنظیم "انجمن اسلامیہ حنفیہ" قائم کی اس کا تیسرا اجلاس ۱۳ تا ۱۵ مارچ ۱۹۲۴ء کو موضع پیر مخدوم جہانیاں اور دوالمیال میں منعقد ہوا۔ مرزائی مبلغ کرم داد دوالمیالوی نے کہا کہ اگر حیات مسیح ثابت ہوگئی تو میں مرزا قادیانی کو کافر اور سب دعووں میں کذاب اور جھوٹا مان لوں گا۔ چنانچہ انجمن کے متذکرہ بالا اجلاس میں ۱۶ مارچ ۱۹۲۴ء کو چوا سیدن شاہ شہر میں حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی کی آخری آرامگاہ سے ملحق ایک بڑے میدان میں بہ انتظام پولیس مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیاں مناظرہ طے پایا۔ مسلمانوں کی طرف سے حاجی عبدالواحد علمبردار لاہوری صدر مناظرہ اور مولانا سید لعل شاہ دوالمیالوی اور قاضی فضل احمد لودھیانوی معاون مقرر ہوئے۔ مرزائی کرم داد دوالمیالوی مناظر اور فتح محمد نمبردار دوالمیالوی اور محمد بخش باشندہ دوالمیالوی معاون مقرر ہوئے۔ اختتام مناظرہ پر انسپکٹر پولیس جناب مہر خان صاحب نے مسلمانوں کے دلائل کی تائید کی اور قادیانیوں کو اپنا موقف ثابت کرنے میں بری طرح ناکامی ہوئی۔ اس کے باوجود کرم داد مرزائی کو قبول حق کی توفیق کبھی نہ ہوئی۔ اس مناظرہ کی مکمل روداد "انجمن تائید اسلام لاہور" کے ماہوار رسالہ کے شمارہ مئی ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔

گجرات شہر کا ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ مرزائی مبلغ اور مرزا کے قریبی حواریوں میں سے تھا۔ جس نے بعد ازاں ۱۹۵۳ء میں مرزائیت کے فروغ کے لئے "احمدی پاکٹ بک" کتاب تصنیف کر کے شائع کی۔ حضرت شاہ صاحب کے گاؤں دوالمیال کے قریب ہی ایک دیہات چھمبی کوٹ راجگان نام کا آباد ہے۔ یہاں کا راجہ علی محمد گجرات میں محکمہ جنگلات کا افسر تھا، راجہ علی محمد کا رابطہ ملک عبدالرحمٰن خادم سے تھا۔ اس نے مرزائیت اختیار کی اور ملک عبدالرحمٰن خادم کی بہن سے دوسری شادی کر لی۔ اس طرح ملک عبدالرحمٰن خادم کا اس علاقے میں آنا جانا اور زیادہ ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا تعاقب کیا چنانچہ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ موضع چھمبی کوٹ راجگان میں حضرت مولانا سید لعل شاہ اور عبدالرحمٰن خادم کے درمیان مناظرہ ہوا جس میں مرزائیت کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس کے علاوہ بھی دوسرے مذاہب باطلہ سے آپ کے مختلف موضوعات پر کئی مناظرے ہوئے۔ لیکن مرزائیت کا تو آپ نے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے تمام علماء کرام نے ایسا ناطقہ بند کیا کہ مرزائی مبلغین کی

تمام تر کوششوں کے باوجود مرزائیت اب تک اس گاؤں کی حدود سے باہر نہیں نکل سکی اور سچ فرمایا مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ نے کہ اگر اس علاقہ میں حضرت مولانا سید لعل شاہ اور حضرت مولانا کرم الدین دبیر موجود نہ ہوتے تو پورا علاقہ مرزائی وسبائی ہو چکا ہوتا۔ تحفظ اسلام کا فریضہ آپ نے آخر دم تک سرانجام دیا۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں جب کہ آپ انتہائی ضعیف ہو چکے تھے اور آپ کی عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی دوالمیال کے مرزائیوں سے مناظرہ کی نوبت آئی تو آپ نے خود اس کا اہتمام وسرپرستی فرمائی۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کو جو ان دنوں نواحی قصبہ ڈلوال میں خطیب تھے اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔ مرزائی مناظر کرم الٰہی ٹیچر منڈی بہاؤالدین کو شکست فاش ہوئی اور اسلام کا بول بالا ہوا۔ اس مناظرہ کی مکمل روداد علامہ زاہد الحسینی کی مطبوعہ کتاب ''درۃ الزاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' میں محفوظ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے تصنیف وتالیف کا کام بخوبی انجام دیا۔ آپ کے دور میں جہلم شہر سے ہفت روزہ سراج الاخبار حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر کی زیر ادارت نکلا کرتا تھا۔ اس اخبار میں مسلمانوں کے دین سے متعلق سوالات شائع ہوا کرتے جن کے جوابات آئندہ شمارے میں علماء کرام دیا کرتے۔ جوابات دینے والوں میں آپ سرفہرست تھے۔ امرتسر سے شائع ہونے والے ہفتہ وار ''الفقیہ'' میں بھی حضرت شاہ صاحب اور آپ کے فرزند حضرت مولانا حکیم سید کرم حسین شاہ کے ردمرزائیت پر مضامین ومراسلات شائع ہوا کرتے۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف ''الٰہی عتاب بر دشمن'' ابوبکر وعمر بن خطاب'' ''اظہار حق'' ''تیغ الٰہی برفرقہ سبائی'' اور ''باغ فدک کا قصہ'' شامل ہیں۔ ردمرزائیت پر آپ نے ''حقیقت مرزائیت'' تالیف کی۔

حضرت شاہ صاحب کے شاگردوں میں آپ کے دو فرزندوں حضرت مولانا سید فضل شاہ اور حضرت مولنا سید کرم حسین شاہ کے علاوہ مولانا میاں لعل دین' حضرت پیر مہتاب دین اور نامور عالم دین سید فردوس شاہ قابل ذکر ہیں۔ مولنا سید کرم حسین شاہ جید عالم مصنف اور تھے۔ آپ کی تصانیف میں'' سوز احقر'' اور'' ذکر ولی'' مطبوعہ صورت میں ہیں۔ اور عبدالرحمان خادم گجراتی کی کتاب'' احمدیہ پاکٹ بک'' کے جواب میں آپ نے'' حنفیہ پاکٹ بک'' مرتب کی تھی۔ علاوہ ازیں مولنا لعل دین نے اپنے استاذ محترم سید لعل شاہ صاحب کے سوانح حیات مرتب کر کے انہیں'' گودڑی کے لعل'' کے نام سے

۱۹۴۷ء میں شائع کیا۔

۱۳ فروری ۱۹۴۷ء بروز جمعرات دوالمیال میں حضرت مولنا سید لعل شاہ صاحب نے مختصر علالت کے بعد تقریباً ایک سو سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۳۶ مضمون جناب عابد حسین شاہ صاحب۔)



علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۹۶ء--۱۹۶۱ء)

مولنا سید محمد احمد قادریؒ سید دیدار علی شاہ الوریؒ کے فرزند اکبر تھے۔آپ ۱۸۹۶ء میں ریاست الور (بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء بوقت ساڑھے بارہ بجے لاہور میں وفات پائی۔ برصغیر کی عظیم روحانی ہستی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار مبارک کے احاطہ میں دفن ہوئے۔(تذکرہ اکابر اہل سنت جلد اول مرتبہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صفحہ ۴۲۸)

آپ کی زندگی کے اہم واقعات میں مسجد تریولیہ (الور) کی ہندوؤں کے ہاتھوں شہادت اور آپ کی مساعی جمیلہ سے اس کا از سرِ نو سرکاری خرچہ پر تعمیر کیا جانا' تحریک پاکستان و تحریک کشمیر کی پرزور حمایت اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی قیادت آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔اس وقت ہم صرف تحریک ختم نبوت اور تردید قادیانیت کے حوالے سے کی گئی خدمات کا اجمالی جائزہ لیتے ہیں:

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے پس منظر میں ملتان فائرنگ کیس (جولائی ۱۹۵۲ء) اور ظفر اللہ خان قادیانی سابق وزیر خارجہ پاکستان کی تقریر منعقدہ جہانگیر پارک کراچی ۱۹۵۲ء' کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ان دونوں واقعات کو ذہن میں رکھا جائے تو تحریک اور کارکنانِ تحریک ۵۳ء کے کردار کو سمجھنا آسان رہے گا۔لہذا دونوں واقعات مختصراً تحریر کیے جاتے ہیں:۔

ظفر اللہ خان کی تقریر:

ظفر اللہ خاں قادیانی بدقسمتی سے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بن گیا۔مملکت خداداد پاکستان کا وزیر ہونے کے باوجود وہ اپنے مذہبی پیشوا مرزا محمود کے اشاروں پر ناچتا تھا۔ ۱۷۔۱۸ مئی ۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے جہانگیر پارک کراچی میں اپنے سالانہ جلسہ کا اہتمام کیا اور اس میں ظفر اللہ خان قادیانی کا خصوصی خطاب رکھا۔خطاب کا عنوان تھا ''اسلام زندہ مذہب ہے''،مسلم عوام کے دباؤ کے پیش نظر خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے ظفر اللہ خاں کو جلسہ میں شرکت کرنے سے باز رہنے کو کہا تو ظفر اللہ

خاں نے جواب دیا ''وزارت سے استعفیٰ دے سکتا ہوں مگر مذہبی پیشوا کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا چنانچہ ظفر اللہ خاں نے جلسہ عام میں شرکت کی اور احمدیت (قادیانیت) کے بغیر (پرانے اور اصل) اسلام کو مردہ اسلام کہہ ڈالا۔ اس پر ملک کے طول وعرض میں احتجاج اور ہنگامے شروع ہو گئے۔

(منیر انکوائری رپورٹ صفحہ ۷۷)

ملتان فائرنگ کیس:۔ معروف احراری لیڈر ماسٹر تاجدین انصاری تحریر فرماتے ہیں ''غالباً ۹ جولائی ۱۹۵۲ء پاکستان بھر میں یوم انتباہ منایا گیا (جس میں حکومت کو متنبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دو اور ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے ہٹاؤ ورنہ مسلمان عوام کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ) جامعہ مسجد جنازگاہ ملتان میں جناب شوکت حسین سجادہ نشین دربار پیر صاحب کی صدارت میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس عظیم الشان تاریخی جلسے میں مولنا ہدایت اللہ اور مولنا عبدالقادر سمیت تمام ذمہ دار افراد نے مطالبات دھرائے اور حکومت کو وارننگ دی کہ مطالبات نہ ماننے کی صورت میں نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ یہ جلسہ جلوس کی شکل میں بدل گیا۔ جلوس شہر کے مختلف راستوں سے ہوتا ہوا تھانہ کپ کے سامنے سے گذرنے لگا۔ تھانہ کے باہر لکڑی کا جنگلہ تھا۔ جلوس میں کسی آدمی کا توازن بگڑا اور گرنیوالوں کی قطار لگ گئی۔ دھکم پیل میں لوگ تھانے کے حفاظتی جنگلے پر گرے جنگلہ ٹوٹ گیا۔ پولیس نے فائرنگ کر دی۔ چھ مسلمان شہید ہو گئے اور زخمی توان گنت ہوئے۔ شہر میں کہرام مچ گیا اور ہڑتالوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ممتاز دولتانہ کی وزارت اعلیٰ بھی داؤ پر لگ گئی۔ وزرا نے عوام سے اظہارِ یک جہتی کرتے ہوئے استعفے دینا شروع کر دیئے تھے۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ مرتبہ مولنا اللہ وسایا صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۹)

ان دونوں واقعات کو ذہن میں رکھیے اور مولنا ابوالحسنات قادری کا کردار ملاحظہ کریں۔

ملتان فائرنگ کیس کے بعد ملتان میں ہڑتال ہو گئی۔ ۱۰۔۱۲ روز تک ہڑتال جاری رہی کوئی پولیس افسر، مجسٹریٹ، وزیر یا کوئی بھی سیاستدان ہڑتال ختم کروانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کے مشورہ سے ایک وفد ترتیب دیا گیا جو ملتان جا کر اہلیان ملتان کی

دلجوئی کرے اور ہڑتال ختم کرانے کی کوشش کرے۔اس وفد کی رہبری حضرت مولٰنا ابوالحسنات ؒ نے فرمائی دیگر ارکان میں مولٰنا مرتضٰی احمد خان میکش، صاحبزادہ فیض الحسن اور مولٰنا محمد علی جالندھری شامل تھے۔یہ وفد ۲۱ جولائی ۵۲ کو لاہور سے روانہ ہوا۔ملتان پہنچنے پر وفد کا پر جوش استقبال کیا گیا۔یہ وفد حضرت پیر صاحب کے احاطہ میں آئندہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے مشوروں میں مصروف تھا کہ بہت بڑا ہجوم جلوس کی شکل میں آ پہنچا اس جلوس کو بھی حضرت مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادری صاحب ؒ نے بڑے احسن طریقہ سے خطاب فرما کر مطمئن کر دیا اور جلوس منتشر ہو گیا۔(ایضاً صفحہ ۱۳۷) حضرت مولٰنا ابوالحسنات ؒ کے مشورہ سے ۲۲ جولائی ۵۲ء کو تمام بازاروں کے چودھریوں اور بڑے لوگوں کو بلا کر احسن طریقہ سے سمجھایا گیا اگلے دن شہر کی ہڑتال ختم ہو گئی۔یہ حضرت قبلہ ابوالحسنات ؒ کی پہلی کامیابی تھی۔ہڑتال ختم ہونے پر وفد لاہور واپس لوٹ آیا لیکن اب تحفظ ختم نبوۃ کا کام تیز تر ہو چکا تھا۔ملک بھر میں عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہونے لگیں جن میں سے اکثر کی صدارت حضرت مولٰنا ابوالحسنات ؒ کے سپرد کی جاتی۔ملک بھر میں احتجاجی جلسے اور جلوس زور و شور سے ہو رہے تھے کہ وسط اگست ۵۲ء کو خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے مولٰنا ابوالحسنات صاحب کو دستور کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے کراچی بلوا بھیجا اور تاکید فرمائی کہ بذریعہ ہوائی جہاز فوراً کراچی تشریف لے آئیں (یاد رہے تب پاکستان کا دارالخلافہ کراچی تھا) مولٰنا صاحب کراچی تشریف لے گئے۔وزیر اعظم صاحب سے ملاقات کے وقت مولٰنا عبدالحامد بدایوانی بھی آپ ؒ کے ساتھ موجود تھے۔آپ ؒ نے ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے ہٹائے جانے کا مطالبہ کیا تو خواجہ ناظم الدین صاحب کہنے لگے ''آپ مطالبہ تو کر رہے ہیں کہ سر ظفر اللہ خان کو علیحدہ کر دیا جائے مگر آپ اس مشکل کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اگر ہم سر ظفر اللہ خان کو علیحدہ کر دیتے ہیں تو ہمارے کتنے کام بگڑ جائیں گے اور ہم کن مشکلات میں پھنس جائیں گے۔اس پر آپ ؒ جلال میں آ گئے اور فرمایا۔

''خواجہ صاحب ہم تو اللہ کے نیک بندے سے ملنے اور اپنی گذارشات عرض کرنے آئے تھے۔ہمیں نہ معلوم تھا کہ ہم سر ظفر اللہ خان کے بندے سے ملاقات کر رہے ہیں'' آپ ؒ نے اپنے ساتھی مولٰنا عبدالحامد بدایونی سے فرمایا ''چلیئے حضرت! یہاں سر ظفر اللہ خان ہیں تو سب ٹھیک ہے ورنہ سب کام

چوپٹ ہو جائیں گے۔اس پر خواجہ صاحب کافی شرمندہ ہوئے معذرت خواہانہ لہجے میں نرم نرم باتیں کرنے لگے(تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء از مولٰنا اللہ وسایا صفحہ ۱۵۵)

یہ ملاقات ۱۶ اگست ۱۹۵۲ء کو ہوئی' ملاقات میں ناظم الدین نے جب مطالبات نہ مانے تو آپ دیگر اراکین وفد کے ہمراہ واپس لاہور تشریف لے آئے۔اب آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے آل مسلم پارٹیز کے زیر اہتمام ۲۴ اگست ۱۹۵۲ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب دہلی دروازہ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ عام کا اعلان اخبارات واشتہارات کے ذریعے کر دیا گیا۔جلسہ گاہ میں ایک لاکھ سے زائد فرزندانِ توحید اکٹھے ہوئے۔اس جلسہ کی صدارت بھی آپؒ نے فرمائی اور تاریخی خطاب فرمایا(ایضاً صفحہ ۱۵۶)دوران خطاب آپ نے فرمایا

تمام مسلمان خاتم الانبیا علیہ ﷺ کی عزت وناموس کی خاطر جان دینا سعادت سمجھتے ہیں۔اس معاملے میں صرف مولوی ہی پیش پیش نہیں ہیں بلکہ میرے نزدیک تو پنجابی زبان میں ''ماجے'' اور ''گامے'' کہلانے والے شائید سب سے زیادہ قربانی کر جائیں۔اس جگہ پڑھے لکھے آدمی کی طرح اگر مگر کی پالیسی ٹھیک نہیں جب تاج وتختِ ختم نبوۃ پر کوئی گستاخانہ حملہ ہو تو عشق ومحبت کا تقاضا یہی ہے کہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

جب ناموس رسالت پر آنچ آتی ہو تو ہر مسلمان کا فرض ہو جاتا ہے کہ گھر' خاندان' اولاد' مال اور جان سب کچھ نامِ مصطفٰے علیہ ﷺ پر قربان کر دے۔آپ نے مزید فرمایا

ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ایک اسلامی ملک کے خارجہ معاملات ایک ایسے شخص کے سپرد کر دیئے جائیں جو ملک وملت کا دشمن اور اور محمد عربی علیہ ﷺ کا باغی ہو۔اور جس کی وفاداریاں پاکستان کی بجائے ہندوستان سے وابستہ ہوں۔جو قادیان کی رسالت کی بدولت ہندوستان سے اپنے تعلقات استوار کر کے مسلمانان پاکستان سے غداری کر رہا ہے۔(تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء از مولٰنا اللہ وسایا صفحہ ۱۵۷)

خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے سردمہری کا مظاہرہ ہونے پر بطور اتمام حجت آپؒ نے دیگر ارکان کے ساتھ وفد کی صورت میں وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز محمد خان دولتانہ سے بھی

ملاقات کی اور اپنے مطالبات دھرائے مگر دولتانہ صاحب نے بھی باتوں ہی باتوں میں ٹرخا دیا (ایضاً۔۲۳۲)

اس کے بعد ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو آپؒ نے بحیثیت صدر آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوۃ پنجاب بھر کے نامور مشائخ عظام سے اپنے مطالبات کے حق میں تائیدی دستخط لیے اور بصورت اشتہار و پوسٹر تقسیم کر دیے ۱۶۔۱۷۔۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو حاجی مولا بخش سومرو کی کوٹھی پر آل مسلم پارٹیز کنونشن کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں بھی آپؒ نے شرکت فرمائی اور قابل قدر مشورے دئے۔

۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو ہونے والے اختتامی اجلاس میں جنرل کونسل نے اپنے آٹھ نمائندے مقرر فرمائے جو مجلس عمل کے رکن قرار پائے ان میں سرِ فہرست آپؒ کا نام نامی تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں تحریک ختم نبوۃ ۵۳ صفحات ۲۳۷ تا ۲۴۰)

۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوۃ کے نمائندوں نے وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی اور مطالبات نہ ماننے کی صورت میں ایک ماہ بعد تحریک چلانے کا الٹی میٹم دے دیا۔

۵ فروری ۱۹۵۳ء کو آپؒ کی زیرِ صدارت بیرون باغ موچی دروازہ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔

حکومت کی ہٹ دھرمی کو دیکھتے ہوئے اسے اپنے مطالبات ماننے پر رضامند کرنے کے لئے علماءِ کرام نے ملک بھر میں جلسے منعقد کرنا شروع کر دئے۔ نیز اپنے خطابات جمعہ کا موضوع بھی عقیدہ ختم نبوۃ اور قادیانیت ہی کو بنالیا۔ اسی سلسلے میں ۶ فروری ۱۹۵۲ء کو جامع مسجد وزیر خان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے بڑی جرأت و بہادری سے خواجہ ناظم الدین کو للکارتے ہوئے فرمایا

''وزیر اعظم صاحب ہمارا پروگرام تعمیری ہے تخریبی نہیں۔ اگر وقت کی نزاکت کے پیش نظر آپ ملت کے جائز مطالبات تسلیم کرلیں تو اس حکومت کا خواہ اور خیر اندیش ہم سے زیادہ اور کون ہوسکتا ہے۔ مجھے تو بتایا جائے کہ ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکالنے سے آپ اتنے خوفزدہ کیوں ہیں آخر کھوڑو کو وزارت سے علیحدہ کرنے کی جرأت آپ میں کیسے پیدا ہوگئی تھی بنگال [illegible] مسلمہ لیڈر فضل الرحمٰن کو

نکالنے کا حوصلہ آپ میں کس نے پیدا کر دیا تھا۔ اور اب ظفر اللہ خان کو نکالنے سے قبل قوم سے قربانیاں کیوں مانگ رہے ہو۔ وزیر اعظم صاحب میں آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں۔ اپنے ضمیر کو جھنجھوڑ یئے کیا ملتِ اسلامیہ ختم نبوۃ کی حفاظت کی خاطر ہر قربانی دینے کو تیار نہیں ہے؟

آخر میں آپؒ نے فرمایا'' خواجہ صاحب میں ایک بار پھر اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ عوام اور علماء کرام سے ٹکر مت لیں۔ جب علماء کرام نے تحریک کے لئے قدم ایک بار بڑھا دیا تو مطالبات کی منظوری سے قبل وہ قدم واپس نہ لیں گے۔ (روزنامہ زمیندار ۸ فروری ۱۹۵۳ء)

۲۲ فروری کو حکومت کو دیئے گئے الٹی میٹم کی معیار ختم ہو گئی۔ اکابرین تحریک نے لاہور میں آخری جلسہ ۲۲ فروری کو کیا اور کراچی روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل بحیثیت صدر مجلس عمل کارکنوں اور رضا کاروں کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں۔

(۱) مجلس عمل کی اپیل پر آج تک جس قدر رضا کار حلف نامے پر کر چکے ہیں وہ سر بکف تیار رہیں۔

(۲) ہر ضلعے کے صدر مقام سے قافلے کے رضا کاروں کی تعداد پانچ ہو گی اور ہر قصبے سے دو رضا کار قافلے میں شامل ہوں۔

(۳) عہدداران مجلس عمل ختم نبوۃ اپنے یہاں سے روانہ ہونے والے رضا کاروں کے زادِ راہ کا انتظام کریں گے۔

(۴) ہر قسم کی ہنگامہ آرائی اور بدامنی سے بہر صورت اجتناب کریں۔ اور کسی قسم کے اشتعال سے مشتعل نہ ہوں۔ اس مقدس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے نظم وضبط اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔

(۵) اپنے یہاں کے ہر ضلع وقصبہ کے تناسب سے قافلوں کو ترتیب دے لیں

ان ہدایات پر فوراً عمل کیا جائے میں کراچی جا رہا ہوں مزید ہدایات کا انتظار کیا جائے۔ (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ از اللہ وسایا مولنا صفحہ ۲۲۷)

کراچی پہنچتے ہی آپؒ نے دیگر ساتھیوں کی معیت میں خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی مگر نتیجہ وہی پرانا۔ کہ مطالبات ماننے سے ملک مشکلات میں گھر جائے گا۔

کراچی پہنچ کر آپ نے تین روزہ ختم نبوۃ کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ یہ کانفرنس ۲۴ فروری

تا ۲۶ فروری جاری رہی۔ اور اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں آپؒ کی اجازت سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کل سے باقاعدہ تحریک شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔

قائدینِ تحریک ختم نبوۃ ۲۷ فروری سے تحریک کے آغاز کا اعلان فرما کر دفتر مجلس تحفظ ختم نبوۃ (کراچی) تشریف لے آئے بعض علماء کرام سو گئے اور بعض سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ پولیس کی بھاری نفری آ گئی اور علماء کرام کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت دفتر میں آٹھ علماء کرام موجود تھے آٹھوں ہی گرفتار کر لیئے گئے۔ ان میں مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ بھی شامل تھے۔ تمام علماء کرام کو سنٹرل جیل کراچی میں قید کر دیا گیا (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ء از مولٰنا اللہ وسایا صاحب صفحہ ۲۸۹)

جیل میں جاتے ہی تمام اسیرانِ ختم نبوت نے مولانا ابوالحسنات قادریؒ کی امامت میں نماز صبح ادا کی تو آپ نے پروردگار عالم کے حضور ان الفاظ میں دعا کی۔ ''اے رب العزت ہمارا کوئی جرم اس کے سوا نہیں کہ محمد ﷺ کی عزت باقی رہے۔ ہم رہیں یا نہ رہیں' مگر تیرے دنیا دار لوگوں نے ایوانِ سلطنت میں بیٹھ کر ہماری فرد جرم پر ہمارے باغی ہونے کی مہر ثبت کی ہے مگر تو دلوں کو جاننے والا ہے' ہماری لڑائی ہماری اپنی ذات یا اپنے کسی منصب کے لئے نہیں بلکہ تیرے ارشاد کی تعمیل میں ہے کہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا'' آپ کی دعا سے متاثر ہو کر تمام اسیرانِ ختم نبوت کے دلوں میں طوفان اور آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ جیل کے اہلکار بھی ضبط نہ کر سکے۔'' (دفاع ختم نبوت صفحہ ۱۹۳ از طاہر رزاق صاحب)

مولٰنا ابوالحسنات قادریؒ کے سوا باقی تمام لوگ پہلے کئی کئی بار جیل جا چکے تھے مگر آپؒ زندگی میں پہلی بار جیل گئے تھے مگر آپؒ نے جس صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا اس کا نقشہ معروف احراری لیڈر ماسٹر مولٰنا تاج دین انصاری نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں

حضرت مولٰنا ابوالحسنات پہلی مرتبہ جیل گئے تھے' ہمارے لئے تو جیل نئی بات نہ تھی مگر حضرت مولٰنا جیسا نازک اور نفیس مزاج بزرگ جس کی زیارت کو لوگ ترستے ہوں اور جن کے معتقدین کا ان کی دکان پر تانتا بندھا رہے جس طرف آنکھ اٹھائیں لوگ جھک جائیں آپؒ پہلی بار پکڑے گئے تھے اور سنگ آمد و سخت آمد کے مصداق قید بھی ایسی جس کی معیاد کی کچھ خبر نہیں۔ اس پر ستم یہ کہ مولٰنا ابوالحسناتؒ

کا اکلوتا بیٹا۔ خلیل احمد قادری۔ جس کی والدہ بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئی۔ جسے حضرت مولنٰا صاحب نے بڑے لاڈ اور پیار سے پالا پوسا۔ اس جان سے پیارے بیٹے کا کچھ علم نہیں قید ہو گیا ہے یا شہید ہو گیا ہے۔ مولنٰا کے علاوہ ہم سب نے سرگوشیوں سے آپؒ کے صاحبزادے کا تذکرہ کیا اور بار بار آپس میں باتیں کیں کہ اگر خلیل احمد شہید ہو گئے یا لمبی قید میں چلے گئے تو مولنٰا کا کیا حال ہو گا؟ بے چارے پہلی بار جیل آئے ہیں۔ ان کی آزمائش بھی ایسی سخت ہوئی کہ عام انسان اسے برداشت نہ کر سکے۔ مگر ہم سب کو حیرانی ہوئی کہ آپؒ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا مولنٰاؒ نے کبھی ذکر تک نہ کیا گھر سے بھی کوئی اطلاع نہ آئی۔ کچھ معلوم نہیں خلیل زندہ بھی ہے یا نہیں مگر مولنٰا ابوالحسناتؒ نہ گھبراتے ہیں نہ اکیلے میں بیٹھ کر آنسو بہاتے ہیں بلکہ ان کی زبان مبارک پر کبھی خلیل کا تذکرہ تک نہیں آیا۔ ہم سب اس صورت حال کو دیکھ کر حیران تھے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاریؒ نے بارہا فرمایا کہ اگر میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آجاتا تو خدا جانے میرا کیا حال ہوتا۔ مگر بھئی مولنٰا ابوالحسنات تو بڑی کوہ وقار شخصیت ثابت ہوئے ہیں۔ مولنٰا ہم میں بیٹھ کر خوش گپیاں اڑاتے یا الگ بیٹھ کر تسبیح ووظائف میں مصروف رہتے۔ اللہ جسے حوصلہ اور صبر دے۔ جیل خانہ فخر وغرور کا مقام نہیں ہے۔ یہاں تو بڑے بڑوں کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس کے نام پر آج تک توڑتے رہے اس کے نام کی لاج رکھنے کا موقعہ آیا ہے تو گھبرانا کیا۔ نمک حرامی ٹھیک نہیں ہم نے مولنٰا کو صبر واستقامت کا پہاڑ اور شرافت وخلق کا بہترین نمونہ پایا۔ ایک روز ہم سب نے مشورہ کیا کہ ہم مولنٰا صاحب کو خلیل احمد سے متعلق صاف صاف بتا دیں کہ وہ آزمائش میں ہیں ابھی کوئی معتبر اطلاع نہیں۔ خدا کرے وہ زندہ ہوں موت کا وقت مقرر ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو کر کے ہم مولنٰا کو حوصلہ دلائیں۔

ان خیالات کو لئے ہم مولنٰا کی کوٹھڑی میں جا دھمکے اور باتوں باتوں میں لاہور کا تذکرہ کیا پھر خلیل صاحب کا ذکر بھی شروع کیا۔ سوچی سمجھی سکیم کے تحت جب ہم تسلی بخش الفاظ استعمال کر چکے تو مولنٰا موصوف نے نہایت آرام سے فرمایا کہ بھئی بات تو ٹھیک ہے خلیل میرا اکلوتا بیٹا ہے مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے اس لئے کہ میں ہی اس کا باپ ہوں اور میں ہی اس کی ماں بھی۔ یوں بھی اولاد سے

کسے محبت نہیں ہوتی مگر اس مقام پر صبر کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے پھر اس نیک کام میں اگر خلیل قربان بھی ہو جاتا ہے تو یہ سعادتِ دارین ہے۔ وہ بھی تو ماؤں کے لخت جگر تھے جو سرکار مدینہ ﷺ کی ناموس پر قربان ہوئے ان میں میرا خلیل بھی شامل ہو جائے تو میرے لئے فخر کی بات ہے۔ اللہ میری حقیر قربانی کو قبول فرمائے۔ ع

سر عشق از عالم ارحام نیست

او ز سام و حام روم و شام نیست

مولٰنا کا صبر اور بے نظیر حوصلہ دیکھ کر ہمارے حوصلے دو گنے ہو گئے حقیقت تو یہ ہے کہ اس روز کے بعد ہم سب آپؒ کی اور زیادہ عزت کرنے لگے۔ مولٰنا نے نہایت صبر واستقامت سے جیل کاٹی آپؒ کے دل میں دوھرا جذبہ موجزن تھا۔ آپؒ عالم دین بھی تھے اور سید زادے بھی آپؒ آخر دم تک صحیح مقام پر ڈٹے رہے اور آپؒ کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی۔ اللہ جسے توفیق دے۔ (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳۔ صفحہ ۲۹۳۔ ۲۹۵ از مولٰنا اللہ وسایا)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپؒ کے مجاہدانہ کردار کی تصویر کشی کرتے ہوئے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رقمطراز ہیں

''مولانا ابوالحسنات کو جیل میں خبر دی گئی کہ ان کے اکلوتے جواں سال صاحبزادے خلیل احمد کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا ہے۔ جیل میں بوڑھے باپ پر کیا گزری ہو گی یہ کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ہم لکھ سکتے ہیں۔ اس کیفیت کو وہ محسوس کر سکتے ہیں جوان حالات میں کسی اصول کی خاطر نبرد آزما ہوتے ہیں''

علامہ مرحوم نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی سنت میں صبر جمیل کا مظاہرہ کر کے اپنے کردار کو ہمارے لئے مشعل راہ بنا دیا۔

مولٰنا نے ''ملزم'' کی حیثیت سے جس بے باکی سے اپنے نصب العین کی وضاحت کی اس کے لئے ہائی کورٹ کا مفصل فیصلہ دیکھئے جسے سابق چیف جسٹس محمد منیر نے لکھا اور منیر انکوائری رپورٹ کے نام سے سامنے آیا۔ جیل کی بے جا سختیوں موسم کی شدت اور ناقص غذا نے پسِ دیوار زنداں آپؒ کی

صحت پر بہت ناگوار اثر ڈالا۔ آپ مستقل مریض بن کر جیل سے باہر آئے اور پوری کوشش وعلاج کے باوجود آپ کی صحت سنبھل نہ سکی۔ اسی بیماری نے طول پکڑا تو موت کو بہانہ مل گیا۔ آج اصولوں کو مصلحت وقت کی نذر کرنے والے جب مولنا کی سیاسی اور دینی خدمات پر تنقید کرتے ہیں تو غالب یاد آ جاتا ہے۔

عیباً ورید گر ایں جا بود زبان دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

جیل سے مستقل بیمار بن کر نکلنے والا سینوں کا یہ عظیم زعیم' رہائی کے ایک سال بعد ہی ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ جمعہ ساڑھے بارہ بجے ۱۹۶۱ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا رحلت سے چند لمحات بیشتر یہ شعر زبان پر تھا۔

کائنات غم بس اتنی مریض غم کی تھی
اک ہچکی میں طلسم آرزو باطل ہوا

(تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور صفحہ ۳۳۵ از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری آپ کے عزم وحوصلے کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''خیر تو ذکر سکھر جیل کا ہو رہا تھا۔ میری تو بھلی پوچھیے' میں تو سرد گرم چشیدہ تھا اور پوری زندگی جیل اور ریل کی نظر ہو گئی۔ یہ بڑے میاں (مولنا ابوالحسنات) بے چارے اس وادی پر خار میں پہلی مرتبہ قدم رنجہ ہوئے تھے۔ مجھے ان کا بڑا احساس رہا۔ لیکن ماشاء اللہ ان کو تو میں نے اپنے سب ساتھیوں سے صابر وشاکر پایا۔'' (حیات امیر شریعت صفحہ ۳۷۶ از جانباز مرزا)

مولنا خلیل احمد قادری صاحب فرماتے ہیں۔

''ایک دن میں نے والدِ محترم (سید ابوالحسنات شاہ) کو سکھر جیل کے پتہ پر اپنی خیریت سے متعلق خط لکھا۔ پندرہ دن بعد والد صاحب کی طرف سے جواب موصول ہو گیا جس میں آپ نے لکھا'' مجھے یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ تم رتبہ شہادت حاصل نہ کر سکے لیکن یہ جان کر بہر حال دل کو اطمینان ہوا کہ تم ناموس مصطفیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو۔'' خط کے آخر میں لکھا تھا کاش اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی قبول کر لیتا۔ (جنھیں ختم نبوت سے عشق تھا۔ صفحہ ۱۱۳۔ از طاہر رزاق)

جناب مظفر علی صاحب شمسی بیان کرتے ہیں کہ:

''میں اس وقت مجلس عمل کا سیکرٹری تھا۔ ہر جلسہ میں مجھے موصوف کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ میں ان سے بہت متاثر تھا۔ انہیں ہر اسٹیج پر باعمل پایا۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم وزیر اعظم سے ہر ملاقات میں مولانا کے ہمراہ رہا۔ جس شان سے موصوف نے قوم کے مطالبات پیش کئے' انہیں کا حصہ تھا۔ ہر ملاقات کے بعد خواجہ صاحب اکثر حضرت مولانا کے پیچھے نماز ادا کرتے' ان کی شخصیت اور علم وفضل کا اقرار کرتے۔ مولانا ہر ملاقات میں ان سے ایک ہی خواہش کا اظہار کرتے کہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کے مطالبات تسلیم کرلیں۔ اس سلسلہ میں مولٰنا نے پورے ملک کا دورہ کیا اور ختم نبوت کے سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں سے خطاب کیا۔ میں حیران تھا کہ ایک گوشہ نشین عالم کس طرح اس مسئلہ کے لئے بے قرار ہے۔ میں نے اکثر موصوف کو مسلمانوں نے لئے رو رو کر دعائیں مانگتے دیکھا۔''

جس ہمت اور اولوالعزمی سے علامہ ابوالحسنات نے قید میں دن گزارے' اس کی مثال ملنی بہت مشکل ہے۔ نازونعم میں پلا ہوا انسان' لاکھوں انسانوں کے دلوں کا بادشاہ' علم وعمل کا شہنشاہ' مگر محبت رسول نے امتحان چاہا تو بے دریغ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس شان سے قید کاٹی کہ مثال بن گیا۔ کیا مجال' جو کسی سے شکایت کی یا کسی سے شکوہ کیا ہو یا اپنے مشن سے دستبرداری کا ارادہ کیا ہو۔ جیل میں آپ کا بہترین شغل قرآن کریم کی تفسیر لکھنا تھا' کئی برس قید میں کاٹے اور بہت شدت کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جن کے باعث آپ کی زندگی پر بہت برا اثر پڑا۔ (ماھنامہ رضائے حبیب علمائے اہلسنت نمبر صفحہ ۲۱)

محمد بوٹا اثر انصاری فیض پوری

(پ:۱۹۴۳)

محمد بوٹا اثر انصاری فیض پوری کا تعلق ایک معزز انصاری گھرانے سے ہے۔ انہوں نے ۱۹۴۳ء میں حکیم محمد ابراہیم کے گھر جنم لیا۔ اور اسی گاؤں کے پرائمری سکول میں پنجم تک تعلیم پائی۔ والدہ کی وفات پر تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اور بچپن ہی سے محنت مزدوری کر کے اپنے بہن بھائیوں کی پرورش کرنے لگے۔ جن دنوں مرزائیوں کے پمفلٹ اور کتابچے شائع ہو رہے تھے۔ جب ایک طرف عیسائی مبلغ مصروف کار تھے تو دوسری طرف مرزائی۔ اثر انصاری اپنے دادا میاں اللہ دتہ کے پاس بیٹھ کر لوگوں کو ردِ مرزائیت پر شائع ہونے والے کتابچے پڑھ کر سناتے۔ اور چراغ دین جو نیکے والے کے ردِ مرزائیت پر قصے بھی محفل میں پڑھتے۔ ان کو بچپن سے شعر لکھنے کا بھی شوق ہے۔ اس لئے انہوں نے بچپن ہی میں ایک قصہ لکھ لیا۔ اور کئی محفلوں میں پڑھ کر داد پائی اور آج علم وادب میں ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ ان کے بچپن کے کچھ شعر ملاحظہ کریں۔

پہلاں رب داناں دھیاواں — نبیؐ تے فیر درود پوچاواں
صدقے آخری نبی توں جاواں — جیہڑا اچھیکڑ اُتے آیا اے
رب آخری نبیؐ بنایا اے — رب آخری نبی بنایا اے
گھر عبداللہ احمد جایا — مکے وچ تشریف لیایا
آمنہؓ بی بی گود کھڈایا — رب عرشاں تے بلایا اے
جیہڑا اچھیکڑ اُتے آیا اے — رب آخری نبی بنایا اے
جدوں خدا نے جگ سجایا — اوددوں نبیؐ دا نور بنایا
لے کے آدمؑ تھیں عیسیٰ تک — قطب ستارے وچ ٹکایا
جیہڑا اچھیکڑ اُتے آیا اے — رب آخری نبی بنایا اے

رب نے آکھیا سن محبوبا ۔ میرا ہے اک منصوبہ
توں ہیں دین دُنی دا صوبہ ۔ تیرا عرش فرش تے سایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبیؐ بنایا اے

لے کے ازل توں ابداں تائیں ۔ میں ہاں ظاہر باطن سائیں
توں وی میتھوں وکھرا ناہیں ۔ ہر تھاں سکہ چلایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

کنیاں جھوٹے دعوے کیتے ۔ مویاں نوں اج عرصے بیتے
اوہناں دے اج بُلھ نے سیتے ۔ کسے نہ جا بلایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

اج مسیلمہ کتھے گیا ۔ اوہدا ناں نشان نہ رہیا
دوزخ دے وچ سڑ دا پیا ۔ رب اوندا ناں مٹایا
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

قادیاں دے وچ مرزا جایا ۔ انگریز نے پچھے رستے لایا
شیطان نے غلبہ پایا اے ۔ جھوٹھ دا جال وچھایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

نہ ثبوت نہ کوئی دلیلاں ۔ کر دا گل ہے وانگ بخیلاں
نبی بنن لئی کر دا حیلاں ۔ شیطان نے متا پکایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبیؐ بنایا اے

وچ ٹٹی دے موت سی آئی ۔ دنیا اوس تے لعنت پائی
میں نہیں کلا کہے خدائی ۔ رب ایس دا بھٹھ بٹھایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

پیر جماعت علی فرمایا اے ۔ جے توں جھوٹا بن کے آیا
کل ہووے گا صفن صفایا ۔ ہویا جو فرمایا اے
جیہڑا چھیکڑ اُتے آیا اے ۔ رب آخری نبی بنایا اے

حضرت علامہ محمد حسن فیضی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۵۹ء--۱۹۰۱ء)

حضرت علامہ ابوالفیض محمد حسن فیضی ابن نور الحسن موضع بھیں ضلع چکوال میں ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مولانا قاضی عبدالحلیم اور علاقہ کے علماء کرام سے حاصل کرنے کے بعد لاہور میں حافظ غلام احمد حافظ آبادی اور حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر درس نظامی کی تکمیل کی۔دہلی اور سہارنپور کے علماء کرام سے بھی استفادہ کیا۔

آپ نابغہ عصر اور عبقری شخصیت کے حامل تھے۔کئی علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی۔عربی ادب میں اتنا ملکہ تھا کہ باید و شاید غیر منقوط عربی نظم و نثر لکھنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔اور اسی وجہ سے فیضی کے لقب سے مشہور ہوئے۔سورۃ فاتحہ کی عربی میں ایک غیر منقوط تفسیر لکھی تھی جو طبع نہ ہوسکی۔''القرائض الفیضیہ فی الفرائض والوصیہ'' کے نام سے عربی میں علم میراث پر ایک رسالہ لکھا۔اس کے علاوہ راولپنڈی میں مدرسہ اسلامیہ میں تدریس کے زمانہ میں ''روض الربٰی فی حقیقۃ الربوٰ'' کے نام سے اردو میں ایک رسالہ لکھا جس میں دارالحرب میں مسلمانوں کے لئے سود کے احکام وغیرہ لکھے ہیں۔

مولانا فیضی زمانہ طالب علمی میں حضرت مجدد گولڑوی کے علم و فضل اور حقیقت و عرفان کی شہرت و عظمت سن چکے تھے۔قیام راولپنڈی کے زمانہ میں گولڑہ شریف مسلسل حاضر ہوتے رہے جس سے حضرت مجدد گولڑوی کی صحبتوں اور مجلسوں سے براہ راست استفادہ کا موقع ملا۔حضرت مجدد گولڑوی کا یہ دور علوم اسلامیہ کی تدریس کا تھا۔آپ اس وقت تدریس و تقریر کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں' نیچریت' قادیانیت' وہابیت اور منکرین حدیث وغیرہم کے افکار و نظریات کے نتائج و عواقب سے علماء کرام کو باخبر کر رہے تھے۔مولانا فیضی نے مجدد گولڑوی کے فضل و کمال اور ان کی حقانی و ربانی قوتوں کو بڑے قریب سے دیکھا۔اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں باقاعدہ آپ سے تیاری کی۔علماء کرام کی وہ جماعت جس کا کام اسلام پر اندرونی اور بیرونی حملوں کا مقابلہ کرنا تھا مولانا فیضی اس میں شامل ہوگئے۔

اسلامی عقیدہ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ میدان عمل میں آ گئے اور قادیانیت (جو اس دور کی سب سے بڑی اسلام دشمن تحریک تھی آکاش بیل کی طرح شجر اسلام کو پژمردہ کر رہی تھی) کی طاقت وقوت مٹانے اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے معرکہ کارزار میں اتر آئے۔ ۱۳۱۵ھ ہی میں حضرت مولانا غلام احمد حافظ آبادی صدر المدرسین جامعہ نعمانیہ لاہور کی خواہش اور حضرت مجدد گولڑوی کی اجازت سے مدرسہ نعمانیہ میں تدریس کے لئے لاہور جلوہ افروز ہوئے۔ ایک طرف آپ نے علوم اسلامیہ کی تدریس اس شان سے کی کہ علماء لاہور تحسین وآفرین کہہ اٹھے تو دوسری طرف مدعی نبوت مرزا قادیانی کا تعاقب شروع کر دیا۔ لاہور میں مقیم قادیانیوں کا ناطقہ بند کرنے کے بعد بعض اکابر کے مشورے سے براہ راست گفتگو کے لئے ۱۳ جنوری ۱۸۹۹ء کو سیالکوٹ جا پہنچے۔ مولانا فیضی نے بعد میں سیالکوٹ والی گفتگو کو ہفت روزہ ''سراج الاخبار'' جہلم کے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کے شمارہ میں شائع کرایا۔ جو درج ذیل ہے:

''مرزا صاحب کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجودیکہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہئے نہیں رکھتے۔ کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں! سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہوں گے کہ ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا قادیانی سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا قادیانی کو ہدیہ کیا جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا اس لئے کہ مرزا قادیانی خود بھی عالم ہے اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے ماشاءاللہ فاضل ہیں اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مزید برآں مسائل مستحدثہ مرزا قادیانی کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا قادیانی سکو بہت دیر تک چپکے دیکھتا رہا۔ لیکن اسے اس کی عبارت بھی نہ آئی باوجودیکہ عربی میں خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا۔ جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے۔ اس کا تو ہم کو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا قادیانی کلمہ شہادت اور آمنت باللہ الخ مجھے سناتے رہے کہ میں نبی نہیں نہ رسول ہوں۔ نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو' لیلۃ القدر کو' معراج کو' احادیث کو' قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید برآں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتا رہا۔ دوسرے دن حضرت مسیح

کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ۔اور انی مُتَوَفِّيكَ پڑھ سنائی معنے کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں آپ سے بہتر آج کل اور پہلے بھی کئی ایک ولی عالم گذرے ہیں۔وہ کیوں نہیں اور آپ کیوں ہیں۔تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال سیدھے ہیں۔جیسا کہ مسیح اللہ کا حلیہ ہے۔افسوس اس لیاقت پر یہ غُل! مرزا صاحب وقت ہے توبہ کر لیجئے اخیر پر میں مرزا قادیانی کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔میں حاضر ہوں۔تحریری کریں یا تقریری اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں یا نظم میں عربی ہو یا فارسی یا اردو۔آیئے۔سنیئے اور سنایئے۔

راقم ابوالفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھیں ضلع جہلم۔

آپ نے جو قصیدہ مہملہ مرزا قادیانی کے سامنے پیش کیا وہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَّمَ اٰدم الْاَسمأ كُلَّهَا

لمالك ملكه حمد سلام　　علےٰ رسوله علم الكال

محمودا ً احمد و محمد و　　طهور مع اولادِ و آل

اما مملوك احمد اہل علم　　والهام و هلال السوال

لودك كم مدى همع الدمُوع　　وطأ طأ داس اعلام عوال

علے مر المدے وكع الموده　　وحمل اهلها ادهے الحمال

هواك الدهر ما دار السمأ　　وراهلك اهله روم العسال

اطاعك عالم طوعا وسهلا　　راؤك معلما سهل المال

محامدك الا واسع هم امالح　　وطوراً كلها ملعسل حال

هداك الله مسلك اہل ود　　و اعلم كل اسرار الكمال

وكم مرأسعوا ورا و لحلاك　　وكم واه وك معدو سوالوصال

وكم مدحوك لما هم اطاعوا　　الى دعوك　الوالا　كدال

حکوالملائح الکلم المدلل مکارمك المها لسما معال
رسائل حرروا سطروا حلاك وعدوك المدے اولی اوال
وهم علموك سوعود الرسول وملهم مالك سولیٰ الموال
امام الدهر رسول الاله ومصلح اہل عصر ملمحال
دعوا اعلےٰ الدعاء الا هلموا روالموعود مسعود المسال
رسائلك الرسائل للمهداء لہم و لهمهم مراك سال
کلاملك للدواه لہم دوآء" سرورع ما للروع صال
وما ارواحهم الا وداد ك علیٰ اسمك ورد کل کل حال
و هم رهط اولو ورع وحلم عمائد اہل کرم و الکحال
و کم عادولما والوك اصل و کم لاموك ملؤم الملال
زاوا الهامك الولع الموسوس و عدوك الملح لطمع مال
وسموك الماول للصرائح وراد مسلم الرهط الا وال
و هاکم لهوا راء العدول الی کم لطم داماء المحال
عدوك مرسلی المسعود سهل موارده امام اولی المحال
ومحمود عطاء العالم اسما همام احل امرو العدال
اوائله الکرام امام سلم مکارمهم کا عداد الرمال
علوسهم کامطار الدهور و علم الدهر طراً کالطلال
درامك دارہم کحل المدارك وکحل سوالهم دك الهلال
عصامهم الحسام لکل عدو حسامهم السلام لکل حال
مدے اعماله اعلام علم و اعلاء الهدی وسط الصلال
مهد للاولاء العلوم و معط اهلها اعداد مال
اماواللہ اسئلك المسائل اسل هلم سل اولی السوال

الاھل صارد عوئك الرسال — كموحى الله معصوم المحال
ام اصطادوا معادوك هواء — املهم الهوے سوالملال
وما املاكه ملك العلوم — و ملهم واحد و هدے كسال
وهل كلم الرسول اصول علم — كمسطور الا له علے الا صال
وهل كلم الهدى مدلولها ما — درے العلماء ملمع الدلال
ام اسرار و مسلكه محمےٰ — و ما اطلع العوام على المأل
كلام الله هل محوى العلوم — ادراها الاله لكل و ال
كما ادراك ام لا علم كلا — سوے العلام محمود وعال

قصیدہ کے آخر میں آپ نے تحریر فرمایا! اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعے ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کرلے گی۔ لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔

یہ غیر منقوطہ قصیدہ ۴۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس دور میں روئیدار مقدمہ قادیانی ہفت روزہ سراج الاخبار جہلم اور انجمن نعمانیہ لاہور کے ماہانہ رسالہ میں فروری ۱۸۹۹ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ مولانا کرم الدین دبیر اس قصیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''جس کو شائع ہوئے تقریباً ۶ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزا قادیانی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔

مرزا قادیانی نے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ کے ساتھ مناظرہ کا اشتہار شائع کیا اور آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ چنانچہ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء میں اعلان مناظرہ ہوگیا تو مولانا فیضی نے کہا کہ حضرت پیر صاحب کی ذاتِ گرامی تو بہت بلند ہے۔ آپ اپنے شرائط کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرلیں تو حقیقت واضح ہوجائے گی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو ہفت روزہ سراج الاخبار جہلم میں آپ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کرایا۔

مکرمی مرزا صاحب زید اشفاقہ'

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ آپ ۲۰ اور ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آ کر میرے ساتھ بپابندی شرائط مخصوصہ فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورہ کی تفسیر لکھیں کہ فریقین کو ۷ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات ۲۰ ورق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالے کر دیا جائے گا جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح و بلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جس قدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو ونسیان پر محمول نہیں کیجاویں گی۔ بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جاویں گی۔ مجھے آپ سے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کے حد پر نہیں پہنچ سکتا۔ حتیٰ کہ افصح العرب حضرت سید الرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ معارضہ کے لئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کیا رہا۔

(۲) ہزار ہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور منشی گذرے ہیں۔ ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں۔ اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلیٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گزرے ہیں۔ بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے مضمون میں دیئے ہیں جو ۱۸۹۹ء کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں پھر اخبار چودھویں صدی کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

(۳) مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض اگر آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے

علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجددیت' رسالت کا معیار عربی نویسی کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہوسکے گی۔

(۴) تعجب کی بات ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے ص ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیریں لکھی جاویں گی ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جاویگی۔ مگر افسوس کہ آپ خود اسی اشتہار میں لفظ محصنات کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک عمومی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ محسنات لکھتے ہیں۔ س اور ص کی تمیز نہ ہونا اتنے بڑے دعویدار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے۔ یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شاید سہو پر حمل کیا جا سکتا مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر شرط یہ ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو اور نسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں میرا التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم ونثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں۔ مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰے

راقم محمد حسن حنفی۔ بھیں ضلع جہلم تحصیل چکوال

مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور ۵ اگست ۱۹۰۰ء

مرزا قادیانی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور حسب دستور چشم بندی میں عافیت سمجھی۔

جب اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے لاہور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ تو مولانا فیضی ریلوے اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے اور ۲۹ اگست تک آپ کی معیت میں رہے۔ ۲۷ اگست کو بادشاہی مسجد لاہور میں پورے ہندوستان سے آئے ہوئے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس سے مولانا محمد علی' مولانا عبدالجبار غزنوی' خلیفہ تاج الدین احمد' مولانا ابوسعد محمد عبدالخالق سجادہ نشین جہاں خیل' مولانا ثناءاللہ امرتسری' پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری' مولانا عبداللہ ٹونکی اور مولانا احمد الدین نے خطاب فرمایا۔ اس عظیم الشان جلسہ میں مولانا فیضی نے مفصل تقریر کے علاوہ جلسہ کے انعقاد اور مباحثہ کی کاروائی کے بارے میں ایک تحریری

مضمون پڑھا۔ جس کا ایک حصہ ''جلسہ اسلامیہ لاہور کی روئیداد'' میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے:

حضرات ناظرین! مرزا غلام قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء مشتہر ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری مولانا المعظم ومطاعنا المکرّم عالیجناب حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب چشتی سجادہ نشین گولڑا شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء کرام ومشائخ عظام ایَّدَ ہم اللہ تعالیٰ وکثر ہم کے بھیجی جس کے پہلے دو صفحوں پر مرزا نے اپنی عادت کے مطابق اپنے کو مرسل مامور من اللہ اور پھر مجدد مہدی مسیح ہونے کے ثبوت میں بخیال مخبوط خود دلائل پیش کیے۔ اور عالیجناب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء وفضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ پیر صاحب ضد میں باز نہیں آتے یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں۔ تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی دعوت کرتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دارالسلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر لیا جائے۔ یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورق پر لکھی جاوے۔ اور میں (مرزا) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا۔ ہر دو تفسیریں تین اعلیٰ علماء کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں کہ جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط وتعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جاوے جو قذف محصنات کے بارہ میں مذکور ہے اس حلف کے بعد جو فیصلہ ہر سہ علماء فریقین کی تفسیروں کے بابت صادر فرما دیں۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہر سہ علما کو جو حکم تجویز ہونگے فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کریم کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے۔ اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں تو اور چالیس علماء مل کر مقابلہ پر شرائط مذکور سے تفسیر لکھیں تو ان کی چالیس تفسیریں اور میری ایک تفسیر اس طرح تین علماء کو فیصلہ کے لئے دی جائیں گی۔ الخ۔ مرزا کی یہ چٹھی تو بارہ صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دل خراش گالیاں اور ناجائز نامشروع اور بیہودہ

بدظنیوں کو حذف کردیا جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے۔ ہمیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ وحی کا مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علیٰ الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ کا تھا۔

اول:۔ یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق ومشرب مرنج ومرنجان کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ گوشۂ تنہائی میں عمر بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل ومصروفیت سے بھی یہی قیاس ہوسکتا ہے کہ آپ عزلت نشینی اور للہی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دیں گے۔ اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزا کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا پسند نہیں فرمائیں گے۔ جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزا کی فتحیابی کا نشان ہوگا۔ نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کے ساتھ گانٹھنا یہی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ ذرا چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کو جھوٹی شیخی اور بیہودہ تعلّی دکھانا مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق دعویٰ اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو "سراج الاخبار" جہلم میں بہ تسلیم جملہ شرائط مرزا کو میدان مباحثہ میں لایا تھا۔ اور بعد ازاں خط بھی ارسال کیا تھا اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلاکم وکاست آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آیئے جس صورت پر چاہیں مقابلہ کر لیجئے۔ اس کے جواب میں مرزا جی ایسے دم بخود ہوئے کہ اب تک کروٹ نہیں بدلے۔ وہ مضمون ہی اڑا دیا۔ اور وہ خط ہی غائب کردیا۔

دوم:۔ یہ کہ مرزا قادیانی حسب عادت مستمرۂ خود (اس لئے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے) ہمیشہ نامی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دے دیا کرتا ہے۔ اس طور پر دوسرے اشخاص کے مصارف [illegible] پنی شہرت کرو[illegible]ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت موصوف سے استدعا کرتا ہے [illegible] وہ جوابی چٹھی کی پانچ ہزار کاپی چھپوا کر اس مباحثہ کی شہرت ملکوں میں کرادیں۔ اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوادیں۔

لیکن فخر الاصفیاء والعلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا سامنا تھا۔ مرزا کے مقابلے میں آنے کو عزلت نشینی پر ترجیح دی اور حسب

الدرخواست مرزا' جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۱۴ اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا۔ اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آ جاویں گے۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔ چونکہ مرزا نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہونگے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اور ذِکْرًا رَسُوْلاً کا راز نہیں سمجھتے۔ میری مسیحیت و مہدویت کا نشان رمضان میں کسوف و خسوف کا دیکھ چکے ہیں پھر نہیں مانتے۔ صدی سے سترہ سال گزر چکے ہیں۔ پھر مجھے مجدد نہیں مانتے یہ تمام استدلالات مرزا نے اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اسی چٹھی میں تحریر کئے ہیں۔ صرف ایک ہی فیصلہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لئے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا۔ اور پسند فرمایا کہ مرزا سے اس کے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چھٹی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش کئے تھے سن لئے جائیں اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی قطعی الدلالت نص پیش کی جاوے کہ اگر مسیح کا بجسد عنصری آسمان پر جانا قرآن کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے۔۔ حدیث ہی کی جستجو کی جائے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جواب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت نے نہیں سمجھے وہ کیا ہوں گے۔ اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف و خسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے۔ یہ سب امور احقاق حق کی غرض سے حضرتنا الممدوح مرزا کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے۔ اور بعد ازاں یہ قرارداد تھی کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا جاوے اور مرزا کی قرارداد شرائط کے موافق تفسیر لکھی جاوے۔

اس عرصہ میں آج تک مرزا کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی

طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ لیکن ان تحریرات کو اس لئے بے معنی خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزا نے اپنے اشتہار مشتہرہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے۔ اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھا دیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جبکہ بالمقابل مرزا خود میدان میں آوے یا کچھ تحریر کرے ورنہ نہیں۔ پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا کے نام پر تھی۔ بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہیے تھا۔ لیکن اس نے باوجود انقضائے عرصہ مدید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے تسلیم کر لیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہو جاوے۔

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک و مہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ چٹھی نمبر ۱۲ چھاپ کر مرزا کو روانہ کی اور عام تقسیم کر دی۔ مگر مرزا کو کہاں ہوش وتاب کہ کچھ جواب دیتا۔

تاہم اس کا رہا سہا عذر دفع کرنے کے لئے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا کے پاس ارسال کر دیا جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا کی علمی وعملی کمزوریاں اس کو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسے ضد ہے کہ تم ان ہماری ہی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں۔ تو خیر۔ لو یہ بھی سہی۔ پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہ جس طرح سے تم نے پیش کیں ہیں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آجاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا۔ علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تاکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرمادیا کہ ہماری طرف سے مرزا کی تمام شرائط کی منظوری کا اعلان کر دو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴ بجے شام کی ٹرین میں بوجہ ہمدردی اسلام پیر صاحب مرزا کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہونگے اور محمڈن ہال

انجمن اسلامیہ واقع موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی میں معہ دو تین سو علماء و مشائخ وغیرہم ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت و استقبال کے لئے اس شوق و ولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے۔ حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ تک استراحت کر کے محمڈن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے لاہور کے علماء کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے آپ کے ساتھ شامل ہو گئے نیز اور علماء مشائخ و معززین اسلام اضلاع پشاور، پنڈی، جہلم، سیالکوٹ، ملتان، ڈیرہ جات، شاہ پور، گجرات، گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہو کر آ پہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا کے نام خطوط تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے بعض گرم جوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیاں پہنچے اور ہر چند اپنے پیرو مرشد مرزا کو لاہور لانے کے لئے منت و سماجت کی۔ پاؤں پکڑے مگر مرزا کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے فدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنے کی طرف مائل نہ کیا۔ اور وہ بیت الفکر میں ہی داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴ اگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہو رہا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے برنخواست کا معاملہ ہوا۔ یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت و جلال کا کھلا کھلا نشان تھا جس نے مرزا کی جھوٹی و بیجا شیخی کو کچل ڈالا اور اس کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ و مباحثہ لاہور تو درکنار سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (الاحزاب:۲۶) کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض ظہور پر آیا۔ برخلاف اس کے حضور پر نور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ شان ظاہر کر دیا جس کا آیت ''وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' (الروم:۴۷) میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس و بابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور خود ان کے اپنے کفر و غرور نے انہیں ذلیل و خوار کر دیا ہے۔ ایسا ہی اس نے مرزا

کی جھوٹی مہدویت، رسالت و مسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہو گیا کہ سیدنا و مولنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مخصوصہ مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بیجا مداخلت کرنے والا اس طرح سے روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہوتا ہے کیا غور و عبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا نے بلا کسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب اور ہندو پنجاب کے تمام مسلم الثبوت مشائخ و علماء کو تحریری و تقریری مباحثہ کی دعوت کا اعلان کیا جس کی ہزارہا کاپیاں ہندو پنجاب کے تمام اضلاع و اطراف میں مرزا نے خود تقسیم کیں۔ اپنی عربی و قرآن دانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود جھوٹا اور ملعون ہوں، اس شد و مد کے اشتہار کے بعد جب اس کو پیر صاحب اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو مرزا کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کاروائی ظہور میں نہ آئی۔ سخت افسوس کا موقع ہے کہ مرزا کے مرید انہی دنوں میں جبکہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء، فقراء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے تھے کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے۔ اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ دروغ گویم برروئے شما!

اس موقعہ پر مرزا کی مسیحی تعلیم پر سخت افسوس آتا ہے کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہئے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندوستان کے اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں۔ اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیر صاحب نے معہ ان علمائے کرام و مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں اسلام کی ایک بے پناہ خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو بے انتہا مشکور فرمایا۔ اور ہزار ہزار شکر ہے آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا کے اس سلسلہ حرکات سے اس کی دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ (الیٰ آخرہ)

مولانا فیضی اپنے والد ماجد جناب نور الحسن کی طرح اعلیٰ حضرت گولڑوی سے شرف بیعت

رکھتے تھے۔اور آپ کے فرزند ارجمند مولانا فیض الحسن بھی حضرت کے دامن گرفتہ تھے۔اہلسنت کے مشہور عالم مولانا کرم الدین دبیر آپ کے چچازاد بھائی تھے۔مولانا دبیر اگرچہ سلسلہ بیعت حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی سے رکھتے تھے مگر اعلیٰ حضرت گولڑوی سے استفادہ بھی کیا اور عقیدت ومحبت بھی بہت زیادہ تھی۔مولانا فیضی کو اپنے مرشد طریقت سے والہانہ الفت تھی۔گولڑہ شریف حاضری معمولات زندگی میں شامل تھی۔

اگرچہ آپ عہد شباب ہی میں عالم عقبیٰ کی طرف کوچ فرما گئے۔مگر زندگی کے آخری چار پانچ سال بڑے ہنگامہ خیز گذرے۔قادیانیت کا تعاقب جس زور وشور سے آپ نے کیا اور جس جوانمردی سے اسے زیر پا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔آپ چندروز بیمار رہ کر ۱۹۰۱ء بمطابق ۱۳۱۹ھ کو اس عالم فانی سے رحلت کر گئے اور اپنے آبائی گاؤں بھیں ضلع چکوال میں دفن ہوئے۔اعلیٰ حضرت گولڑوی کو آپ کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔مجلس میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور بعد میں تعزیتی مکتوب بھی آپ کے والد ماجد کی طرف روانہ کیا گیا۔

آپ کے انتقال پر ملال سے جہاں مسلمان علماء وعوام کو صدمہ ہوا وہاں قادیانیوں نے خوشی کے شادیانے بجائے کہ انہیں ایک ضیغم اسلام کے حملوں کے خوف سے خلاصی ہوئی تاہم ان دنوں اعلیٰ حضرت گولڑوی اور مرزا قادیانی کے مابین اختلافی مسائل پر زور وشور سے بحث جاری تھی۔مرزا قادیانی مقابلہ لاہور سے گریز پائی کے بعد تحفہ گولڑویہ' اعجاز المسیح ' اعجاز احمدی وغیرہ کتابیں تالیف کر کے حضرت گولڑوی پر سب وشتم کر رہا تھا۔اس کے امتی مولوی محمد احسن امروہی نے بھی ''شمس بازغہ'' لکھ کر لاہوری زخموں کے گھاؤ مندمل کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ادھر دوسری طرف اعلیٰ حضرت گولڑوی نے ''اعجاز المسیح ' شمس بازغہ'' اور اس کے دیگر خرافات کے جواب میں جون ۱۹۰۲ء کو ایک معرکہ آراء کتاب ''سیف چشتیائی'' کے نام سے تحریر فرما کر شائع کی۔جس نے قادیانی ستونوں کو زمین بوس کر دیا اور اس کی اختراعی نبوت کے تار وپو بکھیر کر رکھ دیئے۔مرزا قادیانی کو ''سیف چشتیائی'' یکم جولائی ۱۹۰۲ء کو موصول ہوئی۔

جب کہ وہ ''نزول المسیح'' کی تالیف میں مشغول تھا۔ چنانچہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مطابق اس دوران مولانا کرم الدین اور میاں شہاب الدین کے دو خطوط ۲۶ جولائی اور ۱۵ اگست ۱۹۰۲ء کی درمیانی مدت کے دوران اسے موصول ہوئے۔ جن میں تحریر تھا کہ آپ کی کتاب ''اعجاز المسیح'' اور امروہی کی ''شمس بازغہ'' کے حواشی پر مولانا محمد حسن فیضی نے تردیدی نوٹ لکھے تھے جن کو مولانا فیضی کے انتقال کے بعد پیر صاحب نے من وعن ''سیف چشتیائی'' میں نقل کر دیا اور اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ گویا حضرت پیر مہر علی شاہ نے ''سیف چشتیائی'' کی تصنیف میں مولانا فیضی کے مضامین کا سرقہ کیا ہے۔ بس خطوط کا پہنچنا تھا کہ مرزا قادیانی فرطِ مسرت میں آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ''نزول المسیح'' پر ہی سترہ صفحات پر مشتمل ایک طویل حاشیہ لکھا جس میں بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ فیضی اور پیر مہر علی شاہ دونوں میری پیش گوئی کے مطابق رسوا ہوئے ایک بُری موت کا شکار ہوا اور دوسرا سارق ثابت ہوا۔ کیونکہ میں نے ''اعجاز المسیح'' کے سرورق پر اپنا الہام لکھ دیا تھا کہ من قام للجواب فسوف یری انہ تندم وتذمر (یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوگا اور پلنگی دکھائے گا وہ عنقریب دیکھے گا کہ اس کام سے نامراد رہا اور اپنے نفس کا ملامت گر رہا) مگر برا ہوا اس عجلت بازی کا کہ مولانا کرم الدین دبیر اور میاں شہاب الدین نے ہفت روزہ ''سراج الاخبار جہلم'' کے ۲ اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے شماروں میں ان خطوط کے جعلی ہونے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ ان خطوط کی بنیاد پر فریقین کی آپس میں مقدمہ بازی شروع ہو گئی جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہی۔ اس مقدمہ میں مرزا قادیانی بھی پیش ہوتا رہا اور عدالت میں آں کا بیان بھی ہوا۔ جب آں سے مندرجہ بالا الہام کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو کہا کہ ''یہ الہام فیضی کی نسبت نہیں ہے یہ اس شخص کی نسبت ہے جو ''اعجاز المسیح کا جواب لکھے۔'' اور مزید کہا کہ ''میرے پاس جب کرم الدین کا خط آیا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا وہ تذکرہ ''نزول المسیح'' میں کیا مگر جب سراج الاخبار میں اس نے اس کے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا'' اسی دوران جب اُن سے یہ سوال ہوا

کہ مولنا محمد حسن فیضی اور پیر مہر علی شاہ کے بارے میں آپ کے دونوں الہام سچے ہوئے ہیں یا نہیں تو جواب میں کہا ''میں نے قبل سراج الاخبار کے شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں۔ مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کرلیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق ہمیشہ رائے سے ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ مولانا فیضی اس دنیا سے جانے کے بعد بھی مرزا قادیانی کے دونوں الہاموں کو اس کے اپنے قول کے مطابق باطل کر کے اسے ساری دنیا میں رسوا اور روسیاہ کر دیا ہے۔ گویا موت کے بعد بھی اپنا مشن جاری رکھا۔ (تجلیات مہر انور صفحات ۸۴۲ تا ۸۶۱)

(یہ تمام تفصیل انتخاب مناقب سلیمانیہ 'نزول المسیح' تازیانہ عبرت اور روئیداد جلسہ اسلامیہ لاہور سے ماخوذ ہے۔)

ابولقاسم حضرت مولنا محمد حسین کولوتارڑوی

حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ کولوتارڑوی جامع پنجاب کے مولوی فاضل تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دینِ اسلام کی خدمت اور تردید فتنہء مرزائیت میں گزاری۔ پنجاب کے ہر علاقے میں آپ نے مرزائی مبلغین کے ساتھ مناظرے کئے۔ آپ کو مرزا قادیانی اور اس کے تبعین کی تصانیف پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ ہر مناظرہ میں انہیں کی کتب کے حوالہ جات پیش کر کے مرزائی کذب وفریب کو بے نقاب فرمادیتے تھے۔

ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں جو دسترس اور ملکہ آپ کو حاصل تھا اس کی نظیر موجودہ زمانہ میں مشکل ہی نظر آئے گی۔ خصوصاً آپؒ حیات ووفات عیسیٰؑ کے ماہر تھے۔ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور نے جب برصغیر میں اپنی اہمیت وانفرادیت کی وجہ سے ملک گیر شہرت حاصل کی اور مسلمان مدعیہ کی طرف سے قادیانیوں کا کفر وارتداد ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین سے لیس گواہان کی ضرورت پیش آئی تو ملک بھر سے چھ جید علماء مناظرین منتخب کئے گئے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء کو آپ بھی بطور خاص گوجرانوالہ سے بہاولپور تشریف لائے اور بطور گواہ مدعیہ اپنا بیان قلمبند کرایا۔ ختم نبوت پر ایسی بصیرت افروز شہادت دی کہ مرزائیت کے کفر وارتداد کے ہر پردے کو چاک کر دیا۔ مدعا علیہ اگرچہ اصالتاً عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ پر جرح کرنے کی جرأت نہ کی۔ مقدمہ بہاولپور کی مطبوعہ روئیداد میں آپ کا اسم گرامی گواہان کی فہرست میں شامل ہونیکے ساتھ ساتھ آپؒ کے بیان کی نقل بھی بیانات گواہاں کے سلسلہ میں شامل ہے۔ آپؒ کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے جسٹس محمد اکبر صاحب اپنے فیصلہ میں رقمطراز ہیں:۔

ختم نبوت اور انقطاع وحی پر مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک اور دلیل پیش کی ہے وہ یہ کہ قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ

آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ یہ ابتداء وحی اور آغاز وحی ہے۔ اس کے بعد ہم نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے یہ پتہ لیتے ہیں کہ آیا سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہ۔ جواب ملتا ہے ہاں جاری ہے۔ چانچہ ارشاد فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحاً وَاِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (الحدید۔ ۲۶)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور ذریت ابراہیم میں بھی ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے۔ کہ اللہ عز اسمہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں دو شعبہ قرار دیئے ہیں ایک ''بنی اسحاق'' جن میں پہلے نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت انبیاء ان میں آئے۔ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ دوسرے ''بنی اسماعیل'' جن میں آنحضرت ﷺ تک کوئی نبی نہ آیا۔ اس کے بعد موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کیطرف نگاہ کیجائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (البقرہ۔ ۸۷)۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ موسیٰؑ کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور کئی ایک رسولوں کے آنیکا وعدہ ہے۔ جیسا کہ لفظ ''الرسل'' سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے۔ تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے۔ کہ آیا بکثرت انبیاء ابھی آئینگے؟ یا کیا ہوگا۔ تو خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مريم...... الخ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدلدیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول تمہاری طرف ہوکر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات جو خدا کیطرف سے ان کو عطا ہوئی ہے۔ اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آئیگا۔ نام اس کا احمدؐ ہوگا۔ قرآن کریم نے اس سے پہلے رسل کے لفظ سے عام طور پر رسولوں کے آنیکی خبر دی تھی۔ اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دیکر اس کے نام سے مشخص اور معین فرمادیا یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ احمد ﷺ پر نبوت کو ختم کر رہا ہے اور عام طور پر جو رسولوں کے آنیکا اسلوب تھا اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنیکی

اطلاع دیتا ہے۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت کے آنے کے بعد سلسلہء نبوت جاری ہے یا بند ہو جاتا ہے۔تو قرآن کریم فرماتا ہے۔مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب ۴۰) یہ بات قابل غور ہے۔کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنیکی اطلاع دی۔اور آنحضرت ﷺ پر آ کر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دی جانی ضروری تھی۔جیسا کہ پہلے دیگئی۔ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔

اس ضمن میں دو احادیث کا حوالہ جو گواہ مذکور نے دیا ہے۔اور دیگر گواہان مدعیہ کے بیانات میں بھی موجود ہے دیا جانا ضروری ہوتا ہے۔کیونکہ فریق ثانی کے جواب میں یہ حدیثیں بحث طلب ہیں۔ایک حدیث یہ ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے جب ایک نبی فوت ہو جاتا۔تو دوسرا نبی آ جاتا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفہ ہونگے پس بہت ہوں گے۔''

دوسری حدیث یہ ہے کہ ''جنگِ تبوک پر جاتے ہوئے آپ نے جب حضرت علی کو اہلبیت کی نگرانی کے لئے چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔جیسا کہ ہارون کو موسےٰ علیہ السلام سے تھی۔البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔'' اگر نبوت آنحضرت کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی جاری ہوتی تو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ لا نبی بعدی کہہ کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔گواہ مذکورہ نے قرآن مجید سے ختم نبوت کی ایک اور یہ دلیل بھی پیش کی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی وہ زمانہ ماضی میں ہوئی۔اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔جو آنحضرت سے پہلے ہو چکے ہیں۔اور کسی ایسے نبی کے لئے ایمان لانیکی تاکید نہیں کی۔جو آپ کے بعد ہو۔اگر کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد آنیوالا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانیکی تاکید فرماتا۔سورۂ بقر کی آیت وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ......الخ (البقرہ۔۴) میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہی کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور ''مفلحون'' فرمایا ہے۔جو آنحضرت کی وحی پر' آپ

سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں (مقدمہ مرزائیہ بہاولپور۔ صفحہ ۴۴ تا ۴۷ مرتبہ ابوالعباس محمد صادق نعمانی مطبوعہ جولائی ۱۹۳۵ء)

۲۷' ۲۸' ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء کو انجمن اہلسنت والجماعت شیخوپورہ کے زیر اہتمام شیخوپورہ شہر میں دوسرا عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا غلام محمد گھوٹوی' مولانا کریم بخش ایم۔ اے' مولانا امین الحق شیخوپورہ' مولانا عبدالعزیز گوجرانوالہ' مولانا محمد حسین کولوتارڑوی' مولانا لال حسین اختر' بابو حبیب اللہ کلرک اور دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔ رسالہ تائید الاسلام کی رپورٹ کے مطابق مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۲ء کی صبح کو مرزائیوں کے ساتھ زیر صدارت خان بہادر احمد خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس' حیات و ممات مسیح علیہ السلام و ختم نبوت پر (قادیانیوں سے) مناظرہ ہوا انجمن اہلسنت والجماعت کی طرف سے مولانا مولوی محمد سلیم صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب کولوتارڑوی مناظر تھے جن کے دلائل قاطع نے مرزائیوں کو اس حد تک ساکت کر دیا کہ انہیں اپنی شکست تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا۔

مناظرہ کے بعد مرزائیوں کی کتب سے بابو حبیب اللہ امرتسری اور مولانا لال حسین اختر نے مرزائیت کے زہر آلودہ پروپیگنڈا کا اپنی تقاریر میں اس حد تک سد باب کیا کہ عوام کو مرزائیت کے بطلان کا اعلان کرتے دیکھا گیا''۔ (تائید الاسلام' جون ۱۹۳۲ء ص ۲۲)

ستمبر اکتوبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں نے سرگودھا ضلع شاہ پور میں تبلیغ مرزائیت کا پروگرام بنایا علمائے اسلام جن میں مولانا محمد شفیع خوشابی' مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی' مولانا ظہور احمد بگوی و مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہم اللہ علیہم اجمعین شامل تھے' نے قادیانیت کی بھرپور مزاحمت کی بلکہ منظم پروگرام کے تحت انکے مقابل جلسہ کرتے۔ اگر مناظرہ و مباہلہ کی نوبت آتی تو قائدین ختم رسالت کا یہ گروہ ہر طرح دلائل و براہین سے لیس ہو کر مخالفین کو ناکوں چنے چبواتا۔ بالآخر قادیانی گروہ خائب و خاسر ہو کر تقریباً ڈیڑھ ماہ علمائے اسلام سے پے در پے شکست کھانے کے بعد قادیاں کی طرف بھاگ گیا۔ فی الوقت ہمارے پیش نظر مولانا محمد حسین کولوتارڑوی کی ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں کی جانیوالی خدمات کا تذکرہ ہے۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ برق آسمانی بر خرمن قادیانی (اس کتاب کے آغاز میں مصنف

کتاب نے بطور خاص مولنا موصوف کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انکا شکریہ ادا کیا ہے) میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کی مجاہدانہ ومناظرانہ خدمات کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

۳ ستمبر ۱۹۳۲ء کو قادیانیوں نے بھیرہ شریف میں ایک اشتہار شائع کیا کہ مسلمان ہمارے ساتھ مناظرہ کرلیں اس کے جواب میں مولنا عبدالرحمان صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ بھیرہ شریف نے قبولیت مناظرہ کا اشتہار شائع کر دیا۔ نیز مولنا محمد حسین کولوتارڑوی نے بھی مندرجہ ذیل اشتہار شائع کر کے درودیوار ہائے شہر پر چسپاں کردیا۔

مرزائیت کی موت:

جملہ مرزائیوں کو اور خصوصاً مرزائیانِ بھیرہ کو واضح ہو کہ میں نے ستمبر ۲۸ء کے العدل میں ایک مکتوب مفتوح بنام مرزا محمود احمد صاحب قادیانی شائع کیا تھا کہ میں ''مرزا کے انعامی اشتہار دوبارہ لفظ توفّی'' کی دوسری شق کے مطابق ثابت کردوں گا کہ اس کے معنی جسم مع روح کو بہیئتِ کذائی وصورت مجموعی اپنے قبضہ میں لے لینے کے ہیں۔ آپ میرے ساتھ منصفانہ شرائط طے کرنے کے بعد فیصلہ کرلیں''۔ لیکن مرزائیت کے علمبردار نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد مختلف مواقع پر مرزائی مولویوں کو مناظروں میں فیصلہ کی دعوت دی گئی۔ مگر مارچ ۳۲ء کے رسالہ شمس الاسلام میں مکرر بعنوان ''اتمامِ حجت'' اس مضمون کو مشتہر کیا گیا۔ لیکن مرزائیوں کی طرف سے کوئی آمادگی نہ ہوئی۔ العدل وشمس الاسلام کے پرچے بذریعہ رجسٹری خلیفہ قادیان کے پاس بھیجے گئے۔ پھر بھی انہیں مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ حق کا رعب ان کے دلوں پر مسلط ہو چکا ہے۔ لہذا ان میں جرأت نہیں ہے کہ اس فیصلہ پر آمادہ ہوں۔ جملہ مرزائیوں کو لازم ہے کہ اپنے خلیفہ کو اس فیصلہ پر آمادہ کریں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ مرزائیت مرگئی لہذا اس کی تجہیز وتکفین کر کے میرے ہاتھ پر توبہ کرلیں۔ حجت تمام ہو چکی۔ خدا کے حضور تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اگر تمہارے مولوی جو قادیان سے آئے ہیں فیصلہ پر آمادہ ہوں تو فوراً بذریعہ تار اپنے خلیفہ سے اپنی نیابت کی تصدیق کرائیں۔ اور خلیفہ صاحب لکھدیں۔ کہ ان علماء کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ ہے۔ ان کی فتح میری فتح اور ان کی شکست میری شکست ہے۔ (برق آسمانی برخرمن

قادیانی صفحہ ۱۰۷ از مولانا ظہور احمد بگویؒ)

۵ اور ۶ ستمبر ۱۹۳۲ کو قادیانیوں کو ہزار طرح کی قیل وقال کے بعد مجبوراً میدانِ مناظرہ میں آنا پڑا۔ مناظرہ کا موضوع حیات مسیح تھا۔ جماعتِ اسلامیہ کی طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی مناظر منتخب ہوئے۔ ان مناظروں کی روئداد کا خلاصہ مولانا ظہور احمد بگویؒ نے ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

''تین بج کر چالیس منٹ پر حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب نے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر تقریر شروع کی۔ مولانا کی تقریر اس قدر واضح مدلل اور دلچسپ تھی کہ تمام حاضرین فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے۔ مولانا کی چھ تقریریں ہوئیں اور مرزائی مناظر مولوی محمد سلیم کی پانچ ہوئیں۔ محمد سلیم قادیانی کی آخری تقریر میں آندھی کا طوفان آیا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے اسلامی اسٹیج اس کے اثر سے محفوظ رہا۔ مرزائیوں کے چہرے گرد آلود ہو گئے۔ اور ان کے مناظر کا منہ مٹی سے بھر گیا۔ ان کا سایہ بان اکھڑ گیا۔ ان پر بدحواسی کا عالم طاری تھا۔ حاضرین نے جنگِ خندق والا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ۷ بجے شام مرزائی اپنے سر وسینہ اور منہ سے گرد جھاڑتے ہوئے گھروں کو سدھارے۔ مرزائیوں نے تمام رات دعا اور عبادت میں گزاری تھی۔ اور صدقہ وخیرات سے بھی کام لیا۔ مگر آج کی واضح شکست اور ان کے مایہ ناز مسئلہ کی حقیقت واضح ہونے پر ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ مسجد مرزائیہ میں مغرب وعشاء کی اذان بھی دینے کی توفیق نہ ہوئی۔ اور تمام رات نہایت کرب واضطراب سے بسر کی۔ حاضرین پر مرزائی مذہب کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور عیسٰی علیہ السلام کی حیات قرآن وحدیث اور مسلمات مرزائیہ سے مولانا ابوالقاسم صاحب نے اس قدر وضاحت سے ثابت کی کہ ان کے دلائل کا مرزائی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ مناظرہ کے اختتام پر ایم ڈی کریم اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن مرزائیہ بھیرہ نے اقرار کیا کہ حیاتِ مسیح ثابت کرنے میں مولانا کو زبردست کامیابی ہوئی ہے۔ اور اس نے مولانا کو اس کامیابی پر مبارک باد دی۔

دورانِ مناظرہ صدر جماعت مرزائیہ نے لفظ مرزائی کے استعمال سے اسلامی مناظر کو روکنا چاہا مگر مولانا ممدوح نے فرمایا ''کہ تم مرزائی ہو۔ تمہارے نبی کا نام خدا نے الہام میں مرزا بتایا ہے۔

اسے الہام ہوا تھا سنفرغ لکَ یَا میرزا''۔مرزائی مناظر قرآن کی آیات غلط پڑھتا تھا۔اور اس کی آخری تقریر نہایت ہی مہمل تھی۔بدحواسی کے آثار اس کے چہرہ پر رونما تھے۔خدائی قہر کا نشان یعنی آندھی کی مٹی سے اس کے منہ کو پُر کرنے میں مصروف تھی۔چہرہ خاک آلود تھا مرزائی مناظر نے پشمین پگڑی سر پر باندھ رکھی تھی۔اور داڑھی کٹی ہوئی تھی۔اس کا رویہ نہایت ہی دلآزار تھا۔اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ''عیسیٰ علیہ السلام کیا بلا ہے''؟۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ توہین سنکر قریب تھا کہ مجمع جوش غضب سے بے قابو ہو جاتا۔مگر خاکسار نے لوگوں کو صبر و تحمل کی تلقین کی۔''

مورخہ ۶ ستمبر صبح ساڑھے آٹھ بجے ختم نبوت پر مناظرہ کا آغاز ہوا۔اسلامی مناظر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے ۱۸ آیات قرانیہ' دس احادیث صحیحہ اور دو اقوال مرزا سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔مرزائی مناظر کی امداد کیلئے اسی روز ملک عبدالرحمٰن خادم قادیان سے پہنچ گیا تھا۔مرزائی چاہتے تھے کہ کسی طرح کوئی فرار کا راستہ نکالیں۔مگر مولنا ابولقاسم نے دلائل کے زبردست شکنجہ میں انہیں جکڑے رکھا۔

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر مرزائیوں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن مناظرہ''دعاوی مرزا'' کے متعلق تھا اس میں مرزائی مدعی تھے اس لئے پہلی اور آخری تقریر کا حق انہیں حاصل تھا۔محمد سلیم قادیانی کی کمر ہمت ٹوٹ چکی تھی۔اور مرزائیوں نے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔اہل اسلام کی طرف سے حضرت مولانا ابولقاسم محمد حسین صاحب نے حسب سابق نہایت قابلیت سے حقِ نمائندگی ادا کیا۔عبدالرحمٰن خادم نے فحش کلامی' دریدہ دھنی اور گند مذاقی کا ثبوت دیا۔حقائق کا منہ چڑانے اور جی بھر کر گالیاں دینے سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا۔اسے کئی دفعہ روکا گیا مگر وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔اس نے تمام سامعین کو جن میں معززین بھی موجود تھے بھانڈ اور میراثی کہہ دیا۔اس پر مجمع میں اشتعال پیدا ہوا اور ہیڈ کانسٹبل پولیس نے عبدالرحمٰن گجراتی کو ان الفاظ کے واپس لینے پر مجبور کیا۔یہ آخری مناظرہ مرزائیت کے لئے پیام موت ثابت ہوا۔حق کا نور چمکا اور باطل بھاگ نکلا۔(برق آسمانی برخرمن قادیانی صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۸ از مولنا ظہور احمد بگویؒ)

آپؒ کی تقریر و مناظرہ سے متاثر ہو کر کئی قادیانی مسلمان ہو گئے۔ایک قادیانی فضل داد

صاحب نے مسلمان ہونیکا اشتہار ان الفاظ میں شائع کروایا:۔

''عرصہ سے کفر و ضلالت کے گڑھے میں پڑا ہوا صراط مستقیم کا متلاشی تھا۔ جب دیکھا کہ روحانی موت قریب آرہی ہے اور قادیانی بھول بھلیوں سے نکلنا دشوار نظر آرہا ہے تو تائید ایزدی شامل حال ہوئی اور خضرِ راہ نے دستگیری کی۔ سرزمین بھیرہ میں عظیم الشان مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد حسین صاحب کولوتارڑوی فاتح قادیان کی بصیرت افروز اور قادیانیت شکن تقریر نے میرے دل کے قفل کھول دیئے۔ اور میں نے اس کے بعد کھلے بندوں اعلان کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ تاکہ اور بھائیوں کو بھی ہدایت ہو۔ لیکن مرزائی پسو میرے پیچھے پڑ گئے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مجھے اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ جب تک مرزائیت کا جوا اتار نہ پھینکوں گا شفاعت محمد ﷺ سے محروم رہوں گا۔ پس میں نے بغیر کسی لالچ کے محض خوفِ خدا اور رسول کی وجہ سے جامع مسجد میں جا کر صراط مستقیم اختیار کیا۔'' (برق آسمانی برخرمن قادیانی صفحہ ۱۱۸۔۱۱۹ از مولانا ظہور احمد بگویؒ)

آپؒ کے دلائل و براہین سے بھیرہ شریف میں رہنے والے غیر مسلم سکھ، ہندو وغیرہ بھی بہت متاثر ہوئے اور تعریفی نوٹ لکھے جو برق آسمانی پر خرمن قادیانی میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ بھیرہ شریف میں علمائے حق سے عبرتناک شکست کھانے کے بعد قادیانی مبلغین خوشاب اور مجوکہ وغیرہ کی طرف فرار ہو گئے مگر مسلمان مناظرین نے انکا پیچھا جاری رکھا اور ذلت آمیز شکست در شکست سے قادیانی عوام بھی قادیانی مذہب سے متنفر ہو کر مسلمان ہونے لگے۔ آپؒ نے قادیانیوں کے سربراہ کو بار بار خطوط لکھے کہ مقابلہ میں آؤ مگر وہ مقابلہ کے لئے تیار ہی نہ ہوا۔

آپؒ نے شیخ مبارک احمد میرزائی کو لفظ توفی کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے خط لکھا جس کے جواب میں مرزائیوں نے مرزا محمود احمد کی سند نمائندگی حاصل کرنے سے انکار کیا۔ اور لکھا کہ مولانا ابوالقاسم صاحب عالم اسلام کے علماء سے سند نمائندگی حاصل کرلیں۔ اس کے بعد ہم سے سند نمائندگی دکھانے کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں مولانا ابوالقاسم صاحب نے حسب ذیل آخری خط مبارک احمد کے نام بھیجا۔ جس کے جواب میں انہوں نے کامل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از بھیرہ ۸ ستمبر ۳۲ء

مکرمی مولوی مبارک احمد صاحب سلام علے من اتبع الہدیٰ

آپ کا رقعہ میرے رقعہ کے جواب میں پہنچا۔ وقت کو ضائع نہ فرماویں۔ برائے مہربانی پہلے آپ مرزا قادیانی کے چیلنج کو ملاحظہ فرماویں۔ اور اس کے مطابق عمل کریں۔ اس چیلنج میں کہیں بھی یہ نہ پاویں گے۔ کہ جواب دینے والا روئے زمین کے مسلمانوں کا یا کسی مرکزی جماعت کا نمائندہ ہو۔ پھر آپ کا یہ شرط زیادہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ میں نے جناب کو سند نیابت نمائندگی حاصل کرنے کی کیوں تکلیف دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے مرزا قادیانی کے چیلنج کا جواب دینا ہے نہ آپ کے کسی احمدی کا۔ اگر آپ کی تعدی اصالتاً ہوتی تو سند نمائندگی و نیابت کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن جبکہ آپ مرزا قادیانی کی طرف سے نیابت کے طور مقابلہ میں آنے والے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ اس صورت میں سند نیابت ازبس ضروری ولازم ہے۔ ورنہ بصورت دیگر ممکن بلکہ اغلب ہے۔ کہ مرزا محمود احمد قادیانی خلف وخلیفہ مرزا قادیانی کہہ دے۔ کہ یہ فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے پس آپ اس صورت میں ''مان نہ مان میں تیرا مہمان'' کا مصداق قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا سند نیابت حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ ورنہ فیصلہ ناطق نہیں ہوسکتا۔ اور جب کہ آپ کو سند نیابت کے حصول کا پورا اعتماد ہے۔ تو آپ اس سے پہلوتہی کیوں کرتے ہیں۔ اور اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟ براہ مہربانی تضیع اوقات اور ٹال مٹول چھوڑ کر تحریر فرماویں۔ کہ میں سند نیابت حاصل کروں گا۔ بعدہٗ آج ہی بقیہ شرائط طے کر کے تیار ہو جائیں۔ سند نیابت آجانے پر گفتگو شروع ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر آپ اس ضروری شرائط سے بھی پہلوتہی کریں۔ اور سیدھی راہ پر نہ آویں۔ تو پھر فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے خاموشی بہتر ہے۔ میری طرف سے اتمام حجت ہو چکی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی)

میرزائیوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ مرزائیوں کو تحریری مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ (برق آسمانی بر خرمن قادیانی صفحہ ۲۷ از مولانا ظہور احمد بگویؒ)

آپ کی خط و کتابت اور مناظرۂ خوشاب و مجوکہ کی مکمل روئیداد برق آسمانی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ کے بقول قادیانیت کی سرکوبی کی آپؒ کو اتنی فکر تھی کہ آپؒ اگر کبھی مناظرہ سے رات بارہ بجے فارغ ہوتے تو اسی وقت نئی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے۔ آپؒ نے اپنا آرام و سکون مرزائیت کی تردید کی خاطر ختم کر کے رکھ دیا تھا۔ علاوہ ازیں سرگودھا' سلانوالی' چک نمبر ۲۷ جنوبی' مڈھ رانجھا چھنی تاجہ رہان' کوٹ مومن' بھلوال اور چک نمبر ۹ شمالی میں بھی آپؒ نے قادیانیوں کو عبرت انگیز شکست سے دوچار کیا۔

مورخہ ۱۵ ستمبر ۳۳ء بعد نماز صبح مسمیٰ رمضان میرزائی مولانا ابوالقاسم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف و خسوف ہو گا۔ اور وہ چودھویں صدی میں ہو گا۔ ان احادیث کی موجودگی میں مرزا قادیانی کے دعاوی تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ ہر دو نشان مرزا قادیانی کے زمانے میں پورے ہوئے ہیں۔ اور آج تک کوئی اور مدعی مہدویت ظاہر نہیں ہوا۔ مولانا ابوالقاسم صاحب نے حسب ذیل تحریر لکھ کر رمضان مذکور کو دی۔ اور اسے کہا کہ اس کا جواب ان سے تحریر کرا کر لے آؤ۔

بِاسمِہٖ سبحانہ

۱۔ دار قطنی جو روایت خسوف و کسوف کی ہے وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔

۲۔ چودھویں صدی میں مسیح آئے گا اور وہ مہدی ہو گا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

۳۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب چشمۂ معرفت جلد دوم ص ۱۰ پر لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ' کاھنا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

میرزائی صاحبان ان کا حدیث ہونا ثابت فرمائیں اور کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے بیان کریں۔ یا کسی حدیث کی کتاب ملزم الصحۃ سے یہ حدیث دکھائیں۔

ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ

مجوکا۔۱۵ ستمبر ۳۲ء

اس کا جواب جو میرزائیوں کی طرف سے موصول ہوا۔ وہ بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے قارئین میرزائیوں کی حق پسندی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ ماں بہن وغیرہ محرمات ابدیہ کے ساتھ اپنی مرضی سے نکاح جائز ہے

۲۔ حیوان سے بدفعلی یا مردہ سے بدفعلی کرنے والے پر ضروری نہیں کہ وہ غسل کرے۔ اور اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔

۳۔ استمتاع بالید (جلق) سے انسان گنہگار نہیں ہوتا۔ یہ تین عقائد صحاح ستہ یعنی حدیث کی کسی صحیح کتاب سے بسند صحیح و مرفوع ثابت کرو۔ ورنہ خدا سے ڈرو۔

جب تین مندرجہ بالا امور کا آپ جواب دیں گے تو آپ کے سوالوں کا جواب اس الزامی جواب کے علاوہ بھی دے دیا جائے گا۔

محمد نذیر۔ مولوی فاضل"

قادیانی مولوی فاضلوں کی علمیت کا اظہار اس تحریر کے ہر لفظ سے ہوتا ہے۔ جلسۂ عام میں یہ تحریر سنائی گئی۔ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو گیا مگر انہیں صبر و سکوت سے کام لینے کی تاکید کی گئی اور میرزائیوں کو جواب تحریر کیا گیا کہ "ان ہر سہ مسائل کے جائز کہنے والے کو ہم کافر اور ملعون سمجھتے ہیں اس لئے ہم سے جواز کی سند طلب کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ میرزائیوں نے اس کے بعد کامل خاموشی اختیار کر لی۔" (برق آسمانی صفحہ ۱۳۵)

مورخہ ۲۷ ستمبر ۳۲ء بعد نماز ظہر ۳ بجے حیات مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم صاحب کا مولوی محمد سلیم قادیانی سے مناظرہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث معراج مسند امام احمد کے حوالے سے پیش کی گئی۔ اس حدیث کا کوئی جواب نہ دے سکنے پر محمد سلیم نے کہا کہ یہ روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اس لئے غیر معتبر ہے۔

عبداللہ بن مسعود غیر معتبر اور جھوٹا اور مفتری تھا (نعوذ باللہ من ہذاہ الھفوات) مسلمانوں کے تمام مجمع میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ رسول کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی کی شان میں یہ گستاخی مسلمانوں کے

لئے نا قابل برداشت تھی ۔ مگر افسوس کہ شرائط کے مطابق مرزائی صدر نے اپنے مناظر کو اس دریدہ دہنی سے نہ روکا مسلمانوں کے قلوب مجروح ہو گئے آج تک کسی شیعہ کو بھی ایسی تبرا بازی کی مجمع عام میں ہمت نہیں ہوئی ۔ اہلسنت والجماعت کے فیصلے کے مطابق تمام صحابہ جرح وغیرہ سے پاک و بری اور راوی ہونیکے لحاظ سے ثقہ اور عادل ہیں ۔ صحابہ پر جرح کر کے دراصل مرزائیوں نے تمام احادیث کا انکار کر دیا ۔ (برق آسمانی برخرمن قادیانی صفحہ ۵۳ از مولٰنا ظہور احمد بگوی)

تمام مناظروں کی روئیداد کا خلاصہ برق آسمانی برخرمن قادیانی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔ مورخہ ۱۸ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۳۲ کو ہونے والے معرکہ سلانوالی کا خلاصہ درجہ ذیل میں لکھا جاتا ہے:

مورخہ ۱۸ ۔ ۱۹ اور ۲۰ ستمبر ہر دو روز مرزائیوں کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا ۔ حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو کر رہا ۔ آفتابِ صداقت کے طلوع سے کذب وافترا کی تاریکیاں دور ہو کر رہیں ۔ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کے دلائل کا کوئی معقول جواب مرزائی مناظر محمد سلیم نہ دے سکا ۔ اجراء نبوت پر ملک عبدالرحمٰن خادم مدعی تھا ۔ اسلامی مناظر مولانا ابوسعید محمد شفیع صاحب نے اس کے دلائل کے پرخچے اڑا دیئے ۔ مورخہ ۱۹ ستمبر بعد دوپہر ختم نبوت پر مولانا ابوالقاسم صاحب کے ساتھ محمد سلیم کا مناظرہ ہوا ۔ مرزائی مناظر نے خلطِ مبحث اور خلاف ورزی شرائط سے کام لینا چاہا ۔ مرزائی صدر ملک عبدالرحمٰن خادم فحش کلامی پر اتر آیا ۔ اس نے معزز حاضرین کو غلیظ اور گندی گالیاں دیں ۔ ملک عباس خان ہیڈ کانسٹیبل پولیس نے مداخلت کر کے امن قائم کر دیا ۔ ورنہ لوگوں کا مشتعل ہو جانا یقینی تھا ۔ ہیڈ کانسٹیبل نے ملک عبدالرحمٰن کو شرافت اور انسانیت کا واسطہ دیا ۔ اور اسے بدزبانی سے باز رہنے کا مشورہ دیا ۔ مورخہ ۲۰ ستمبر کو صبح ۹ بجے دعاوی مرزا پر مولانا ابوالقاسم کیساتھ ملک عبدالرحمٰن کا مناظرہ ہوا ۔ اس میں مرزائی مناظر کو شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ۔ مرزائی مولوی فاضلوں کی علمیت بے نقاب ہو گئی ۔ مولانا ابوالقاسم صاحب نے مرزا قادیانی کی کتاب سے انا مھلکو بَعْلِهَا پڑھا ۔ محمد سلیم وغیرہ نے شور مچایا ۔ کہ لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں ۔ اس پر ان کو چیلنج دیا گیا کہ اس جگہ بَعْلَهَا جائز ثابت کر دیں ۔ مرزائی یہ سن کر مبہوت ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے ۔ خادم مرزائی قرآن مجید کی آیات صحیح نہ پڑھ سکا ۔ اس مناظرہ نے مرزائیوں کا رہا سہا وقار خاک میں ملا دیا ۔ الحمد اللہ کہ نواح سلانوالی میں

مرزائیت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ان کی ترقی کی رفتار رک گئی۔ (برق آسمانی برخرمن قادیانی صفحہ ۱۴۱ از مولنا ظہور احمد بگویؒ)

ایک جلسہء عام میں تقریر کرتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فتنہ قادیانیت کی نقاب کشائی کی۔

"حضرات! ہم بدقسمتی سے ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں جبکہ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ مذہبی وسیاسی تکالیف میں ہم گھر چکے ہیں۔ امت میں تفرقہ پڑ چکا ہے۔ نئے نئے جھگڑے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان تمام مصائب کو اندرونی فتنوں نے زیادہ مہیب بنا دیا ہے۔ تمام فتنوں سے زیادہ خطرناک فتنہ مرزائیت ہے جس کی وجہ سے باپ سے بیٹا الگ اور بیٹے سے باپ الگ ہو چکا ہے۔ مرزائیوں کے نزدیک چالیس کروڑ مسلمانان عالم کافر ہیں کیا یہ ماتم کا موقع نہیں کہ باپ کا جنازہ مرزائی بیٹا پڑھنے سے انکار کر دیتا ہے۔ غور کا مقام ہے مرزا قادیانی کے آنے سے ملت اسلام کو کس قدر خسارہ پہنچا۔ اس نام کے مسیح نے کس قدر مسیحائی کی۔ مرزا قادیانی کا فتوی ہے کہ تم پر حرام ہے کہ کسی مکفر مکذب یا مردود کے پیچھے نماز پڑھو۔ مرزا قادیانی اپنے نہ ماننے والوں کو زانیہ عورتوں کی اولاد بتلاتے ہیں۔ تمام دنیا کی گالیاں جمع کی جائیں تب بھی اس گالی کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ ہماری نیکوکار اور صالح ماؤں کو ایسی غلیظ گالی دی گئیں۔ "من یشاقق الرسول الایہ" میں حق و باطل کا امتیاز بتایا گیا ہے سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

میری امت ۷۲ گروہوں میں منقسم ہو جائے گی وہ تمام دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے اور اس ناجی گروہ کا نشان امتیازی یہ بتایا "ما انا علیہ و اصحابی و علیکم بالجماعتہ اتبعوا لسواد الاعظم" یعنی وہ گروہ جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کے طریقہ پر ہوگا اور سب سے بڑا ہوگا۔ مرزا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم رسول ﷺ کے مخالف نہیں مگر آیت میں ایسے منکرین کا نشان ومتبع غیر سبیل المومنین بتلایا گیا ہے۔ مومنون کا راستہ چھوڑ کر غیر راستہ اختیار کرنے والے گمراہ ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"۔ لہذا اس کسوٹی سے بہتر کوئی کسوٹی ہو نہیں سکتی۔ جو بات خیرو القرون میں نہ تھی وہ بری ہے

جمہور المسلمین اور سوادِ اعظم اسلام خیر القرون کے لوگوں کی اتباع تا قیامت قائم رہے گی۔ اس کے بعد مولانا ممدوح نے مختصر طور پر مرزا قادیانی کی سوانح عمری' سیالکوٹ میں محرری مختاری کے امتحانات میں فیل ہونا اور براہین احمدیہ کی اشاعت وغیرہ کے حالات بیان کر کے مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ وہ مرزا کو سچا انسان ثابت کر دیں۔ حسب ذیل امور کا حوالہ پیش کیا ''مرزا قادیانی نے کتاب براہین احمدیہ کے اشتہار میں اعلان کیا کہ یہ کتاب تین سو دلیل کا مجموعہ ہوگی۔ پھر اعلان کیا کہ کتاب تالیف ہوگئی ہے اور تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے۔ لوگوں سے دس دس روپیہ پیشگی قیمت وصول کی۔ مرزائیوں میں اگر ہمت ہے تو کم از کم موجودہ شکل میں ہی تین سو جزو والی کتاب دکھا دیں ورنہ یہ تسلیم کریں کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا اور صرف جھوٹ ہی نہیں بولا بلکہ لوگوں کو نہایت چالاکی اور ٹھگی سے لوٹا۔ براہین احمدیہ اس وقت ۳۵ جزو کی موجود ہے بقایا ۲۶۵ جزو کہاں ہیں؟ جس کے متعلق صفحہ ب پر لکھتا ہے ''ہم نے صدہا طرح کے فتوے دیکھ کر اس کو مرتب کیا اور صفحہ د پر لکھتا ہے کہ ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے کہ تین سو دلائل پر مشتمل ہے۔ اس سے اسلام کا کیسا جاہ جلال چمکے گا''۔ ٹائیٹل جلد اول پر لکھا ہے کہ پہلے یہ کتاب ۳۵ یا چالیس جزو قیمت دس و پچیس...... مگر تالیف تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے۔ اے عقل والو انصاف کرو!

مرزا قادیانی نے تین سو جزو کا چکما دے کر کس قدر مخلوق سے روپیہ بٹور لیا۔ کیا نبی کی یہ ہی شان ہے اس اعتراض کو دل میں رکھ کر مرزائی معلوم کریں کہ کیا مرزا راست باز انسان تھا! خیر القرون میں یہ ہی عقیدہ تھا کہ ہر قسم کی نبوت کا مدعی کافر ہے اور سلسلہ نبوت بند ہے۔ مخبر صادق ﷺ کا ارشاد ہے ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی''۔ مرزا نے خود ''حمامتہ البشریٰ'' صفحہ ۲۰' ۳۰ پر ختم نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اجماع امت گواہ ہے۔

مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں ایک ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کیا جس میں یہ بتایا کہ توفی کے معنی سوائے موت اور کسی معنی میں استعمال نہیں ہو سکتے مگر میں عرصہ چھ سال سے اعلان کر رہا ہوں کہ مرزائی اس معاملہ میں مجھ سے فیصلہ کرلیں اور ایک ہزار روپیہ کسی معتبر کے پاس جمع کروائیں مگر صدائے برنخواست (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ۔ فروری مارچ ۱۹۹۹ء)

مولنا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ

(۱۸۹۹ء۔۱۹۵۹ء)

آپؒ کا اسم گرامی مرتضیٰ احمد خان تھا اور میکش تخلص فرمایا کرتے تھے۔ والد گرامی کا نام محمد مرید احمد خان تھا۔ افغان قبیلے محمد زئی درانی سے تعلق تھا آپؒ کے جدِ امجد افغانستان سے ہجرت کر کے برصغیر آئے۔ (اکابر تحریک پاکستان جلد اول صفحہ ۲۵۱ از محمد صادق قصوری)

آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے جناب محمد صادق قصوری (تذکرہ نویس) نے آپ کے حالاتِ زندگی رقم فرماتے ہوئے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۹ء اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے ۱۹۰۴ء تحریر فرماتی ہے۔

آپؒ کی ساری زندگی صحافت اور تحریکوں میں بسر ہوئی۔ تحریکی زندگی کا آغاز آپ نے ۱۹۲۵ء میں تحریک ہجرت میں حصہ لے کر فرمایا۔ آپؒ نے متعدد شہرہ آفاق اخبارات کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے اپنے ذاتی اخبارات بھی نکالے۔ صحافتی فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں آپؒ نے بیرون ملک دورے بھی فرمائے۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کے قیام کا تصور سب سے پہلے آپؒ نے ۱۹۲۸ء میں ایک اخبار کے اداریے میں پیش کیا۔ (پاکستان کا مطلب کیا از تہمینہ درانی صفحہ ۶۰ ،۴ اکابر تحریک پاکستان صفحہ ۲۵۲)

آپ کا وصال ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء کو حرکتِ قلب کی بندش کی وجہ سے ہوا۔ اللہ آپؒ پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آپؒ قبرستان گارڈن ٹاؤن لاہور میں آرام فرما ہیں۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہوں کہ آپؒ کی ساری زندگی تحریکوں میں گزری تحریک ہجرت، تحریک ترکِ موالات، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت نیز ہر طرف آپؒ ایک قد آور شخصیت نظر آتے ہیں۔ فی الحال ہمارا موضوع تحریکِ ختم نبوت اور آپؒ کی خدماتِ جلیلہ ہے۔

یوں تو قیام پاکستان کے ساتھ ہی قادیانیوں نے اس مملکت خداداد کی جڑیں کھوکھلی کرنا شروع

کر دیں تھیں (تفصیلات کے لئے قادیان سے اسرائیل تک از ابو مدثرہ' قادیانیت کا سیاسی تجزیہ از صاجزادہ طارق محمود فیصل آبادی اور تحفظِ ختم نبوت از طاہر رزاق ایم اے۔ کا مطالعہ سودمند رہے گا) مگر ۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۲ء میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے کہ محبِّ وطن اور اسلام کا درد رکھنے والے احباب تڑپ کر رہ گئے۔ قادیانی خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد نے ڈنکے کی چوٹ کہنا شروع کر دیا کہ ۵۲ء گزرنے سے قبل پاکستان احمدیت کی گود میں پلے ہوئے پھل کی مانند گرے گا اور ہم خونی ملاؤں سے (ایسے علماء جو عوام کو قادیانیت کے اصل چہرہ کی پہچان کرواتے تھے۔ زاہد) سرِعام بدلہ لیں گے۔ قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے سرکاری طور پر اندرونِ خانہ قادیانیت کی تبلیغ کا محاذ کھول رکھا تھا۔ قادیانیوں کی طرف سے توہین انبیاء و صحابہ کرام پر مشتمل واقعات اور خطرناک سیاسی عزائم کے ردِ عمل کے طور پر ۵۳ء میں ملک بھر میں قادیانیت کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور علماء و مشائخ اپنے تمام پرانے مسلکی اختلافات بھلا کر قائدِ اہل سنت سید ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کی قیادت میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ مولنا مرتضی احمد خان میکشؒ حضرت ابوالحسناتؒ کے دستِ راست تھے۔

جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان میں قادیانیوں کے حق میں حکومت کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کے خلاف مسلمانوں نے جلوس نکالا۔ تھانہ کپ کے قریب پولیس نے جلوس پر فائرنگ کر دی۔ عوام نے شہر بھر میں تاریخی ہڑتال کر دی۔ حکومت اور ایجنسیاں کئی روز تک بھرپور کوشش کے باوجود ہڑتال کھلوانے میں ناکام رہے تو مرکزی مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کے اکابرین کا ایک وفد اہل ملتان سے اظہار ہمدردی کے لئے لاہور سے ملتان گیا۔ یہ وفد ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ کو لاہور سے روانہ ہوا اسکی قیادت حضرت مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ فرما رہے تھے آپ بطور خاص جناب مولٰنا مرتضی احمد خاں میکشؒ کو اپنے معاون و مددگار کی حیثیت سے ساتھ لے کر گئے۔ اور یہ وفد اہالیانِ ملتان کی دلجوئی کر کے ہڑتال کھلوانے اور حکومت کو اہل ملتان کے مطالبات پر غور کرنے پر رضامند کرانے کے بعد کامیاب واپس لوٹا۔

مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کے ایک وفد کی وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات ہوئی اس وفد میں بھی مولٰنا مرتضی احمد خان میکش شامل تھے۔ اس وفد نے ۱۳ اگست کو وزیر اعظم سے ملاقات میں کئی مطالبات کی یاد دہانی کرائی۔ اور خواجہ ناظم الدین نے وعدہ کیا کہ وہ ۱۴ اگست

۱۹۵۳ء کو قوم سے خطاب کے دوران مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیت سے متعلق عوامی امنگوں کے مطابق انصاف پر مبنی فیصلہ کا اعلان فرمادیں گے۔ مگر ۱۴ اگست کے خطاب میں خواجہ صاحب نے مذکورہ مسائل کا ذکر تک نہ کیا الٹا قائدین تحریک کو شرپسند اور ناپسندیدہ عناصر کے القابات سے نوازا۔ نتیجۃً ۱۴ اگست ۵۳ء کو دفتر ''روزنامہ زمیندار'' میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ۲۳ اگست ۱۹۵۳ء بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب بیرونِ دہلی دروازہ باغ میں مولٰنا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ جلسہء عام منعقد کیا جائے۔ چنانچہ جلسہء عام منعقد ہوا۔ اس میں مولٰنا مرتضی احمد خان میکشؒ نے کراچی میں خواجہ ناظم الدین سے اپنی اور اپنے وفد کی ملاقات کے تناظر میں خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

''ہم نے وزیراعظم پر واضح کردیا ہے کہ مرزائی پاکستان میں کلیدی عہدوں پر قابض ہوکر اس کی لوٹ مار کر رہے ہیں اور مسلمانانِ پاکستان کا حق غصب کر رہے ہیں۔ مرزائیوں نے ربوہ میں متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ وہاں قیمتی اراضی کوڑیوں کے بھاؤ قادیانیوں کو الاٹ کردی گئی ہے۔ نیز مرزائی وزیرِ خارجہ ظفراللہ خاں اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ماتحت عملہ کو مرتد کر رہا ہے۔ بطورِ مثال ہم نے ان پر واضح کیا کہ فلاں انڈر سیکرٹری جو پہلے مسلمان تھا اب ترقی کے لالچ میں ظفراللہ خان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مرزائی بن چکا ہے۔ آپ نے عوام الناس سے اپیل کی کہ وہ ایسے مرزائی افراد کی فہرست سے حکومت اور مجلسِ عمل کو آگاہ کریں جنھوں نے مختلف چیزیں ناجائز الاٹ کروا کر مہاجرین کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کراچی سے واپسی پر ہم نہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ناکام واپس لوٹے ہیں۔'' (تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ صفحہ ۱۵۹ از مولنا اللہ وسایا۔)

جب مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی تو تمام نمائندہ مسلم جماعتوں کی طرف سے دو دو نمائندے چنے گئے۔ اخبارات کی جانب سے لئے گئے دو نمائندے مولٰنا اختر علی خان اور مولٰنا مرتضی احمد خان میکش تھے۔ (ایضاً ۱۸۴)

آل مسلم پارٹیز مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کے اجلاس منعقدہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۲ء میں مختلف قرار دادیں برائے منظوری پیش کی گئیں تاکہ منظوری کے بعد یہ مطالبات وزیراعظم پاکستان اور وزیراعلیٰ

پنجاب کی خدمت میں میں پیش کی جا سکیں۔ ان قراردادوں میں قرارداد نمبر ۴ ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے۔

قرارداد نمبر ۴......اراضی ربوہ کی واپسی کا مطالبہ

محرک: مولنا مرتضی احمد خاں میکش

موئید: قاضی مرید احمد ایم ایل اے۔

''آل مسلم پارٹیز کنونشن......مرزائی پارٹی کی گزشتہ تاریخ کے پیش نظر' قادیان میں دن دہاڑے قتل کرانا' مکانات کا جلانا' اخراج از شہر کی سزا' دیوانی وفوجداری مقدمات میں جرمانہ' قرقیٔ جائیداد' سزائے بیدزنی دینا اور باوجود ان سب باتوں کے پولیس کا گواہ مہیا کرنے سے عاجز رہنا اور قانون کا شل ہو جانا جس پر انگریزی عدالتوں کے فیصلہ جات گواہ ہیں اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ ربوہ کی آبادی جواب صرف قادیانیوں کی بنائی جا رہی ہے۔ جس کے اردگرد کے بارہ مواضعات کی متروکہ اراضی جو مہاجرین کو الاٹ ہوئی تھی ان سے چھین کر مرزائیوں کے حوالے کی جا رہی ہے۔ جس میں کسی دیگر فرقہ کی کوئی آبادی نہیں ہوگی۔ گزشتہ حالات وواقعات کے اعادہ کا باعث بنتی جا رہی ہے اس لئے یہ کنونشن حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ تعمیر شدہ عمارتوں کے علاوہ باقی خالی زمین واپس لیکر دیگر فرقوں کو آباد کر کے آنے والے خطرات کا سدِ باب کرے''(تحریک ختم نبوۃ ۱۹۵۳ صفحہ ۱۹۵ از مولنا اللہ وسایا)

قائدین تحریک ختم نبوۃ نے ہر ممکن کوشش کی ملک میں دنگا فساد نہ ہوا اور حکومت اسلامیانِ پاکستان کے جائز مطالبات تسلیم کرلے۔ مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ الغرض ۲۷' ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو حکومت نے پوری قیادت کو گرفتار کر لیا۔ اکثر علماء کرام کراچی' لاہور اور دوسرے شہروں میں گرفتار ہو گئے۔ اب حکومت کے خلاف تحریک شروع ہو گئی۔ مولنا خلیل احمد قادری' مولنا عبدالستار نیازی' مولنا مرتضی احمد خاں میکش اور مولنا اختر علی خان نے تحریک کو قائم رکھا۔ جب عوام کا دباؤ بڑھا تو حکومت نے کوتاہ اندیشی سے کام لیتے ہوئے تحریک کو زورِ بازو سے کچلنے کا پروگرام بنایا۔ نتیجۃً ۶' ۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ لاہور میں مارشل لا لگا دیا گیا۔ اپنی فوج کو اپنے نہتے بے گناہ عوام پر

گولیاں برسانے پر مجبور کیا گیا۔ دو تین دن میں ۱۰ ہزار مسلمان صرف لاہور میں شہید کر دیئے گئے۔ زخمی ہونیوالوں کی تعداد تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال قیادت کو گرفتار کر کے اور عوام پر تشدد کر کے حکومت وقتی طور پر تحریک کو دبانے میں کامیاب ہو گئی۔ جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل دو رکنی بنچ تشکیل دیا گیا کہ تحریک کے اسباب و واقعات اور نتائج سے حکومت کو آگاہ کرے۔ جسٹس محمد منیر نے نہایت بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قادیانیوں کے کھونٹے پر ناچتے ہوئے تضادات سے بھرپور ایک رپورٹ مرتب کر کے حکومت پنجاب کو پیش کی۔ جسٹس منیر کے سامنے مجلسِ عمل کی نمائندگی بھی مولنا مرتضی احمد خان میکش ؒ اور مولنا مظہر علی اظہر کے حصہ میں آئی۔ مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کے قائدین کی جانب سے تیار کردہ بیان مولنا مرتضی احمد خان میکش اور مولانا مظہر علی اظہر ایڈوکیٹ نے ۱۷ اگست ۱۹۵۳ کو تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش کیا۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء صفحہ ۵۵۷ از مولنا اللہ وسایا۔) یہ بیان پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قائدین مجلسِ عمل نے حوالہ جات اور حقائق و واقعات کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے کہ مرزائی اپنی ہی تحریروں کی روشنی میں کافر ہیں اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ میں تشدد کی لہر مرزائیوں کی سازشوں اور حکومت کی نااہلی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ نیز قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کی اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء از مولنا اللہ وسایا صاحب کے صفحات ۵۵۷ تا ۶۰۴ کا مطالعہ فرمایئے۔ مذکورہ بیان میں بھی مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت نے عدالت عالیہ سے اپنے دلائل کے حق میں گواہی کے لئے مولنا ابوالحسنات محمد احمد قادری اور مولنا مرتضی احمد خان میکش ؒ کے نام پیش کئے ہیں۔

دورانِ جرح تحقیقاتی عدالت کے سربراہ مسٹر جسٹس منیر نے احراری اور سنی اختلافات کو ہوا دینے کی غرض سے مولنا مرتضی احمد خان ؒ سے سوال کیا کہ آپ (سنی ہوتے بھی) مجلس احرار کی وکالت کیوں کر رہے ہیں؟ اس پر آپ ؒ نے فرمایا۔

''میں مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کی وکالت کر رہا ہوں جس میں نو دینی جماعتیں شامل ہیں نیز یہ کہ مجھے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے سیاسی اختلاف ضرور ہے مگر مرزائیت کے احتساب کے لئے ان کا پوری قوم پر عظیم احسان سمجھتا ہوں۔ اگر شاہ صاحب میرزائیت کا احتساب نہ کرتے تو شائد آج پورا ملک

مرزائیت کے دام تزویر میں ہوتا۔ آپ کا دندان شکن اور خلاف توقع جواب سن کر جسٹس منیر کا منہ لٹک گیا۔ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ صفحہ ۵۵۴ از مولنا اللہ وسایا صاحب)

جب جسٹس منیر اور جسٹس کیانی کی مرتب شدہ مطبوعہ رپورٹ منظر عام پر آئی تو آپؒ نے اس پر بڑا جامع و بلیغ تبصرہ تحریر فرمایا۔

رپورٹ کے تضادات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں۔

''عدالت تحقیقاتِ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی جو رپورٹ ایک ضخیم کتاب کی شکل میں شائع ہوئی ہے اس ہاتھی کی مانند ہے جسکے مختلف اعضاء کو چھ اندھوں نے اپنے ہاتھ سے ٹٹولا اور اپنی حِس لامسہ کی بدولت ہر ایک نے ہاتھی سے متعلق اپنا جدا جدا تصور قائم کر لیا۔ ایک نے کہا ہاتھی عمارت کے ستون کی مانند تھا۔ دوسرے نے کہا بہت بڑا چھاج سا تھا۔ تیسرے نے موٹے سے اژدھے سے تشبیہ دی تو چوتھے نے ہاتھ بھر کی رسی کہہ ڈالا پانچویں نے کہا وہ تو ناہموار سا چبوترہ تھا چھٹا بولا مجھے تو ایک دیوار سے زیادہ کوئی چیز محسوس نہیں ہوئی۔ اس رپورٹ نے بعینہٖ وہی کیفیت عامۃ الناس میں پیدا کر رکھی ہر شخص اپنی سمجھ اور ضرورت کے مطابق اس کے متعلق اپنا خیال اور تصور قائم کر چکا ہے (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ صفحہ ۶۴۹ از مولنا اللہ وسایا صاحب)

آپؒ کے تحریر شدہ تبصرہ کے آخر پر ۲۱ اگست ۱۹۵۴ء کی تاریخ اور آپ کے دستخط موجود ہیں۔

تحفظِ عقیدہ ختمِ نبوت اور ردِ مرزائیت کے سلسلہ میں مولنا مرحومؒ کی مندرجہ ذیل مستقل تصانیف بھی منصۂ شہود پر آ چکی ہیں:

ا۔ ''البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ''

مولانا مرحوم نے ۱۹۳۸ میں روزنامہ ''احسان'' میں اشتہار دیا کہ مرزائیوں کو دین اسلام کی حقیقت سمجھنے میں اگر کوئی دشواری ہو تو وہ مجھ سے رابطہ کریں میں تسلی بخش جواب دونگا۔ اس سلسلہ میں مرزائی استفارات موصول ہونا شروع ہو گئے اور آپؒ روزنامہ احسان اور زمیندار میں ان کے تسلی بخش اور جامع جوابات لکھتے رہے۔ بعد میں ان تمام مضامین کو کتابی شکل میں یکجا کر کے ''البرز شکن گرز عرف

مرزائی نامہ'' کے تاریخی نام سے شائع کر دیا گیا۔ کتاب کے نایاب ہو جانے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت ملتان نے حال ہی میں اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔ ۲۴۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۳۸ میں منظرِ عام پر آئی۔

۲۔ ''پاکستان میں مرزائیت''

اس کتاب میں پاکستان میں میرزائیت کے پھیلنے سے متوقع نقصانات 'مرزائیوں کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ناپاک منصوبے' مرزائیوں کی ہوسِ اقتدار پر ذہنی تربیت کا عکس' ایک مکمل ریاست کی طرح مرزائیوں کے محکمے غرضیکہ قادیانیت کو مذہبی لبادہ سے باہر لا کر اس کی سیاسی حقیقت کو عیاں کیا گیا ہے۔ قادیانیت کے سیاسی خدو خال اس وقت تک سامنے آ ہی نہیں سکتے جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہ کر لیا جائے۔ ۸۰ صفحات پر مبنی یہ خزانہ علم ۱۹۵۰ء میں چھپ کر عوام کے ہاتھوں میں آیا۔

۳۔ محاسبہ

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ رسوائے زمانہ منیر رپورٹ پر آپؒ نے نہائت جامع اور بلیغ تبصرہ تحریر فرمایا تھا۔ اسی تبصرہ کو ''محاسبہ'' کے نام سے شائع کر دیا گیا تھا۔ اس کے ۵۶ صفحات ہیں اور ۲۱ اگست ۱۹۵۴ کو یہ ''محاسبہ'' شائع' کیا گیا۔

۴۔ قادیانی سیاست

یہ آٹھ صفحاتی پمفلٹ ۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو شائع ہوا اس رسالہ میں قادیانی سیاست کی منافقانہ کشتی کو بھنور میں پھنسا ہوا دکھایا گیا ہے۔

مولوی مہر دین انصاری

مولوی مہر دین کے آباو اجداد کلانور انڈیا کے رہنے والے تھے۔ جو کہ مغل بادشاہوں کا پایہ تخت تھا۔ مولوی مہر دین کا والد لال دین عرف لالہ انصاری کلانور سے نقل مکانی کر کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں رہائش پذیر ہوئے۔ لالہ انصاری آتشبازی کا کام کرتے تھے۔ پارچہ بافی بھی کرتے رہے۔ ان کی آتشبازی کی فیکٹری میں کافی لوگ کام کرتے تھے۔ میٹرک تک تعلیم پائی۔ دینی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ بڑے نیک سیرت اور آلِ انصار میں سے معزز اور بڑے دبدبے والے شخص تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور قادیان میں مرزا کے ہمسائے تھے۔ انہوں نے ۹۵ سال کی عمر میں ۶ جون ۱۹۴۶ء میں وفات پائی۔

ان کے ہاں کلانور میں مولوی مہر دین نے جنم لیا۔ والد کی پاکیزہ تربیت اور اسلامی تعلیم کا رنگ بیٹے پر چڑھ گیا۔ اور مہر دین انصاری نے ردِ مرزائیت کے لئے بڑا جہاد کیا۔ ان کی بیوی رمضان بی بی بھی راسخ العقیدہ خاتون تھی۔ دونوں نے اپنی زندگی قادیان میں گزاری اور قادیان میں دفن ہوئے۔ مولوی مہر دین کی پوتی خورشید بی بی جو کہ ان دنوں موہنی روڈ لاہور میں رہائش پذیر ہے۔ انہوں نے راقم الحروف کو بتایا کہ

مولوی مہر دین قادیان کے رہنے والے اور مرزا قادیانی کے ہمسائے تھے۔ اس لئے مرزا قادیانی نے ان کو مرزائیت کی دعوت دی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہمارا نبی آخری نبیؐ ہے۔ قادیان کے اردگرد کے دیہات اور رمضافات میں اکثر ردمرزائیت کے بارے میں جلسے منعقد ہوتے تو مولوی مہر دین ان اجلاس میں شعلہ بیانی کرتے۔

مرزائیوں نے دیکھا کہ مہر دین انصاری ہر وقت ان کے ہر منصوبہ کو ناکام کرنے کے درپے رہتا ہے۔ ان کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ایک روز بٹالہ کی جامع مسجد سے آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر

آ رہے تھے۔ کہ جمعہ کے اجتماع میں سے مولوی مہر دین انصاری کا ہم شکل ایک لوہار فیملی کا نوجوان ایک مرزائی پٹھان کو مل گیا۔ تو اس نے اس لوہار کو مولوی مہر دین سمجھ کر خنجر سے ہلاک کر دیا۔ مولوی مہر دین انصاری نے اس لوہار کی شہادت پر احتجاجی جلوس نکالا اور لوہار کی لاش کو بٹالہ کی گلیوں میں جلوس کی شکل میں گھمایا اور مرزائیوں کے خلاف نعرے لگوائے۔ مرزائیوں کو خدشہ ہوا کہ مولوی مہر دین کے پاس کوئی غیبی طاقت ہے۔ کہ اکیلا اور غریب آدمی قادیان کی مرزائی اکثریت کا ڈٹ کر کیسے مقابلہ کر رہا ہے! تو مرزا قادیانی کے بیٹے اور مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک روز مولوی مہر دین انصاری کے گھر میں بغیر اجازت گھس کر سی آئی ڈی کرنا چاہی، مولوی مہر دین کی بیٹی حمیداں بی بی جو کہ اپنے مکان کی دیوار کی لپائی کر رہی تھی۔ اس نے مرزا بشیر الدین محمود کو اپنے گھر میں بغیر اجازت آنے پر روکا اور گریبان سے پکڑ کر دبوچ لیا۔ اور مٹی سے بھرے ہوئے ہاتھ سے تھپڑ رسید کیے۔

مہر دین انصاری کو اللہ پاک نے کرامات اور روحانیت کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔

ایک روز آپ قادیان سے باہر سیر کرتے کرتے مرزائیوں کے آموں کے باغ سے گزر رہے تھے کہ مرزائیوں نے ان کو پکڑ کر باغ میں ایک کچے مکان کے اندر قید کر دیا۔ رات کے وقت مولوی مہر دین نے دیکھا کہ ایک دم کمرے کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اور آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ اگلے روز مرزائیوں نے مولوی مہر دین کو پولیس کے ذریعہ گرفتار کرنا چاہا۔ تو مولوی مہر دین کے ایک دوست مست بابا نے (جو کہ اکثر چپ کا روزہ رکھتے تھے۔) بتایا کہ آج آپ کو پولیس گرفتار کر لے گی۔ تو واقعی اگلے روز پولیس نے مولوی مہر دین کو گرفتا کر لیا۔ سپاہی جب ہتھکڑی لگانے لگے تو ہتھکڑی نہ لگتی تھی۔ لہذا ان کو بغیر ہتھکڑی کے قادیان کے تھانہ میں لے گئے۔ اور جیل میں بند کر دیا۔ آدھی رات کے وقت جیل کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ تھانہ والوں نے بھی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کو انسپکٹر نے باعزت گھر پہنچانے کا بندوبست کر دیا۔

مولوی مہر دین آخری ایام میں رحلت سے ۶ ماہ قبل سخت بیمار ہو گئے۔ ایک شام آپ بے ہوش پڑے تھے۔ اور ان کے عزیز و اقارب دلداری کے لئے ارد گرد جمع تھے۔ اور باری باری آپ کو بلا رہے تھے کہ میاں مہر دین نے ان کو بولنے سے اشارتاً منع کیا۔ کچھ توقف کے بعد مولوی مہر دین نے بتایا

کہ میں اس وقت بارگاہ رسالت ؐمیں حاضر تھا۔ اور آنحضرت کی زیارت سے بہرہ ور ہو رہا تھا۔ آنحضور نے مجھے فرمایا کہ تم بیماری سے گھبراؤ نہیں۔ ابھی تمہاری زندگی چھ ماہ باقی ہے۔ وفات جمعرات کے روز ہوگی۔ اور مغرب کی اذان ہو رہی ہوگی۔ پھر یہی ہوا۔ پورے چھ ماہ بعد جمعرات کے دن مغرب کی اذان کے وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مالک حقیقی سے جاملی۔ آپ نے ۵۰ سال تک مرزائیوں کی یلغار کو روکنے کے لئے جدو جہد کی تھی۔ قادیان کے ہسپتال میں آپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی۔ کہ ان کو قادیان کے قبرستان میں بڑے راستے کے کنارے کے قریب دفن کیا جائے۔ تاکہ جب اس راستے سے مرزائی گزریں۔ تو ان کی قبر سے بھی ڈرتے گزریں۔

مولوی مہر دین کی وفات پر مرزائیوں نے بڑی خوشی منائی۔ باجے بجوائے اور آتشبازی چھوڑی۔ آپ کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے بھی ردِ مرزائیت کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جس سے مرزائی ان کو اپنا حریف سمجھتے تھے۔ اور کئی بار آمنا سامنا بھی ہوا۔ ایک مرتبہ مولوی مہر دین کے بیٹے محمد اسحاق کو مرزائیوں نے اپنے قبرستان (بہشتی مقبرہ) میں پکڑ کر زدو کوب بھی کیا۔ آخری نبیؐ کا عاشق اس وقت قادیان کی زمین پر محو خواب ہے۔ اور تقسیم پاکستان کے بعد ان کی اولاد ہجرت کر کے پاکستان کے شہر لاہور میں سکونت پذیر ہے۔ اور یہاں بھی مرزائیوں کو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

الحمد للہ رب العٰلمین

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی

(۱۸۵۹ء۔۱۹۳۷ء)

لَمْ یاتی نظیرکَ فِی نَظَرٍ!
مثلِ تو نشد پیدا جاناں!
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں!!

حضرت پیر مہر علی شاہؒ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز سوموار گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں تولد ہوئے۔(مہر منیر از مولانا فیض احمد فیض، ص ۶۱۔) جب یہ آفتاب ولایت طلوع ہوا تو برصغیر کے مسلمان زوال کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرے ہوئے تھے۔ آپؒ کے اجداد بارہویں صدی ہجری میں ساڈھورا نزد انبالہ سے ناسازگار حالات کے باعث نقل مکانی کر کے گولڑہ شریف تشریف لے آئے تھے۔ آپؒ کے والد محترم حضرت پیر سید نذر دین المعروف بہ اجی صاحب صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ عین عالم شباب میں ایک سازش کے تحت ان کو آگ میں جلانے کی کوشش کی گئی مگر محض فضل ربانی کی وجہ سے آپ محفوظ و مامون رہے۔ سینکڑوں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔(ایضاً ص ۵۵، ۱۲۰۔)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نجیب الطرفین گیلانی سید تھے۔ آپؒ نے اپنے زمانہ کے مشہور ہندوستانی علماء کرام سے رسمی تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کے اساتذہ کرام میں مولانا احمد علی محدث کانپوری، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی اور مولانا سلطان محمود انگوی کے نام نمایاں ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپؒ کے علمی خزائن کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ آپؒ کے سوانح نگار مولانا فیض احمد فیض نے ''مہر منیر'' کے دوسرے باب میں آپؒ کے چند ایسے فتاویٰ اور مناظروں کا ذکر فرمایا ہے جو آپؒ کے زمانہ طالب علمی کی یادگار ہیں۔

۱۸۷۸ء میں تقریباً بیس برس کی عمر میں آپؒ علوم رسمیہ سے فارغ ہو کر واپس گولڑہ شریف تشریف لے آئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد حسن ابدال کے مشہور بزرگ سید چراغ علی شاہؒ کی دختر نیک اختر سے آپؒ کی شادی خانہ آبادی انجام پا گئی۔ آپؒ نے علوم ظاہریہ سے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد گولڑہ شریف کی پرانی مسجد میں سلسلہ درس و تدریس شروع فرمایا۔ آپ کی روحانی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے بزرگ حضرت سید پیر فضل دین شاہ گیلانی المعروف بہ بڑے پیر صاحب (جو کہ حضرت قبلہ عالم کے والد صاحب کے سگے ماموں تھے) سے تھی جبکہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں آپ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف تھے۔ اور دونوں سلاسل سے آپ کو خلافت واجازت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۳۰۰ھ میں آپؒ کے شیخ طریقت حضرت قبلہ شمس الدین سیالویؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر آپؒ کا کاسہ تحقیق حق ابھی معمور نہ ہوا تھا چنانچہ آپؒ نے علوم رسمیہ کی درس و تدریس کو خیر باد کہہ کر اپنے جد امجد حضرت غوث اعظمؒ کی سنت مطہرہ کی پیروی کرتے ہوئے جہاں گردی اور صحرا نوردی اختیار فرمائی۔ اسی جہاں گردی کے دوران آپؒ نے لاہور، ملتان، پاکپتن، مالیر کوٹلہ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، اجمیر شریف اور سب سے آخر میں حسن ابدال کا سفر اختیار فرمایا۔ یہ زمانہ کم و بیش سات برس پر محیط ہے۔

۱۸۹۰ء/ ۱۳۰۷ھ میں لاہور کے ایک شاعر ہدایت اللہ نے آنحضور ﷺ کی شان میں کچھ شوقیہ و فراقیہ اشعار تحریر فرمائے۔ یہ اشعار جب آپؒ نے پڑھے تو آپؒ پر رقت طاری ہو گئی۔ فوراً اٹھ کر ریلوے سٹیشن کی طرف چل دیئے اور اپنے خادم خاص مولانا محبوب عالم کو کہلوا بھیجا کہ میرے اور ادو وظائف اور لوازمات سفر لے کر فوراً ریلوے سٹیشن پہنچو۔ مولانا محبوب عالم نے فوراً تعمیل ارشاد فرمائی اور آپؒ لاہور کا ٹکٹ لے کر ریل میں سوار ہو گئے اور تلقین فرما دی کہ لمبے سفر پر جا رہا ہوں شام تک کسی کو اطلاع نہ کرنا، لاہور پہنچ کر آپؒ نے خط لکھ کر گھر اطلاع فرما دی کہ مدینہ طیبہ کی حاضری کے ارادہ سے جا رہا ہوں۔ مکۃ المکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کے صدر حاجی رحمت اللہ مہاجر مکی اور استاذ العلماء مولانا محمد غازیؒ نائب مدرس سے ملاقات ہوئی اور دونوں حضرات آپؒ کے علم و عمل سے ایسے متاثر ہوئے کہ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی نے حصول بیعت کی خواہش کا اظہار کیا مگر آپؒ نے ان کی عمر اور علم و فضل کا

پاس کرتے ہوئے معذرت چاہی۔ جبکہ مولانا محمد غازیؒ صاحب تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ کر آپؒ کے ساتھ ہی گولڑہ شریف تشریف لے آئے۔ قیام مکہ کے دوران ہی آپ کی ملاقات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی ہوئی اور وہ بھی آپؒ کے علم و فضل کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اپنا سلسلہ چشتیہ صابریہ عنایت فرما دیا۔

ردِ قادیانیت:۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

خیر و شر، نیکی و بدی کی قوتیں ازل سے برسرِ پیکار چلی آ رہی ہیں۔ آدم و ابلیس، ابراہیم و نمرود، موسیٰ و فرعون اور چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی نبرد آزما رہا ہے۔ مگر ابرِ رحمت و نصرت ہمیشہ اہلِ حق کے سروں پر سایہ فگن رہا۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کی تخلیق ایک خاص مشن کے لئے ہوئی تھی، حق گوئی و بے باکی سرشت میں تھی۔ اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ رگ و پے میں جاری و ساری تھا۔ ظاہری و باطنی محاسن کا مجموعہ تھے۔ دین اسلام کی حفاظت اور مدافعت کے لئے مستعد رہتے خلقِ خدا کو راہِ راست پر لانے کے لئے اپنی سعی و کوشش جاری رکھتے۔ اپنی کتاب سیف چشتیائی میں لکھتے ہیں۔ "اس نیاز مندِ علماء و فقراء نے بلوغت سے قبل جب کہ احادیث میں دجال کا نام تک بھی نہ سنا تھا۔ دجال کو مشرقی جانب سے خواب میں آتے دیکھا۔ دائیں آنکھ اس کی پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں۔ میں سخت غضبناک ہو کر کہتا ہوں کہ مردود! خدا تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر قدم میری طرف بڑھا کر اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا مگر اس کا وار خطا ہو کر اس کی تلوار میرے سر سے گزرتی ہوئی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح ان ہی قدموں پر پہلی جگہ پر جا کھڑا ہوا اور پھر وہی کلمہ اس نے کہا۔ پھر اس کے جواب میں، میں نے بھی وہی کلمہ کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے میرے گلے پر تلوار کا وار کیا مگر وہ بھی خطا ہو کر، تلوار زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ اس دفعہ تو قبضہ اس کے ہاتھ

میں رہا اور تلوار قبضے سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ تینوں دفعہ بغیر اس کے میں نے سر خم کیا ہو تلوار میرے سر کے اوپر سے گزرتی رہی۔'' (مہر علی شاہ مجدد گولڑوی۔ سیف چشتیائی' ص ۲۵۴)

آپ مزید فرماتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ سات یا آٹھ سال کی عمر میں میں نے شیطان کے ساتھ عالم خواب میں کشتی کی جب میں اس پر غالب آ کر ارادہ کرتا کہ اس کو زمین پر دے ماروں اور اپنے دل میں خوش ہوتا کہ اب میں نے اس کو پچھاڑ لیا ہے۔ ناگاہ وہ غالب آ جاتا اور میں مغلوب ہو کر زمین پر گرنے لگتا۔ فوراً لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتا اور یہ کہنے کے ساتھ ہی میں پھر غالب آ جاتا اور وہ مغلوب...... اس وقت میرا دل شہادت دیتا کہ یہ شیطان ہے اور نیز کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا القاء بدونِ الہام حق سبحانہ کے ناممکن ہے (گل فقیر احمد پشاوری۔ مولانا' ملفوظاتِ مہریہ حصہ اول ص ۲۴۔)

یہ دجال اور شیطان مرزا قادیانی ہے۔ جس کے مقابلہ کے لئے آپ کو ایک عرصہ پہلے تیار کیا جا رہا تھا۔ آپ فرماتے کہ عرب شریف میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے اس جگہ رہائش اختیار کرنے کا خیال پیدا ہو گیا مگر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ارشاد فرمایا کہ

''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا۔ جس کا سدِ باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا'' (عبدالحق سسرالوی۔ مولانا: ملفوظات، مہریہ۔ حصہ دوم۔ ص ۹۵)

حضرت مجدد گولڑوی فرماتے تھے کہ اس فتنہ سے مرزا قادیانی کا فتنہ مراد ہے۔

اسی طرح آپ ایک قلمی تحریر میں جواب مہر منیر میں شامل ہو چکی ہے لکھتے ہیں جن دنوں مرزا قادیانی نے بظاہر تحقیق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا مجھے اس نعمتِ عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔ میں اپنے حجرہ میں بحالتِ بیداری آنکھیں بند کئے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں بادبِ تمام' شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے۔ اور مرزا قادیانی اس جگہ سے دور مسرق کی طرف منہ کئے اور آں حضرت ﷺ کی طرف پشت کر کے

بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں احباب کے ساتھ لاہور پہنچا لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے پھر گیا اور لاہور نہ آیا (مہرِ منیر صفحہ ۲۰۴ مولانا فیض احمد فیض)

اور ملفوظات مہریہ میں حضرت مجدد گولڑوی کا قول درج ہے کہ

عالم رویا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے مرزا قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی مقراض سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو (عبدالحق مولانا۔ ملفوظات مہریہ۔ حصہ دوم ص ۶۵)

ان حوالہ جات سے کھل کر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت مجدد گولڑوی کو قدرت نے دین کی حفاظت و نگہبانی کے لئے پیدا کیا۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی اس طاغوتی قوت سے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد گولڑوی کو منتخب فرمایا۔ گویا کہ اس معاملہ میں آپ مامور من اللہ، مامور من رسول اور مامور من الشیخ تھے۔

مرزا قادیانی نے ۱۳۰۹ھ میں جوں ہی مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا تو آپؒ نے اس کے خلاف کام کا آغاز کر دیا۔ اپنے روزانہ کے درس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم اطہر سمیت آسمان پر تشریف لے جانا اور قربِ قیامت آپ کا نزول فرمانا، اور ان کی حیات کے دوسرے گوشوں کی علمی و عقلی تشریح و توضیح شروع کر دی تھی۔ آپ کے اس درس کی بڑی شہرت ہوئی۔ آپ نے اپنے ارادتمند علمائے کرام کی ان مسائل میں خصوصی تربیت کی جس میں مولانا محمد غازی، مفتی عبدالرحمٰن جونپوری، قاضی قدرت اللہ سرحدی، مفتی سلیم اللہ لاہوری، مولانا غلام احمد حافظ آبادی، مولانا محمد حسین فیضی، مفتی غلام مرتضیٰ میانوی، مولانا قائم علی چشتی فاضل لاہوری اور مولانا غلام محمد گھوٹوی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور بعض غیر مقلد علماء نے سفارشی خطوط کے ذریعہ آپ کے درس میں رسائی حاصل کی۔ گویا قادیانیت کی تردید اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر سب سے پہلا مرکز آپ نے گولڑہ میں قائم کیا اور علماء کی ایک جماعت کو دلائل و براهین سے مسلح کیا۔ حکیم نور الدین بھیروی سے خط و کتابت کر کے مرزا قادیانی کے حالات معلوم کئے اور پھر اپنے ایک مخلص شاگرد مولانا ولی احمد ہزاروی کو قادیان بھیج کر صحیح صورتِ حال سے آگاہی حاصل کی۔ اور ایک عرصہ تدریس و

تقریر کے بعد تحریر کی طرف آئے۔

۱۸۹۸ء میں مرزا قادیانی نے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں ایک جم غفیر کی موجودگی میں مینارِ پاکستان والی جگہ پر سٹیج لگائی ہوئی تھی اور بار بار اعلان کر رہا تھا کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اس سٹیج سے اس کا رد کیا جائے۔ مگر جو بھی یہ کوشش کرتا ناکام رہتا۔ آپؒ اتفاقاً جامعہ نظامیہ بازارِ حکیماں لاہور میں مقیم تھے۔ قبلہ عالم کی خدمت میں یہ صورتِ حال پیش کی گئی تو آپؒ نے مرزا قادیانی کے مقابل آنے کی ٹھانی۔ بقول صاحبزادہ سید نصیر الدین گیلانی مدظلہ العالی خواجگانِ تونسہ شریف تک نے یوں برملا آپؒ کو اس کے مقابل آنے سے روکنا چاہا۔ اور فرمایا کہ وہ یقیناً کچھ عملیات کا عامل ہے۔ اور علماء کی زبان بندی پر مہارت رکھتا ہے آپ اپنے روحانی تصرفات سے اسکی بیخ کنی فرمائیں۔ مگر مامور من اللہ ہونیکی بشارت کی وجہ سے آپؒ نے سرِ عام اس کی سرکوبی کرنے کی ٹھانی اور منٹو پارک روانہ ہو گئے۔ جب آپؒ شاہی مسجد کی طرف سے جلسہ گاہ میں پہنچے تو مرزا اس وقت بھی اپنے دعویٰ باطل کو سٹیج سے دوہرا رہا تھا۔ پنڈال کے قریب پہنچ کر آپؒ نے وہاں پر موجود مسلمانوں سے مرزا قادیانی کے دعویٰ کا جواب دینے کی اجازت لی۔ اور فرمایا کہ یہ شخص مسیح موعود (نبی) ہونیکا دعویدار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے جناب رسولِ مقبول ﷺ کے اس غلام ابن غلام ابن غلام......کو اپنی ولایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ نبی کا درجہ ہر حال میں ولی سے بالاتر ہوتا ہے۔ میں اس شخص پر چار سوال کرتا ہوں یا یہ ان سوالات کو پورا کر دکھائے اور اپنی صداقت کا ثبوت دے۔ ورنہ پھر میں اس کی تردید کرنیکی غرض سے بفضلِ ایزد تعالیٰ ان سوالات کا جواب دونگا۔

۱۔ مرزا قادیانی حکم دے کہ دریائے راوی اپنا موجودہ رخ تبدیل کر کے فی الفور اس پنڈال کے ساتھ ساتھ بہنا شروع کر دے۔ یا میں ایسا کر دکھاتا ہوں۔

۲۔ ایک نہایت پاکباز ناکتخدا لڑکی کو پنڈال کے نزدیک چوطرفہ پردہ میں رکھکر دعا کی جائے کہ بغیر مرد کے اختلاط کے اللہ کریم اس کے ہاں یہیں ایک لڑکا دے جو اس کی نبوت یا میری ولایت کی تصدیق کرے۔

۳۔ اپنے لعاب دھن سے باہر کڑوے پانی کے کنویں کو میٹھا کر دے یا پھر میں کر دیتا ہوں۔

۴۔وہ مجھے شیر بن کر کھا جائے یا میں اسے کھا جاتا ہوں۔

آپؒ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل رہے تھے کہ گردن سے شیر کے بال نمودار ہونے لگے لیکن آپؒ کے ساتھ کھڑے ایک مولانا صاحب۔نے فوراً آپ کی گردن مبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا سرکار شریعت!شریعت!!اس پر آپؒ اپنی اصل حالت پر آگئے مگر اس دوران مرزا قادیانی سٹیج چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔

ماغلاماں از جلالش بے خبر
از جمالِ لازوالش بے خبر

(پس چہ باید کرد۴۶)

بعد میں آپؒ اس واقعہ کے یاد آنے پر فرمایا کرتے تھے۔اگر مولوی صاحب نے مجھے روکا نہ ہوتا تو میں اسے تحت الثریٰ میں بھی ڈھونڈ کر ختم کر دیتا مگر خدا کی مرضی یہ نہ تھی۔آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ دراصل اسکے پاس تین جن تھے جو اسکے مقابل بولنے والے کی زبان پکڑ لیتے تھے مگر اللہ کے فضل سے وہ مجھ پر حاوی نہ ہو سکے۔(جنہیں ختمِ نبوت سے عشق تھا۔صفحہ۱۰۵۔۱۰۶۔از طاہر رزاق)

شمس الہدیت کا طلوع

شعبان ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹۔۱۹۰۰ء میں جب قادیانی تحریک کے کل پرزے نکلنے شروع ہوئے تو علماء وقت کی پرزور درخواست پر حضرت قبلہ پیر صاحبؒ نے اپنے اوراد و وظائف اور دیگر مشاغل سے کچھ وقت نکال کر شمس الہدایت نامی کتاب تحریر فرما کر علماء مشائخ میں مفت تقسیم کرا دی اور بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ایک نسخہ مرزا قادیانی کو بھی بھیج دیا۔اس کتاب میں آپ نے امت مسلمہ کے اس چودہ سو سالہ پرانے عقیدہ کا دفاع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت آپ کا نزول دمشق میں ہوگا نیز مرزا قادیانی کی لایعنی تاویلوں جیسا کہ آپ وفات پا چکے ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے' کا ایسا مسکت جواب دیا کہ قادیانیت کے ایوانوں میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔خود مرزا قادیانی کے حواریوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول

وعرض میں ایک شور برپا گیا۔

مرزا قادیانی نے ''ایام الصلح'' نامی کتاب میں بڑھانکی تھی کہ اس وقت اس نیلے آسمان تلے میرے مقابلے کا کوئی بھی بزرگ نہیں ہے خواہ بزعم خویش وہ اپنے آپ کو چشتی' قادری' نقشبندی وغیرہ جو بھی کہلواتا ہو۔ (ایام الصلح 'از مرزا قادیانی' ص ۱۳۲۔) مرزا قادیانی کی اس بڑ کے جواب میں حضرت قبلہ عالم نے فرمایا مجھے عالم فاضل ہونے کا دعویٰ نہیں لیکن مرزا قادیانی صرف کلمہ طیبہ' جو کہ ایمان و عرفان کی بنیاد ہے کے معنی بتا دے۔ (شمس الھدایت از پیر مہر علی شاہ گولڑوی ص ۳۔) قادیانی نبی اور امت کو سانپ سونگھ گیا۔ مرزا قادیانی نے اپنے ایک مرید محمد احسن امروہی سے اس کا جواب لکھنے کی استدعا کی۔ امروہی نے حضرت پیر مہر علی شاہ کی ایک ماقبل تصنیف تحقیق الحق (جس میں حضرت صاحب نے کلمہ طیبہ کے متعلق نہایت عالمانہ گفتگو فرمائی تھی' کے اقتباسات اس طرح نوٹ کئے کہ نہ سر نہ پاؤں اور ''شمس بازغہ'' نامی بے سروپا کتاب لکھ کر بزعم خویش دعویٰ کر بیٹھا کہ یہ شمس الھدایت کا جواب لکھا گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت پیر مہر علی شاہ نے ''سیف چشتیائی'' تحریر فرمائی جس کا جواب تاحال قادیانی امت کے ذمے ہے۔ (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت' مولانا اللہ وسایا' ص ۹۹)

شمس الھدایت کی اشاعت کے بعد قادیان شہر سے حکیم نورالدین نے آپ کی خدمت میں لایعنی قسم کے ۱۲ سوال لکھ کر بھیجے حضرت نے ان کے مسکت جوابات تحریر فرمانے کے بعد ایک سوال لکھ بھیجا ''کہ معجزہ کی تشریح کر دیں۔'' مگر حکیم نوالدین ایسا خاموش ہوا گویا کہ سانپ ہی سونگھ گیا ہو۔

غیر مقلد مولوی عبدالجبار غزنوی نے لکھا کہ ملاحدہ دہریہ اور زنادقہ عصر خَذَلَهُمُ اللّٰهُ کی تردید میں کتاب شمس الہدیت احقر کی نظر سے گزری۔ اس کے مطالعہ سے میں نے حظِ وافر اور خیر ظاہر حاصل کی ہے۔ حضرت مجدد گولڑوی خود مولانا محمد چراغ چکوڑوی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے علماءِ اسلام بہت ہی خوش ہیں۔ اور دعائیں دیتے ہیں۔ اور یہ چیز کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں مقلدین' غیر مقلدین اور صوفیہ کرام تمام ہی خوش ہیں (عبدالحیٰ چشتی۔ مفتی۔ مکتوبات طیبات۔ ص ۶۳)

شمس الہدایت کی اشاعت کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ مرزا قادیانی توبہ کر کے مسلمان ہو جاتا یا اس کا جواب دیتا مگر اس نے کتاب کے مندرجات سے ''پوشیدہ چشم'' ہو کر آپ کو لاہور میں ایک بڑے مناظرہ کی دعوت دے دی اور آپ سے مناظرہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہزار ہا مرید یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم میں' حقائق معارف دین میں اور علوم ادبیہ میں ملک کے تمام مولویوں سے بڑھ کر ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اس امتحان کے لئے پیر صاحب موصوف کو اختیار کیا ہے۔ تا کہ ان کے مقابلہ سے خدا تعالیٰ کا وہ نشان ظاہر ہو جائے جو اس کے مرسلین اور ماموریں کی ایک خاص علامت ہے۔''

مرزا قادیانی اپنے اشتہار دعوتِ مناظرہ میں مزید لکھتا ہے

''اس مقابلہ کے لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی بہر حال شمولیت ضروری ہوگی کیونکہ خیال کیا گیا ہے کہ وہ علم عربی اور قرآن دانی میں ان تمام مولویوں سے بزرگ اور افضل ہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر پیر صاحب مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو میں علماء کی ایک ایسی جماعت سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں جو چالیس سے کسی طرح کم نہ ہو'' (مرزا قادیانی۔ مجموعہ اشتہارات ص ۳۳۲۔)

گویا مرزا قادیانی اپنے آپ کو چالیس علماء کے برابر سمجھتا تھا۔

حضرت مجدد گولڑویؒ نے مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کرتے ہوئے جوابی اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ۔

''مرزا قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء اس نیاز مندِ علمائے کرام و مشائخ عظام کی نظر سے گزرا۔ مجھ کو دعوتِ حاضری جلسہ منعقد لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا قادیانی بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی بھی میری ایک ہی گزارش کو بہ سلک شرائط مجوزہ منسلک فرمائیں گے۔ وہ یہ ہے کہ مدعی مسیحیت و مہدیت و رسالت' لسانی تقریر سے بہ مشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بہ پایہ ثبوت پہنچا دیں۔ بجواب اس کے نیاز مند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرمائیں گے۔ مجھ کو شہادت ورائے تینوں علماء کرام مجوزہ مرزا قادیانی یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی' مولوی عبدالجبار غزنوی و مولوی عبداللہ ٹونکی کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ظہور اس کے مرزا صاحب

اپنے دعویٰ کو بہ پایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی'' (مہر علی شاہ اعلیٰ حضرت : اشتہار قبولیت دعوت مناظرہ۔)

حضرت مجدد گولڑوی نے مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ اپنی طرف سے صرف زبانی گفتگو کی قید لگائی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ۔

''آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکوتی ہو جائے گا۔ آپ فرمائیں اس کا کیا علاج ہوگا'' (ایضاً)

اور پھر چند روز بعد ایک اشتہار بھی چھپوایا کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی ترمیم کرانا ہو تو بروقت اطلاع دیں تا کہ اس پر معاملہ باہم طے کر لیا جائے۔ مگر مباحثہ سے صرف چار روز پہلے مرزا قادیانی کے امتی مولوی محمد احسن امروہی نے ''نور الابصار'' کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ پیر مہر علی شاہ نے مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور ہمیں زبانی مناظرہ کی شرط منظور نہیں۔ اگر تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا ہو تو آ جائیں۔ اس پر حضرت مجدد گولڑوی کے ارادت مند حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی نے ۲۱ اگست ۱۹۰۰ء کو جوابی اشتہار شائع کیا جس کے دو پیراگراف پیش خدمت ہیں۔

(۱) آج میاں محمد احسن امروہی کا اشتہار المسمیٰ بہ ''نور الابصار'' ہمارے مطالعہ میں آیا جس میں اس بات کو مشتہر کیا ہے کہ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب ایدہ اللہ نے مرزائی مقابلہ سے انکار کیا ہے۔ ''سبحان اللہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' اِدھر پیر صاحب موصوف قبول دعوت کا اشتہار دے کر مرزا کی الہامی طاقت کا امتحان کرنے کے لئے تاریخ مقررہ پر لاہور تشریف لے جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور اس طرف مرزا اور اس کی بزدل جماعت ایسے بے دلائل اور لاطائل حیلے تراش کر کے سرخرو ہونا چاہتی ہے

(۲) اگر تمہاری علمی و عملی کمزوریاں تمہیں اپنی گھڑی ہوئی شرطوں کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں۔ اور تمہیں ضد ہے کہ ہو بہو ہماری ہی سب شرطیں منظور کرو تو ہم بحث کریں گے۔ تو ضرور یہی سہی۔ ہم اتمام حجت کے لئے تمہیں اور بھی ڈھیل دیتے ہیں کہ پیر صاحب تمہاری سب شرطیں بعینہ جو تم نے پیش کی ہیں منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ یعنی ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو بلا عذر و حیلہ لاہور میں آ جاؤ۔

وہ بھی تشریف لے جائیں گے۔اگر اب بھی تم ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو میدان میں نہ آئے اور گریز وفرار اختیار کیا اور ضرور بالضرور تم ایسا ہی کرو گے۔تو اس پر ہم بھی سمجھ لیں گے (سلطان محمود۔حکیم۔اشتہار مرزا کی فرار۔)

علماء کا خیال تھا کہ زبانی مناظرہ کی شرط واپس نہیں لینا چاہیے لیکن حضرت قبلہ عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح ایک دفعہ مرزا قادیانی علماو مشائخ کی اس پاکیزہ محفل میں شریک ہو جائے کیا عجیب کہ حدیث شریف (ہم قوم لایشقی جلیسہم) یہ وہ لوگ ہیں جن میں بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا کی برکات سے بہرہ ور ہو کر وہ راہِ راست پر آ جائے اور یہی بات ان علماء ومشائخ کے حق میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا کا باعث بن جائے۔

چنانچہ آپ لکلِ فرعون موسیٰ کے مطابق علماء کرام کی ایک جماعت کی معیت میں حسب وعدہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف فرما ہو گئے۔آپؒ قادیانی کی دعوت وتحریک کو''راوی برد'' کرنے کا عزمِ صمیم کئے ہوئے تھے۔آپ نے لاہور سے مرزا قادیانی کو برقی پیغامات ارسال کر کے حسب وعدہ لاہور آنے کی دعوت دی۔مگر مرزا قادیانی پر خدائی رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ دیوار قادیان سے باہر نہ نکل پایا۔آپؒ کے قیام کا انتظام معہ آپؒ کے رفقاء کے برکت علی محمڈن ہال اور اس کی ملحقہ عمارات میں کیا گیا تھا۔آپ کے قیام کی وجہ سے سرِ شام ہی مقامی و بیرونی علماو زعما کی آمدورفت شروع ہو گئی اور متعلقہ مسائل پر گفتگورات گئے تک جاری رہی۔آپؒ نے قادیانیت کے موافق ومخالف ایسے دلائل واسناد بیان فرمائے جو اس سے قبل کسی کے ذہن میں نہ آئے تھے یہاں تک کہ جب آپ نے قادیانیت کے حق میں دلائل دیئے تو مولوی غلام محمد بگویؒ خطیب وامام شاہی مسجدؒ بے اختیار بول اٹھے کہ اس سے تو ہمیں بھی شبہات پیدا ہونے لگ گئے ہیں مگر جب آپؒ نے تردیدی رخ اختیار فرمایا تو مولوی عبدالجبار غزنوی نے مجمع علماء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر صاحب نے جو طرزِ استدلال اختیار کیا ہے اس سے بڑھ کر قادیانیت کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

حضرت مجدد گولڑوی نے چھ دن قیام کیا۔اور مرزا قادیانی کا انتظار کیا' مگر وہ نہ آیا۔اور نہ ہی اس کو آنا تھا۔اسے مناظرہ سے پہلے ہی الہام سکوتی ہو گیا تھا۔آخر مرزا قادیانی کی آمد سے ناامید ہو کر

۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد الدین جہلمی، مولانا محمد علی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد حسن فیضی، خلیفہ تاج الدین احمد، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور خواجہ عبدالخالق جہاں خیلاں شریف، نے خطاب کیا۔ آخر میں آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ اس جلسہ کی مکمل تفصیل روداد جلسہ اسلامیہ کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

مرزا قادیانی نے غالباً یہ خیال کیا کہ حضرت پیر صاحب ایک درویش منش آدمی ہیں وہ اپنے معمولات و مشاغل چھوڑ کر میدانِ مناظرہ میں نہیں آئیں گے اور ہمیں مفت میں شہرت مل جائے گی۔ وہ آپ کی علمیت و قابلیت سے واقف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوزورِ بیان اور حسن گویائی عطا فرمائی تھی۔ مرزا اور مرزائی اس سے آگاہ تھے۔ اسی لئے وہ آپ سے زبانی گفتگو پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ مگر جب اس کی تمام شرائط من وعن قبول کرنے کا اعلان کیا گیا تو پھر تو اسے میدان میں آنا چاہئے تھا۔ لیکن ایک کج وکلاہ درویش کا سامنا کرنے سے کچھ ایسا خوف زدہ اور حواس باختہ ہوا کہ اپنی کامیابی کے بارے میں اپنی ہی پیش گوئیوں کو بھول گیا۔ سچ ہے

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت مردے صاحب دلق نیست

اس واقعہ کے سلسلہ میں قادیانیوں نے عجیب عجیب افسانے تراشے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''مجدد اعظم'' میں جب اس موضوع پر لکھا تو عجیب عجیب عنوان لگائے مثلاً پیر گولڑوی صاحب کا فرار، گولڑویوں کی اشتعال انگیزی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے لاہور جانے سے قادیانی نبوت کا گریبان چاک اور دامن تار تار ہو گیا۔ جس سے کئی گم گشتگانِ راہ از سرِ نو مسلمان ہوئے۔ اور کئی مذبذین راہ راست پر مستقیم ہو گئے۔ (☆) مرزا اور مرزائی اس سے آگاہ تھے۔ اسی لئے وہ آپ سے زبانی گفتگو پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ مگر جب اس کی تمام شرائط من وعن قبول کرنے کا اعلان کیا گیا تو پھر تو اسے میدان میں آنا چاہئے تھا۔ لیکن ایک کج وکلاہ درویش کا سامنا کرنے سے کچھ ایسا خون زدہ اور حواس باختہ ہوا کہ اپنی کامیابی کے بارے میں اپنی ہی پیش گوئیوں کو بھول گیا۔ سچ ہے

مردِ میداں زندہ از اللہ ہوست زیرِ پائے اُو جہانِ چار سوست

چوں زرُوئے خویش بر گیرد حجاب   او حساب است اُو ثواب است او عذاب!!

(پس چہ باید کرد ۹۶)

مردِ حُر از لا الٰہ روشن ضمیر   می نگردد بندہِ سلطان و میر!

بادشاہاں در قباہائے حریر   زرد رُو از سہمِ آں عریاں فقیر!!

(پس چہ باید کرد ۳۲)

مردِ حق از آسماں افتد چو برق   ہیزمِ او شہر و دشت و غرب و شرق

ہیبت حق است ایں از خلق نیست   ہیبت مردے صاحب دلق نیست

(جاوید نامہ ۲۰۷)

اس واقعہ کے سلسلہ میں قادیانیوں نے عجیب عجیب افسانے تراشے ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب ''مجدد اعظم'' میں جب اس موضوع پر لکھا تو عجیب عجیب عنوان لگائے مثلاً پیر گولڑوی صاحب کا فرار، گولڑویوں کی اشتعال انگیزی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے لاہور جانے سے قادیانی نبوت کا گریبان چاک اور دامن تار تار ہو گیا۔ جس سے کئی گم گشتگانِ راہ از سرِ نو مسلمان ہوئے۔ اور کئی مذبذین راہ راست پر مستقیم ہو گئے۔

پیر صاحب کے قیام لاہور کے وقت کی دو باتیں انتہائی اہم اور زبان زدِ خاص و عام بھی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مرزا قادیانی سے مباحلہ ہی کیوں نہیں کر لیتے۔ ایک اپاہج کی بحالی کے لئے مرزا قادیانی دعا کرتے ہیں اور ایک اپاہج (لنگڑے لولے) کی بحالی کے لئے آپ دعا فرمائیں جس کے نتیجہ پر حق و باطل واضح ہو جائے۔ آپ کا گیلانی خون جوش میں آ گیا اور آپ نے فرمایا مرزا قادیانی سے کہہ دو اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو یہ غلام خاتم النبیین ﷺ حاضر ہے۔ قریب ہی مولانا ثناء اللہ امرتسری تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا میری طرف سے عرض کیجئے گا کہ مولوی عبدالکریم خطیب مسجد مرزا

قادیانی (جو کہ لنگڑا تھا) کو ضرور ہمراہ لائیں کیونکہ وہ بوجہ حق الخدمت اس معجزہ کے حقدار بھی ہیں (مہر منیر صفحہ ۲۳۲ از مولانا فیض احمد فیض)

دوسری بات جو حضرت قبلہ عالمؒ نے اس موقع پر ارشاد فرمائی تھی اور اس کا بہت چرچا ہوا وہ یہ تھی کہ آپ نے مرزا قادیانی کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور فصیح عربی نویسی کی تعلی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ علماء کرام کا اصل مقصد تحقیق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے نہ کہ فخر و تعلی ورنہ نبی اکرم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے غلام موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ جائے۔ ظاہر ہے یہ اشارہ حضرت قبلہ عالمؒ کا اپنی طرف ہی تھا۔

۲۵ اور ۲۶ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی کا انتظار کرنے کے بعد ۲۷ اگست کو پیر صاحب کی زیر صدارت بادشاہی مسجد لاہور میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں جید علماء و فضلاء نے قادیانیت کی حقیقت سے عوام الناس کو آگاہ فرمایا اور آخر کار حضرت قبلہ عالم نے اسلام کی سربلندی کے لئے دعائے خیر فرمائی اور علماء کرام و سامعین گرامی قدر کی متفقہ رائے سے طے پایا کہ:۔

"یہ شخص (مرزا قادیانی) مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکانداری چلانا چاہتا ہے اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور متناقض دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار بنایا ہے۔ شرفا کی پگڑیاں اچھالنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے۔ مذہبی مباحث کی جو آزادی ہماری گورنمنٹ نے دے رکھی ہے اس کا غلط اور بے جا استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے۔ آئندہ اہل اسلام مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پروانہ کریں۔ اس سے مخاطب ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں۔ کیونکہ اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔"

جلسہ کا فیصلہ تحریر کرنے کے بعد نیچے کم و بیش ساٹھ علماء کرام کے دستخط کروا کر اسے شائع کر دیا

گیا۔ ثقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا قادیانی نے لاہور آنے سے بالکل ہی انکار کر دیا تو حضرت قبلہ عالمؒ مشائخ کی ایک مختصر جماعت کے ہمراہ قادیان جانے کو بھی تیار ہو گئے (تا کہ برے کو اس کے گھر تک چھوڑ آئیں) مگر مسلمانوں کی اکثریت نے اس اقدام سے منع فرمایا تو حضرت قبلہ عالمؒ اسے باطنی ارشاد سمجھتے ہوئے رک گئے۔

مرزا قادیانی تمام عمر اس شکست کو بھول نہ سکا۔ متحدہ ہندوستان میں اس کا جورِ دِعمل ہوا اس نے مرزا قادیانی کی نیند حرام کر دی تھی۔ گویا اُسے مہر علی شاہ فوبیا (phobia) نامی بخار رہنے لگا۔ چشتی نیزہ مسلسل اسے کچوکے لگا تا رہتا۔ وہ پہروں اس پر سوچتا کہ یہ کیا ہو گیا۔ چنانچہ جب کبھی کسی موضوع پر بھی اس نے کتاب لکھی تو اسے پیر مہر علی شاہؒ یاد آ گئے اور اس نے قوم کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ اپنی ناکامی پہ غلاف چڑھانے لگتا۔ مثلاً مرزا اپنی عربی تالیف ''اعجاز المسیح'' کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''کان احد منھم یقال لہ مھر علی۔ و کان یزعم اصحابہ انہ الشیخ الکامل و الولی الحلی'' (کہ ان میں سے ایک کو مہر علی کہا جاتا ہے اور اس کے متوسلین کا خیال ہے کہ وہ شیخ کامل اور ولی جلی ہے) اپنے تفسیری چیلنج کا ذکر' حضرت مجدد گولڑوی کا ورودِ لاہور کے بیان کے بعد میدان مناظرہ میں لاہور نہ جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''کہ میری جماعت کے لوگوں نے مجھے منع کیا اور میں نے بھی ان کی رائے کو پسند کیا اور لاہور نہ گیا تو مخالفین نے کہنا شروع کر دیا کہ پیر مہر علی شاہ نے میدان فتح کر لیا۔ لوگ اسے عرفان کے پروں پر اڑانے لگے۔ وہ جھوٹ کہتے اور حیا نہیں کرتے' وہ لاف زنی کرتے اور ڈرتے نہیں' وہ افتراء کرتے اور رکتے نہیں۔ اس کی تعریف میں وہ دریا بہائے جا رہے ہیں جن کا وہ مستحق نہیں۔ وہ بے وقوفوں کی طرح مجھے گالی دیتے اور نہایت برے طریقے اور استہزا سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

ان ھذا الرجل ھاب شیخنا وخاف و اکلہ الرعب فما حضر المصاف' وما تخلف الا لخطب خشیئ و خوف غشی و لوبارز لکلمہ الشیخ بابلغ الکلمات و شبح راسہ بکلامہ ھو کا الصفات فی الصفات (مرزا قادیانی۔ اعجاز المسیح ص ۲۸)

''یہ آدمی (مرزا قادیانی) ہمارے شیخ سے ڈر گیا اور ہمارے شیخ کی ہیبت اسے کھا گئی۔ اس کا

میدان میں نہ آنا خوف کی حالت سے دوچار ہونے اور اور خوف کے غلبہ کی وجہ سے تھا۔ اگر وہ مقابلہ پر باہر آتا تو ہمارے شیخ اسے فصیح و بلیغ کلمات سے زخمی کر دیتے اور سفید و روشن کلمات سے اس کا دماغ مفلوج کر دیتے۔"

اور اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں لکھتا ہے:

"ہزار افسوس کہ پیر مہر علی شاہ نے میری اس دعوت کو جس سے مسنون طور پر حق کھلتا تھا اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جانا تھا ایسے صریح ظلم سے ٹال دیا۔ جس کو بجز ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک اشتہار شائع کیا کہ ہم اول نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بحث کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ اس میں اگر تم مغلوب ہو تو ہماری بیعت کر لو اور پھر بعد اس کے ہمیں وہ اعجازی مقابلہ بھی منظور ہے" (مرزا قادیانی تحفہ گولڑویہ۔ ص۲)

اور اپنی کتاب نزول المسیح میں لکھتا ہے۔

"پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنے اشتہار میں لکھا کہ میں بالمقابل تفسیر عربی فصیح میں لکھنے کے لئے لاہور پہنچ گیا ہوں۔ مگر میری طرف سے یہ شرط ہے کہ اول اختلافی عقائد میں زبانی گفتگو ہو اور مولوی محمد حسین بٹالوی منصف ہو۔ پھر اگر منصف مذکور یہ بات کہہ دے کہ عقائد پیر مہر علی شاہ کے درست اور صحیح ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کا خوب ثبوت دے دیا ہے تو فریق مخالف یعنی مجھ پر لازم ہوگا کہ بلا توقف پیر مہر علی شاہ سے بیعت کر لوں۔ پھر بعد اس کے تفسیر نویسی کا مقابلہ بھی ہو جائے گا۔ (نزول المسیح ص۴۴۴ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی اس شکست سے کتنے کرب میں مبتلا تھا۔ اسکا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"افسوس کہ علمی نشان کے مقابلہ میں نادان لوگوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نسبت ناحق جھوٹی فتح کا نقارہ بجا دیا اور مجھے گندی گالیاں دیں۔ اور مجھے اس کے مقابلہ میں جاہل اور نادان قرار دیا۔ گویا میں اس نابغہ وقت اور سحبانِ زماں کے رعب کے نیچے آ کر ڈر گیا۔ ورنہ وہ حضرت تو سچے دل سے بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور اس نیت سے لاہور تشریف لائے تھے۔ پر میں آپ کی جلالتِ شان اور علمی شوکت کو دیکھ کر بھاگ گیا۔" (مرزا قادیانی. مجموعہ اشتہارات۔ جلد سوم۔

ص ۳۷۳)

بادشاہاں در قباہائے حریر زرد رُو از سہم آں عریاں فقیر!

مزید سنئے اور دیکھئے مرزا قادیانی کا دل اس شکست سے کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ لکھتا ہے۔

''مہر علی شاہ گولڑوی کو سچا ماننا اور یہ سمجھ لینا کہ وہ فتح پا کر لاہور سے چلا گیا ہے کیا اس بات پر قوی دلیل نہیں ہے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا ڈر ہے' نہ روزِ حساب کا کچھ خوف ہے ان لوگوں کے دل جرأت' شوخی اور گستاخی سے بھر گئے ہیں۔ گویا مرنا نہیں ہے۔ اگر ایمان اور حیاء سے کام لیتے تو اس کاروائی پر نفرین کرتے جو مہر علی شاہ گولڑوی نے میرے مقابل پر کی ہے۔ کیا میں نے اس کو اس لئے بلایا تھا۔ کہ میں اس سے ایک منقولی بحث کر کے بیعت کر لوں (مجموعہ اشتہارات از قادیانی صفحہ ۳۷۶)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار دعوت مناظرہ میں موضوع' ثالثوں' مقام مناظرہ اور پھر بیعت کا تعین خود کیا تھا۔ حضرت مجدد گولڑوی نے صرف زبانی بحث کی ایک شرط کا اضافہ کیا تھا۔ جس پر مرزا قادیانی نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ ہائے پیر صاحب نے ظلم کر دیا۔ ہائے پیر صاحب نے ظلم کر دیا۔ اور مسلسل روتے چلا جا رہا ہے۔ بیعت کے متعلق مرزا قادیانی کی اپنی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ ''اور اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ کی زبان بند ہو گئی۔ نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف قرآنی میں لکھ سکے۔ یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا۔ تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں۔'' (مرزا قادیانی۔ مجموعہ اشتہارات جلد سوم۔ ص ۳۳۰)

اس کے جواب میں حضرت مجدد گولڑوی نے صرف یہ لکھا کہ۔

''بعد اس کے مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بہ پایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا قادیانی کو بیعت توبہ کرنی ہو گی'' (مہر علی شاہ مجدد گولڑوی۔ حضرت پیر۔ اشتہار قبولیت دعوت مناظرہ۔)

اگر مرزا قادیانی غالب ہونے کی صورت میں فریق ثانی کے بارے میں یہ کہیں کہ'' وہ مجھ

سے بیعت کریں" تو حضرت مجدد گولڑوی کو بھی اس مطالبہ کا حق تھا۔ مگر آپ نے صرف یہ کہا کہ "وہ بیعت توبہ کریں"۔ "مجھ سے" کی قید انہوں نے نہیں لگائی۔ اس کے باوجود انہیں اس طرح مطعون کیا جارہا ہے کہ شاید انہوں نے یہ بات کہہ کر اپنی زندگی کا سب سے بڑا جرم کرلیا۔

قارئین کرام! مرزا قادیانی نے مناظرہ لاہور میں عدم شرکت کی جو وجوہات بیان کیں، ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنی جان کا خوف تھا۔ اور یہ عجیب وغریب وجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسے ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں، اور نیز مخاطب مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کررہے ہیں۔ کہ یہ شخص واجب القتل ہے تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے۔ ان لوگوں کا جوش اس قدر بڑھ گیا ہے کہ بعض کارڈ گندی گالیوں کے ان لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچتے ہیں۔ جو چوہڑوں اور چماروں سے بھی فحش گوئی میں زیادہ ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ بعض تحریروں میں قتل کی دھمکی دی ہے" (محمد صادق قادیانی۔ مفتی: واقعات صحیحہ۔ ص ۵۵)

اس ساری بحث کے بعد گزارش ہے کہ مرزا قادیانی نے بذاتِ خود اس زبانی بحث کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کررکھی تھی۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء تک مرزا قادیانی بالکل نہ بولا۔ اور حیلہ سازی کرتے ہوئے اپنے امتی مولوی احسن امروہی سے اشتہار شائع کرایا کہ ہوسکتا ہے یہ مصیبت ٹل جائے۔ مگر حضرت مجدد گولڑوی نے لاہور پہنچ کر اس کی خواہشوں کو راکھ کا ڈھیر بنادیا۔ اب نہ نگلتے بنے اور نہ اگلنے والی صورت حال ہوگئی۔ اس لئے لاہور کے جو قادیانی حضرت مجدد گولڑوی سے معاملہ طے کرنا چاہتے تھے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد گولڑوی نے انہیں اہمیت نہ دی۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنے دستخطوں سے زبانی بحث سے بالکل انکار نہیں کیا۔ اس شرط کو کالعدم قرار دینے میں کوئی تحریری مطالبہ نہیں کیا۔

خیر مرزا قادیانی کے ان تمام اقوال و اعمال کے بارے میں یہ عمومی تبصرہ تھا۔ لیکن آیئے حضرت مجدد گولڑوی کی اپنی تحریریں پڑھیں کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ ایک ایک جملہ قابل غور،

ایک ایک سوال کا جواب اور واقعات صحیحہ کا بیان ہے۔

خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں موت نظر آتی ہے۔ حالانکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تا کہ خلق اللہ مامور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی کرنا ہے۔ مگر ایسے مامور اور ایسے دین کا علمدار ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو بجائے اس قول پاک آنحضرت ﷺ کے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب آپ انا الرسول الا مرا انا ابن مرتضی کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔ اور امتِ مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ مرزا قادیانی کتاب وسنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لئے پہلے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت باں کروفر کہ ''ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا'' روئے زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اس نے ان تین علماء کو جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری' جناب مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حکم قرار دیا۔ اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ واللہ یعصمك من الناس اور نیز انی مھین من اھانك تیری اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کروں گا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا (دیکھو کتاب لبریہ) اور پھر اسی اشتہار میں اخیر پر یہ لکھوا دیا کہ لعنۃ اللہ علیٰ من تخلّف و ابیٰ۔ مسلمانو غور سے سوچو یہ ایک مکرِ الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی کے اس نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے جو اجابت دعوت کرے ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے گی۔ عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے۔ تصویر فروشی' اشتہار فروشی' تصنیف فروشی' منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت وغیرہ وغیرہ پولٹیکلوں کی اسامی نکل آئیں گے۔ مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین کے الٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہٰذا اس کروفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قادیانی صاحب کی قلمی اور قلبی طاقتیں سلب کر دی گئیں یعنی عدم حاضری کا عذر تک قلم اور منہ سے نہ نکلا۔ باوجود اس کے کہ معتقدین ومخالفین دونوں کی جانب

سے سخت اصرار اور کشمکش بھی ہوئی تخمینا پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پر بید لرزاں کی طرح قلم ہلنے لگا۔ اور اعذار بارده اوہن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپ کو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی یا آپ کے ملہم سے بھی ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اس لئے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے سے تحریر میں کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرے تو اس کے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضروری ہی اس کو غالب کرتا ہے۔ اور اس سے مامور کو فرض منصبی کے رو سے حریف مقابل کے دُو بدو ہونا نہایت ضروری تھا۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز فنا محمدی وعیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی۔ کیونکہ ان کے بارز مین یعنی آنحضرت ﷺ نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں تفسیر لکھتے بھی تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ پہلے علماء کرام کے سامنے قرآن وحدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق وسباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماءِ اسلام انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے۔ تا کہ اس کو قبول کر لیا جاوے۔ اور کس کا مخالف اور جاہلانہ ہے۔ تا کہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہایت ضروری ہے۔ مرزائیوں کی اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشاء پردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر انشاء پردازی بھی وہ جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں مضمون لکھ دے کہ نماز عبادت ہے صرف توجہ الی اللہ سے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل اس امر کو ٹھہرا دے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں

اور فی الواقع ایسا ہو بھی تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے۔ ہر گز نہیں (مہر علی شاہ مجدد گولڑوی۔ حضرت پیر: سیف چشتیائی۔ ص ۷۹)

حضرت مجدد گولڑوی مزید لکھتے ہیں۔

ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجی تھی جس وقت اشتہارِ دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو حکم لکھا تھا کیا اس وقت آپ نے اجابتِ دعوت کو غیر ممکن سمجھا ہوا تھا۔ اس لئے تینوں صاحبان کا نام لکھ مارا۔ اور جب سر پر آ گئی تو اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ ہم شاید یہ بھی تسلیم کر لیتے اگر انہی ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تا کہ ہم ان حضرات کے سوا تین اور اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجئے۔ ورنہ آپ کا کوئی عذر و حیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنے دستخط جواب یا اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو تب ہم آ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ یہ خیال فرما دیں کہ آپ کے مرید امروہی نے ہمیں یہ بات پہنچا دی تھی تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا تھا کہ اگر آپ تقریر کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے بعینہٖ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلا کم و کاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آ ویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات تو ہم پر حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابلِ التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنی ہماری طرف سے اشتہارِ دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔ انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے خوشی کے شادیانے نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار نہ دیتے کہ دیکھوں آسمانی نشان ظاہر ہو گیا پس چونکہ یہی نشان علماءِ اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا تو پھر آپ کیوں نہیں ضد کو چھوڑتے (مہر علی شاہ مجدد گولڑوی۔ حضرت پیر: سیف چشتیائی۔ ص ۷۹)

مرزا قادیانی نے ''اعجاز المسیح'' کے نام سے ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کو تفسیر سورہ فاتحہ شائع کی تو اس کے تمام بلند و بانگ دعاوی عوام الناس پر اظہر من الشمس ہو گئے۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم اور لغوی و نحوی اغلاط سے بھری پڑی تھی۔ یہاں تک کہ تفسیر کے ابتدائی صفحہ پر ہی فی سبعین یوما من شهر صیام (رمضان المبارک کے سترویں دن) پر تو طلبا نے بھی آواز ے کسے کہ قادیان کا رمضان ستر (۷۰) دن کا ہوتا ہے۔

چنانچہ اہل اسلام کے پر زور اصرار پر حضرت قبلہ عالمؒ نے مرزا قادیانی کے دعاوی کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر اپنے قلم کو حرکت دی تو ''سیف چشتیائی'' کی تخلیق ہوئی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہو کر علماء و مشائخ' دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم کی گئی۔ سیف چشتیائی میں حضرت قبلہ عالم نے مولوی محمد احسن امروہی قادیانی کی شمس بازغہ اور مرزا قادیانی کی اعجازی تفسیر سوہ فاتحہ پر انتہائی مظبوط گرفت کی ہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس اعجازی تفسیر پر صرف' نحو' لغت' بلاغت' معانی' منطق اور محاورہ کی غلطیاں نیز سرقہ و تحریف اور اقتباس کے قریباً ایکصد اعتراضات فرمائے ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے بزعم خویش اس معجزانہ کلام میں صرف مقامات حریری ہی سے بیس مسروقہ عبارات کی نشاندی کی ہے جہاں مرزا قادیانی نے حریری کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور شمس بازغہ کے صفحہ بہ صفحہ اندراجات کر کے علی الترتیب ایسے مسکت جوابات دیئے کہ علمائے وقت میں امروہی قادیانی کے علمی افلاس کا ڈھنڈھورا پٹ گیا۔

سیف چشتیائی کے ایڈیشن ۱۹۸۱ء کے پیش لفظ میں جناب محمد حیات خان فرماتے ہیں سیف چشتیائی اپنے نادر استدلال اور بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح و دلنشین انداز اور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی۔ خصوصاً طبقہ علماء میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۵۷ کے ذیل میں لکھا ہے کہ حیات و موت عیسوی کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ شیخ الحدیث دیو بند علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیواۃ عیسیٰ علیہ السلام کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح کے موضوع پر ایک کافی و شافی تحریر قرار دیا ہے۔ ہندوستان

کے مشہور مفتی اور مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل مولانا فضل حق رامپوری نے اجمیر شریف کے عرس کے موقع پر حضرت بابو جیؒ سے حضرت قبلہ عالمؒ کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا ''یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوئے ہیں لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی''۔

''مہر منیر'' کے مصنف مولانا فیض احمد فیض نے صفحہ ۲۵۰ پر کسی صاحب کا نہایت عالمانہ قول تحریر کیا ہے۔فرماتے ہیں قادیانیت کی تمام کائنات 'سیف چشتیائی کے ان دو فقروں سے واضح ہو جاتی ہے۔اول یہ کہ مرزا قادیانی نے حضرت قبلہ عالمؒ کے متعلق لکھا (معاذ اللہ) وہ خبیث ہے اور خبیث ہے وہ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے۔اس کے جواب میں حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں مرزا قادیانی مجھے تو بے شک منہ بھر کے گالیاں دے لے مگر اللہ کے فضل سے ہمارے منہ سے اکثر کلام ربانی اور تسبیح وتہلیل کے کلمات نکلتے رہتے ہیں اس لئے انہیں گالی دے کر مستوجب سزا نہ ہوں۔

دوم مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ معراج نبوی ﷺ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور میں خود اس قسم کے کشف کا صاحب تجربہ ہوں۔اس کے جواب میں حضرت قبلہ عالمؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے معراج شریف کے نتیجہ میں پانچ وقت کی نماز ثابت ہوئی مگر تیرا کشف یا خواب وخیال محمدی بیگم کے نکاح آسمانی کو ایک لمحہ تک کے لئے وجود میں نہ لا سکا۔یہ مالیخولیانہ خیالات معراج نبوی ﷺ سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

نیز سیف چشتیائی میں ہی حضرت قبلہ عالم نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابو ہریرہؓ درج فرما کر لکھا تھا اس حدیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ حج وعمرہ کے لئے مدینہ منورہ تشریف لائیں گے اور حضرت نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کریں گے مگر میں دعویٰ کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کو مدینہ منورہ حاضر ہونے اور سلام عرض کرنے وجواب سلام حاصل کرنے کا شرف کبھی حاصل نہ ہوگا۔چنانچہ اس پیشین گوئی کے بعد بھی مرزا قادیانی کئی سال زندہ رہا مگر اسے مدینہ منورہ حاضری کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

آپؒ کی اس مایہ ناز تصنیف کی اہمیت مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری مصنف "صاعقہ رحمانی بر نخلِ قادیانی" کے اس مکتوب سے واضح ہوتی ہے جو انہوں نے آپؒ کی خدمت میں ارسال کیا آپ فرماتے ہیں "مرزائیوں کی کتاب عسلِ مصفّٰی" پڑھکر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے مگر الحمد للہ کہ جناب کی تصانیف "سیف چشتیائی" اور "شمس الہدایت" نے میرے مذبذب دل میں تسلی بخش امرت ٹپکایا۔ نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے" (کاروان تحریک ختمِ نبوت کے چند نقوش صفحہ ۷۷۔ از طاہر رزاق)

اس کے علاوہ جب ۳۔۱۹۰۲ء میں قادیانیوں نے اپنے خلاف مولوی کرم الدین دبیر آف بھیں ضلع جہلم کی طرف سے دائر کردہ مقدمات میں حضرت قبلہ عالمؒ کو بطور گواہ طلب کرنے کے لئے ہزار جتن کئے تا کہ حضرت قبلہ عالمؒ کو گورداسپور اور جہلم کے اضلاع کے سفر کی تکالیف اٹھانا پڑیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ سرکارِ گولڑوی کو ان تکالیف سے محفوظ و مامون رکھا۔ ادھر مولوی کرم الدین دبیر صاحب جب مقدمہ جیت گئے تو انہوں نے واضح طور پر اقرار کیا کہ اتنی بڑی منظم جماعت کے مقابلہ میں میرا کامیاب ہونا محض فضل ربانی اور حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ کی نظر التفات کا نتیجہ ہے۔ یاد رہے کہ مولوی کرم الدین دبیر حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید بھی نہ تھے۔

مرزا قادیانی کو جب اپنی شکست یاد آتی تو وہ حضرت مجدد گولڑوی پر سب وشتم کرنے لگتا اور "لاتنابزوا بالالقاب" کے حکم خداوندی کو بھول جاتا۔ ہم مرزا قادیانی کی زبان کی شائستگی کی مثالیں اختصار کی وجہ سے پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن صرف "اعجاز احمدی" میں حضرت مجدد گولڑوی کے متعلق ۴۷ اشعار میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی بعض چیزیں پیش کرتے ہیں اور باقی کتابوں کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ مثلاً خبیث، ملعون، کمینہ، لئیم، بد بخت، سیاہ دل، دیو، متکبر، جھوٹا، موذی، مفسد، میرا دشمن، شیخ الضلالت، تو، تیری، انگلیاں اور تیرا قلم تباہ ہو جائے گولڑا کی زمین تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی۔

ظاہر ہے ایسی پاکیزہ زبان کسی مسیلمہ اور اسود عنسی کے جانشین کی ہی ہو سکتی ہے۔ صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع اور اطاعت گزار کی نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب میں مرزا قادیانی نے بڑی عجیب وغریب بات کی ہے۔ حضرت مجدد گولڑوی کا ذکر کرتے ہی اسے اپنی شکست یاد آ گئی۔ آپ کو یقین دلانے لگا کہ میں بڑا سچا آدمی ہوں اور میں حقیقتاً آپ سے کہہ رہا ہوں کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں۔ میری کلام وحی ہے۔ آپ میری تکذیب چھوڑ دیں۔ اور جب بالکل عاجز آ گیا تو آپ سے کہنے لگا

فان کنت کذابا کما انت تزعم　　متعلیٰ وانی فی الانام احقر

پس اگر میں جھوٹا ہوں جیسا کہ تو گمان کرتا ہے　　پس تو اونچا کیا جائے گا اور میں لوگوں میں حقیر کیا جاؤں گا۔

اگر مرزا قادیانی کے اسی شعر کو حق وصداقت کا میزان تسلیم کر لیا جائے تو وہ اپنے قول کے مطابق ہی ایک جھوٹا نبی اور کاذب زماں ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت آج کسی سے پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی کی تعلیمات کو عالم اسلام میں غیر اسلامی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے پیروکار مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قانوناً داخل نہیں ہو سکتے۔ انہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ ان پر اذان دینے اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے اور دوسرے اسلامی شعار کو اپنانے پر پابندی ہے۔ یہودیوں کی طرح ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہو چکی ہے۔ اور اب وہ سازشوں کے ذریعہ خود کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت مجدد گولڑوی کے نام اور کام کی روز بروز شہرت ہو رہی ہے۔ برعظیم پاک و ہند میں جو عزت وشہرت آپ کو حاصل ہے وہ تو مہر نیمروز کی طرح واضح ہے لیکن یورپ، فرانس اور افریقی ممالک میں بھی آپ کا چرچا ہے۔ آپ کے نام پر انجمنیں اور جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور دین اسلام کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ اس سے مرزا قادیانی کے قول کے مطابق فیصلہ ہو گیا ہے۔ عالم اسلام میں ذلیل ورسوا کون ہے اور مسلمانوں میں صاحب عزت وعظمت کون ہے۔ کس کا نام حقیر ہے اور کس کا نام بلند ہے۔ اس لئے قادیانیوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے فیصلہ کے مطابق حق وصداقت کی علمبردار شخصیت حضرت مجدد گولڑوی کے معتقدات ونظریات کو قبول کر کے از سر نو اسلام کے حلقہ بگوش ہوں۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے تحفظ ختم نبوت کی جو تحریک شروع کی تھی۔ اور اپنے ارادت مند

علماء کرام کی ایک جماعت تیار کی تھی، اسے ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا تھا۔ حضرت مولانا محمد غازی اور مفتی عبدالرحمٰن جونپوری تو خانقاہ میں مقیم رہے، مولانا قائم علی چشتی فاضل لاہوری کو کشمیر بھیجا تاکہ حکیم نورالدین قادیانی کی کوشش سے کشمیر کے مسلمانوں میں جو تذبذب اور کشمکش پائی جاتی تھی اس کو دور کیا جاسکے۔ چنانچہ فاضل لاہوری نے سری نگر کو مستقر بنا کر قادیانیت کے اثرات کو زائل کیا۔ پنجاب کے صدر مقام لاہور میں مفتی سلیم اللہ لاہوری اور مولانا غلام احمد حافظ آبادی کی موجودگی کے باوجود ایک جو شیلے نوجوان عالم مولانا محمد حسن فیضی کو راولپنڈی سے لاہور بھیجا۔ ان حضرات نے لاہور میں قادیانیت کا ناطقہ بند کر دیا۔ مولانا قاضی قدرۃ اللہ سرحدی سرحدی علاقوں میں قادیانی نظریات کے آگے سد سکندری بنے رہے۔ ان کی باطل شکن تقریروں، وعظوں، اور کوششوں سے سرحدی علاقہ قادیانیت سے قبل از وقت آگاہ ہو گیا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن والی افغانستان آپ کی معرفت حضرت مجدد گولڑوی سے متعارف ہوئے اور خط و کتابت کی۔ اس طرح امیر حبیب اللہ والی افغانستان آپ کی خدمت میں گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور کئی دن قیام کر کے آپ سے استفادہ کیا۔ افغانستان کے یہ دونوں امیر، حضرت مجدد گولڑویؒ سے تعلق و نسبت کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں بڑے مستحکم تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے دو خلیفے میاں عبدالرحمٰن اور میاں عبداللطیف جب افغانستان میں داخل ہوئے تو انہیں یکے بعد دیگرے امیر عبدالرحمٰن نے ۱۳۱۹ھ میں اور امیر حبیب اللہ نے ۱۳۲۱ھ میں قتل کرا کے افغانستان کو ہمیشہ کے لئے قادیانیت سے پاک کر دیا۔ مفتی غلام مرتضیٰ ساکن میانی ضلع سرگودھا قادیانیت کی تردید میں ہمیشہ پیش پیش تھے۔ قیام لاہور کے زمانہ میں حکیم نورالدین قادیانی کو علماء کے ایک مجمع میں ساکت و صامت کر دیا۔ اور پھر ۱۸۔۱۹ اکتوبر میں موضع ہریا ضلع گجرات میں ایک قادیانی مولوی جلال الدین شمس سے ایک تحریری مناظرہ کیا۔ جس میں قادیانی مولوی کو نہایت ذلت آمیز شکست ہوئی۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی نے ۱۹۲۶ء میں ریاست بہاولپور کی عدالت میں پیش ہو کر یہ ثابت کیا کہ مسلمان عورت کا نکاح قادیانی مرد سے نہیں ہوسکتا کیونکہ قادیانی مرتد ہے۔ پھر یہی مقدمہ جب ریاست بہاولپور کی عدالت عالیہ میں پیش ہوا۔ اور سات برس تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ چنانچہ مولانا گھوٹوی نے انجمن موئید الاسلام قائم کی جس کے زیر اہتمام اس مقدمہ کا نظام چلتا رہا۔ آخر کار فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ مولانا گھوٹوی نے اس موقع پر

دوسرے گروہ کے علماء کو جمع کیا اور حضرت مجدد گولڑوی کی جاری کردہ ''تحریک ختم نبوت'' میں تازہ ولولہ پیدا کر دیا۔ اس تمام کاروائی کے پس پشت حضرت مجدد گولڑوی کی ہدایات تھیں۔

الجیٹھ بالجیٹھ ۱۹۰۷ء میں مرزا قادیانی نے ایک بار پھر پیر صاحب کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کی اور ایک پیش گوئی داغی کہ جیٹھ (دیسی مہینوں میں تیسرا مہینہ) تک قبلہ عالمؒ اس دار فانی سے کوچ کر جائیں گے۔ یہ سن کر ضلع سرگودھا کے میاں محمد قریشی جو قبلہ عالمؒ کے پیر بھائی اور محب صادق تھے گولڑہ شریف پہنچے اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قبلہ عالمؒ سے اپنی حفاظت کا مناسب انتظام رکھنے کی استدعا کی مبادا کوئی قادیانی حملہ کر دے۔ حضرت پیر صاحب نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا میاں محمد موت تو برحق ہے ہر کسی کو مرنا ہے مگر تسلی رکھو اس جیٹھ میں ہم نہیں مرتے خدا کی شان جب جیٹھ کا مہینہ آیا تو مرزا قادیانی خود لاہور میں ٹٹی خانہ میں گر کر عبرتناک موت مر گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار اسی سال جب سیال شریف کے عرس مبارک پر حضرت قبلہ عالمؒ اور میاں محمد قریشی کی ملاقات ہوئی تو حضرت قبلہ عالمؒ نے میاں صاحب سے فرمایا الجیٹھ بالجیٹھ یعنی جیٹھ جیٹھ سے بدل گیا۔

حضور قبلہ عالمؒ کی رد قادیانیت کے سلسلہ میں خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک اکثر مورخ و محقق اپنی کتب اور تحریروں میں تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں کہ حضرت پیر صاحبؒ کی علمی اور روحانی قیادت اس تحریک کی شکست میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔

مستقل تصنیفات کے علاوہ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کے کئی ایک فتاویٰ بھی مختلف کتب میں موجود ہیں جن میں اعلیٰ حضرت نے سائلوں کو بڑے کافی وشافی انداز میں مطمئن کیا ہے۔ ان میں سے مولانا حبیب اللہ امرتسری کے وہ آٹھ سوالات اور قبلہ عالم کی طرف سے ان کے جوابات قابل ذکر ہیں جن کا ذکر مولانا موصوف نے اپنی کتاب ''صاعقہ رحمانی برنخل قادیانی'' میں کیا ہے۔ صاعقہ رحمانی برنخل قادیانی حکیم خدا بخش قادیانی کی ایک ضخیم کتاب عسل مصفی کے جواب میں لکھنا شروع کی گئی تھی۔

قادیانیت کے لئے شمشیر برہنہ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ بروز منگل ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو اس دار فانی سے دار بقا کی طرف سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کی روح پرفتوح پر کروڑوں رحمتیں اور سعادتیں نازل فرمائے۔ آمین

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے ۱۳۰۹ھ میں جس تحریک کا آغاز کیا تھا ۱۳۹۴ھ میں وہ اپنی انتہا کو پہنچی۔ آخر حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ختم نبوت کے مشن کی تکمیل کردی۔ اور پھر پورے عالم اسلام میں اسی فیصلہ کی تشہیر کی گئی اور روئے زمین کے مسلمان قادیانیت کی فریب کاری سے آگاہ ہوگئے۔

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

مولانا نواب الدین ستکوہی

مولانا نواب الدین ستکوہی کے بیٹے حافظ مظہر الدین کا ایک مضمون ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے ختم نبوت نمبر میں شائع ہوا تھا۔ ماہنامہ ضیائے حرم کے شکریہ کے ساتھ وہی مضمون میں اپنی کتاب کی زینت بنا رہا ہوں۔ حافظ مظہر الدین صاحب فرماتے ہیں۔ ''میرے والد ماجد مولانا نواب الدین صاحب قصبہ رمداس ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب چونکہ (مراد حضرت خواجہ سراج الحق کرنالوی ہیں) حضرت کے خلیفہ اعظم تھے اور غیر معمولی اوصاف و کمالات کے حامل تھے۔ اس لئے انہیں قادیان کے خطرناک محاذ ستکوہا پر متعین کیا گیا جو قادیان سے تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ بٹالہ سے اگلے سٹیشن چھینا سے اتر کر قادیان جانے والوں کو رہگذر میں اہم مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب والد صاحب قادیان پر حملہ آور ہوتے تو تیزی سے دیہات میں یہ خبر پھیل جاتی کہ مولوی صاحب مرزا سے مناظرہ کرنے جا رہے ہیں۔ دیہاتی عوام اپنے ہل چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ یہ واقعہ میری پیدائش سے چند سال پہلے کا ہے کہ مرزا قادیانی اور حکیم نور الدین سے گفتگو کا سلسلہ صرف علمی مباحث تک ہی محدود نہ رہتا بلکہ والد صاحب اسے شدید مطعون بھی کرتے۔ یہ خبریں تو مجھ تک عینی شاہدوں کے ذریعے بکثرت پہنچی ہیں کہ مرزا قادیانی دق ہو کر عجز و انکسار کی راہ اختیار کر لیتا اور اپنے دعووں کی تاویلیں کرنے لگتا۔ مرزا کی موت کے بعد مناظروں کا دور شروع ہوا تو والد صاحب پنجاب کے عظیم مناظر ہونے کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کرنے لگے۔

ان کے مناظروں میں زبانی کلامی ہی باتیں نہ ہوتی تھیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز بھی ہو جاتا تھا۔ بہت کم مناظرے ایسے ہوئے ہوں گے جن میں والد صاحب نے اپنے چھ سات فٹ کے لٹھ کا استعمال نہ کیا ہو۔

غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ پاکپتن شریف کی درگاہ میں والد صاحب سے جو مناظرہ ہوا تھا۔ اس میں والد صاحب نے لٹھ سے کام نہ لیا تھا۔ شاید یہ اس لئے کہ یہ ان کے پیر و مرشد کی درگاہ تھی۔ اس

وقت پاکپتن شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک تبحر عالم دین مولانا عبدالحق صاحب تھے جو یہیں کے ایک زمیندار بھی تھے۔ مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے مولانا تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ مرزائی بڑے کروفر کے ساتھ آئے تھے۔ میں ان کی کتابوں کے انبار اور ان کا کرو فر دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ میرے والد صاحب کے پاس تو کوئی کتاب نہیں وہ کیسے مناظرہ کریں گے! چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحب سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبدالحق صاحب سے فرمانے لگے کہ دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے۔ پھر مولانا سے فرمایا۔ اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تائید ربانی سے ہوتا ہے اور الحمدللہ یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہی ہے۔ میں نے زندگی میں ارباب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کیے ہیں۔

یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کے لئے کہنہ مشق اور گرگان باراں دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے تبحر علمی، زور خطابت، شخصیت، ذہانت و ظرافت اور شجاعت و بہادری سے قطعی طور پر نا آشنا تھے۔ ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے۔ جلال الدین شمس، عبدالرحمٰن اور سلیم۔ الحمدللہ اسی مناظرے میں ۳۰ آدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے۔"

آپ مزید لکھتے ہیں کہ محمدی بیگم کے قصبہ "پٹی" میں جب والد صاحب کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملا کر بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ والد ماجد نے متعدد بار کڑک کر کہا کہ ادھر دیکھو! لیکن وہ آنکھ چرا رہا تھا۔ سٹیج پر بیٹھے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت! ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ جادوگر ہیں اور آپ کی آنکھوں میں سحر ہے۔ یہ سن کر والد صاحب ہنس پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا۔

تم نے جادو گر اسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغؔ بنگالی نہیں

ضمناً یہ بات بھی سن لیجئے جو میں نے والد ماجد کی زبان سے سنی ہے۔ فرمایا کہ ایک روز قادیان سے گزر ہوا تو میں نے احباب سے کہا کہ مرزا قادیانی سے ملے بغیر یہ سفر نا تمام رہے گا۔ آؤ مرزا

سے ملتے چلیں۔ جب میں گیا تو مرزا اور حکیم نور الدین چند لوگوں کے سامنے مثنوی مولانا روم کے اشعار پڑھ رہے تھے' مرزا کی زبان سے مولانا کی تعریف و توصیف سن کر میں نے کہا کہ مولانا روم تو حیاتِ مسیح کے قائل ہیں فرماتے ہیں ؎

عیسٰے و ادریس چوں ایں راز یافت
برفرازِ گنبد چارم شتافت

عیسٰے و ادریس برگردوں شدند
زاں کہ از جنسِ ملائک آمدند

مرزا نے جواب دیا کہ یہ ان کی انفرادی رائے ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی رائے انفرادی نہیں؟ یہ اجتماعی ہے؟ مرزا نے جھٹ حکیم نور الدین سے کہا کہ بھئی! مولانا کے لئے چائے لاؤ۔ ایک صاحب نے جھٹ پوچھا کہ حضرت! آپ نے چائے پی؟ فرمایا: استغفر اللہ! یہ کیسے ممکن تھا۔

یہاں مجھے بے اختیار ایک واقعہ یاد آ گیا اور وہ یہ کہ والد صاحب نے اپنی موت سے ہفتہ عشرہ پہلے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹے مظہر! اللہ کریم مجھے بخش دے گا تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمانے لگے کہ اعمال کے باعث نہیں' اعمال کا محاسبہ ہو تو مجھے جہنم کا کوئی مناسب گوشہ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے زندگی میں مرزائیوں کو بہت مارا ہے اسی لئے امید ہے کہ اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔

جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر گورداس پور کی کچہری میں آیا تو والد صاحب بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے اور مرزا کے گرد لوگوں کا حلقہ توڑ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا۔ بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا تو بتا! کہ مجھ جیسے وجیہہ انسان کو بھیجتا یا تجھ جیسے بجو کو؟ یہ سن کر حاضرین کے انبوہ سے ایک قہقہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ والد صاحب کی روانگی کے وقت ہی خواجہ سراج الحق صاحب کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی صاحب مرزا سے باتیں کرنے کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ بہت جلد حضرت بھی پہنچ گئے اور والد صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔

میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہمارے خاندان میں سے ایک خاتون کا رشتہ ایک مرزائی سے ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص مرزائی ہے تو والد صاحب کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کافر سے مسلمان خاتون کا رشتہ جائز نہیں لیکن میرے ماموں ابراہیم تحصیل دار جو مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے والد تھے اگرچہ مرزا کے بہت خلاف تھے اور مرزا کے رد میں بالعموم یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ میں نے اور مرزا قادیانی نے سیالکوٹ میں پٹواری کا امتحان دیا وہ فیل ہو گیا اور میں پاس ہو گیا۔ جو شخص پٹواری نہ بن سکے' وہ فرستادہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہیئے کہ ہمارے خاندان کی لڑکی عدالت میں نہ جائے۔ چنانچہ والد صاحب نے یہ کہہ کر موصوفہ سے نکاح کر لیا کہ عدالت کا معاملہ میں خود نپٹ لوں گا۔

مرزائیوں کو جب اس نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک جاری رہا۔ انجام کار والد صاحب کو فتح ہوئی اور میری دوسری والدہ مرزا بشیر الدین اور چوہدری ظفر اللہ خاں کی انتہائی سعی و کوشش کے باوجود ایک بار بھی عدالت میں پیش نہ ہو سکیں۔

جب مرزا بشیر الدین بطورِ گواہ عدالت میں آیا۔ تو ظفر اللہ خان نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بشیر الدین کو عدالت میں کرسی ملنی چاہیے۔ ادھر سے یہ تقاضا تھا کہ کرسی ملے تو دونوں کو ورنہ دونوں کھڑے رہیں۔ والد صاحب بیٹھنے پر کھڑا رہنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ کافی بحث کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ دونوں کھڑے رہیں۔ بشیر الدین اور ظفر اللہ پر والد صاحب کی جرح دیدنی تھی جس کا تھوڑا سا تصور اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ والد صاحب کہہ رہے تھے کہ برخوردار! تیرے والد کو حیض آتا تھا؟ اور ظفر اللہ سٹپٹا رہا تھا۔ مختصر یہ کہ تنسیخ نکاح کا یہ پہلا مقدمہ تھا جو والد صاحب نے جیتا۔ مقدمہ بہاولپور بہت بعد کی بات ہے۔

سطا۱ تحریک ختم نبوت کے دوران تنسیخ نکاح کے سلسلے میں جتنی تحریریں میرے سامنے آئی ہیں ان میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ مولانا نواب الدین ستکوہی نے جیتا تھا۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

یہاں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب مرزا قادیانی نے محمدی بیگم سے اپنے آسمان پر نکاح ہونے کا دعویٰ کیا تو والد صاحب محمدی بیگم کے قصبہ ''پٹی'' پہنچ گئے یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سحر بیانی اور روحانی قوت سے ''پٹی'' کے مغلوں کو اپنے حلقہء ارادت میں شامل کر لیا۔ محمدی بیگم کا خاندان والد صاحب کا مرید ہو گیا۔ یوں مرزا قادیانی کا آسمانی نکاح زمین پر نہ ہو سکا۔ یہ والد صاحب کا مرزا پر سیاسی حملہ تھا۔ پٹی میں والد صاحب کے ورود مسعود کی داستان ان کے ایک مرید مشہور صحافی اور شاعر حاجی لق لق مرحوم کے قلم سے چند سال پیشتر ہفت روزہ چٹان میں چھپ چکی ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر کے اسلامی اجتماعات کے اشتہارات کو اگر دیکھا جائے تو ان میں والد صاحب کے نام کے ساتھ فاتح قادیان کے الفاظ ملیں گے۔ یہ خطاب علمائے اسلام نے والد صاحب کو اسی لئے دیا تھا کہ انہوں نے تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ جیتا تھا۔ ورنہ مناظر تو اس عہد میں اور بھی تھے۔

غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ مرزائیوں نے ریاست جموں کشمیر کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اس فتنے کے سدباب کے لئے جموں میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی اور مشاہیر علمائے اسلام کو دعوت نامے بھیجے۔ ان میں والد صاحب کا نام بھی تھا۔ یہ وہ عہد تھا کہ والد صاحب اپنے آبائی وطن رمداس ضلع امرتسر میں تشریف لا چکے تھے۔ اس وقت ہمارا عظیم الشان مکان زیر تعمیر تھا اور والد صاحب کی ساری توجہ مکان کی تعمیر پر مرکوز تھی۔ اسی دوران میں حضرت امیر ملت کا دعوت نامہ آ گیا اور والد صاحب تمام کام چھوڑ کر جموں روانہ ہو گئے۔ روانگی کے وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم بھی چلو گے! لیکن اس عہد طفولیت میں میری تمام تر توجہ اپنے کبوتروں پر مرکوز تھی۔ میں نے جواب دینے میں ذرا تامل کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ تیرے کبوتروں کی حفاظت کے لئے میں خاص آدمی مقرر کر دیتا ہوں۔ جموں میں میں مرزائیوں کو چو پٹخنیاں دوں گا۔ وہ تیرے کبوتروں کی قلابازیوں سے بہتر ہوں گی۔ مزہ نہ آیا تو کسی کے ساتھ بھیج دونگا۔ یہ سنکر میں ہنس پڑا اور ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔

اس منظر کو دیکھنے والے لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔ کانفرنس میں زیادہ تر والد ماجد ہی کی

تقریریں ہوتی تھیں۔ اس معرکے سے خوش ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ والد صاحب کو اپنے ساتھ علی پور شریف لے گئے اور والد صاحب کا قیام طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔ ہر روز رات کو والد صاحب کی تقریر ہوتی تھی اور دن علمی و عرفانی باتوں میں گزرتا تھا۔ ایک بچے کے لئے ایسے ماحول میں زیادہ دیر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ میں گاؤں میں گھومنے پھرنے لگا بلکہ حضرت امیر ملت خود فرماتے کہ مظہر! جاؤ مسجد مدرسہ اور تہہ خانے دیکھ آؤ! ایک روز میں واپس آیا تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مسجد اور مدرسہ پسند آیا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمانے لگے کہ بس تعلیم کے لئے یہیں آ جاؤ۔ مختصر یہ کہ یہیں سے صاحبزادگان سے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مرزائیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ مولانا دیدار علی شاہ صاحبؒ اور والد ماجد کا جموں کشمیر میں داخلہ قانوناً بند کرا دیا۔ اس سے عوام نے اور بھی خوشگوار اثر لیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ مرزائی مسلمان علماء کی تاب نہیں لا سکتے۔

میرے عنفوان شباب میں والد صاحب کے مرزائیوں سے جو مناظرے ہوئے انہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مجھے تمام سوالات و جوابات یاد ہو گئے جنہیں میں نے قلم بند کر کے خاتم المرسلین کے نام سے شائع کر دیا۔ یہ میری پہلی تصنیف تھی جس پر استادِ محترم ابوالبرکات سید احمد صاحبؒ والد ماجدؒ اور مولانا مرتضےٰ احمد خان میکشؒ نے تقریظیں لکھیں۔ میرے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد والد صاحب کے جو مناظرے ہوئے ان کی علمی باتیں اب تک میرے حافظے میں محفوظ ہیں۔ خدا نے چاہا تو سب باتیں کبھی ضیائے حرم میں لکھوں گا۔

جن نفوسِ قدسیہ نے تبلیغ حق کے اس سلسلہ میں حضرت خواجہ سراج الحق صاحب اور والد ماجد کا ساتھ دیا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان کا تذکرہ بھی کروں لیکن ان کی فہرست بڑی طویل ہے۔ مختصر طور پر یہی کہہ سکتا ہوں کہ حضرت خواجہ کے ساتھ درویشوں کی ایک جماعت ہوتی تھی جنہیں دیکھ کر یہ گمان گزرنے لگتا تھا کہ سلف صالحین کی کوئی جماعت قبروں سے نکل آئی ہے۔ دراز قامت' چہرے درخشندہ' طویل ڈاڑھی' مو دراز۔ ہاتھ میں لمبا عصا اور تسبیح۔ اور رنگین لباس میں ملبوس' قدسیوں کی اس جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ کسی گاؤں میں پہنچتے تو لوگ جمع ہو جاتے۔ غایت درجہ عقیدت و محبت کا اظہار کرنے لگتے اور

دعاؤں اور تعویذات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ نمازِ تہجد کے بعد حضرت خواجہ ذکر خیر فرماتے تو سامعین پر وجد و کیف کا عالم طاری ہو جاتا۔ مرزائیوں میں ذوق وشوق کی یہ متاع کہاں تھی! وہ عوام کا تاثر زائل کرنے کے لئے کمال بے حیائی سے یہی کہتے کہ یہ جذب وشوق نہیں نئی گندم کھانے کا اثر ہے لیکن ایسی خرافات سے عوام کے تاثر کا زائل ہونا ممکن نہ تھا۔

والد ماجد کے ساتھ زیادہ تر تعداد علما فضلا ادبا شعرا کی ہوتی تھی جن میں حفیظ جالندھری، مرتضےٰ احمد خان میکش، حاجی لق لق، عبدالمجید قریشی (سیرت کمیٹی والے) اور محمدی بیگم کے ایک قریبی عزیز مرزا نوازش علی بیگ بھی شامل تھے۔ مولانا عبدالمجید سالک بھی کبھی کبھار آ جاتے۔ خیر یہ تو معروف شخصیتوں کا ذکر ہے غیر معروف شخصیتوں میں بھی بڑے باکمال لوگ موجود تھے۔ زندگی میں کبھی فرصت ملی تو اس داستان کو پوری تفصیل سے لکھوں گا اور ان اصحاب کا بھی ذکر کروں گا۔ جنہوں نے مرزائیوں کے ساتھ مقدمہ میں سات سال تک اپنا سرمایا صرف کیا ان لوگوں کو بڑی شدت سے یہ احساس تھا کہ اگر ہمارے پیرو مرشد مقدمہ ہار گئے تو مرزائیوں کو بڑی تقویت ملے گی۔

آخر میں مَیں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تمام خواجگانِ چشت کے عرسوں کی تاریخیں ہجری سن کے اعتبار سے مقرر چلی آ رہی ہیں۔ بخلاف اس کے خواجہ سراج الحق راحتؒ نے جب گورداسپور میں عرس کا افتتاح کیا تو عرس کی تاریخ عیسوی سن کے اعتبار سے مقرر کی۔ میرے عہد طفولیت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت! اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی کیوں مقرر کی گئی ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ انہی تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ ادھر نہ جائیں بلکہ ادھر آئیں۔ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کو کس قدر فکر تھی۔ عین ممکن ہے کہ یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیرو مرشد صوفی محمد حسین صاحب مرادآبادی کے ایما اور مشورہ سے اختیار کی ہو۔

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

(پ۔۱۹۵۸)

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی" کے مصنف ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں متعدد مرتبہ تحریری مقابلوں میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والے بلند پایہ مصنف، شہرہ آفاق خطیب پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد مولوی محمد شاہ انبالوی کے گھر ۵ مارچ ۱۹۵۸ کوننکانہ صاحب میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ننکانہ صاحب میں حاصل کی بعدازاں جامعہ پنجاب سے ایم اے تاریخ، ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان دنوں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔ کافی عرصہ تک نیول ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں ملازمت کے بعد ان دنوں اپنے آبائی شہر ننکانہ صاحب کے گورنمنٹ کالج میں بطور لیکچرار اسلامیات خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ ایک منجھے ہوئے قلمکار اور شعلہ نوا خطیب ہیں۔ ننکانہ صاحب کی معروف ترین جامع مسجد پرانے ہسپتال والی میں جمعہ کا خطاب ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کے اکثر خطبات عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی بیخ کنی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنی علمی تسکین کی خاطر ایک وسیع لائبریری ''گوشہ محققین'' کے نام سے قائم کر رکھی ہے۔ جس میں تقریباً تمام موضوعات پر کثیر تعداد میں کتب موجود ہیں اور اہل علم وقلم افراد کے لئے ہروقت کھلی رہتی ہے۔ آپ نے اپنے وسیع تر مطالعہ کی بدولت مختلف موضوعات پر علمی تحریریں رقم فرمائی ہیں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور ردِ قادیانیت آپ کے پسندیدہ موضوع تحریر ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونیوالے انعامی تحریری مقابلوں میں حصہ لے کر متعدد مرتبہ گولڈ میڈل حاصل کر چکے ہیں۔

ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں آپ کے جو علمی مقالہ جات مختلف مجلوں میں صفحہ قرطاس کی زینت بن چکے ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آیہ ختم نبوت اور اردو مفسرین (۲) آیۃ ختم نبوت اور انگریزی مترجمین ومفسرین (۳) آیۃ تکمیل دین۔ (۴) علامہ اقبال اور عقیدہ ختم نبوت (۵) امام احمد رضا اور عقیدہ ختم نبوت (۶) عقیدہ ختم نبوت اور اعلیٰ حضرت کا نعتیہ کلام (۷) اعلیٰ حضرت اور مرزا قادیانی، (۸) قادیانیت اور مسئلہ کشمیر (۹) مرزا

قادیانی اور اس کے کفریہ عقائد (۱۰) فتنہء قادیانیت کا خاتمہ کیوں اور کیسے ممکن ہے۔ (۱۱) عقیدہ ختم نبوت اور مرزا قادیانی۔

ان مقالہ جات کے علاوہ آپ نے مندرجہ ذیل کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

(۱) عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ:

آپ کا گرانقدر مقالہ ''عقیدہ ختم نبوت'' ۱۹۸۸ میں ماہنامہ حکمتِ قرآن میں شائع ہوا تو قادیانیوں کی طرف سے اس پر اعتراضات آنے شروع ہو گئے جن میں بزرگانِ امت کی تحریروں کو سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی اکثر بزرگان امت اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت مجدد الف ثانی اور عقیدہ ختم نبوت کے عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی جس میں عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نہ صرف عقیدہ ختم نبوت کے قائل تھے بلکہ اجرائے ختم نبوت کے قائل کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے اسی وجہ سے علمی حلقوں میں اسے بے پناہ پذیرائی مل رہی ہے۔

(۲) عقیدہ ختم نبوت اور ہمارا نعتیہ ادب:

ہمارے نعتیہ ادب میں موجود ایسی نعتوں اور اشعار کا انتخاب جن سے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور قادیانیت کی تردید ہوتی ہے۔ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سندھی اور پشتو نعتوں اور اشعار کا حسین امتزاج ہے۔

(۳) مرزائیت ایک دہشت گرد تنظیم:

آپ نے ایسے دستاویزی ثبوت فراہم کئے ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ قادیانیت کوئی مذہبی گروہ نہیں ہے بلکہ یہ اسلام دشمن دہشت گرد تنظیم ہے۔ آپ کی یہ عظیم تصنیف بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں آپ کی مفید کتب سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔

ماخذ و مراجع

قرآن مجید	کلام اللہ
صحیح بخاری شریف	امام محمد اسماعیل بخاری
مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد بن خطیب العمری
السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب	امام احمد رضا خان بریلوی
جزا اللہ عدوہ بابائہ ختم نبوت	امام احمد رضا خان بریلوی
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین	=
المبین ختم النبیین	=
الجرز الدیانی علی مرتد قادیانی	=
فتاویٰ رضویہ جلد ششم	=
احکام شریعت	=
ملفوظاتِ احمد رضا خان	=
فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور	جسٹس محمد اکبر
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنی
افادۃ الافہام	مولٰنا محمد انوار اللہ خان
عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی	پروفیسر شبیر حسین شاہ
ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت (ختم نبوت نمبر)	مفتی شجاعت علی قادری
روئیداد مقدمہ بہاولپور	مولٰنا محمد صادق بہاولپوری
عقیدہ ختم نبوۃ اور فتنہ قادیانیت	صادق علی زاہد
برق آسمانی برخرمنِ قادیانی	ظہور احمد بگوی مولٰنا

عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت (سوالاً جواباً)

از صادق علی زاہد

☆ تاریخ تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کے بارے میں معلومات کا انمول خزانہ
☆ مجاہدین ختم نبوت کے سلسلہ میں ایک معروضی تحریر
☆ کوئز پروگراموں میں شرکت کرنے والوں کے لئے فتنہ قادیانیت کی مستند تاریخ
☆ ایک دستاویز جو عاشقان مصطفیٰ کے ایمان کے لئے مہمیز بھی ہے اور قادیانیوں کے لئے درس عبرت اور دعوت ایمان بھی
☆ صادق علی زاہد کے قلم کا شہکار جو بجلی کی طرح چمکتا اور تلوار کی طرح چلتا ہوا قادیانیت کے جگر پر چرکے لگاتا چلا جاتا ہے۔
☆ ایک ایسی کتاب جو آپ کو بے شمار کتابوں سے بے نیاز کردے گی۔

اربعین ختم نبوت از صادق علی زاہد

(زیرِ طبع)

عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں چالیس احادیث مبارکہ۔

عربی متن معہ مستند شارحین حدیث کی تشریحات جلیلہ۔

اطلاق رضا بر اولیاء مصطفیٰ ﷺ

رضاء الٰہی کے مستحقین

صحابہ کرام کے علاوہ بزرگان دین کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کے کلمات استعمال کرنے کو تحقیقی ثبوت۔ کون لوگ رضاء الٰہی کے اصل مستحق ہیں اور کون لوگ اللہ کے غضب کے حقدار ہیں۔

قیمت صرف: ۲۵ روپے۔

عقیدہ ختم نبوت اور بزرگانِ امت (زیرِ طبع)

از صادق علی زاہد

قادیانی ٹولہ دھوکہ باز مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بزرگان امت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ ملا علی قاریؒ محی الدین ابن عربیؒ مولانا رومؒ امام احمد رضا خان بریلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ودیگر مشاہیر اسلام کی کتب سے بعض اقتباسات سیاق وسباق کاٹ کر نقل کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اکثر بزرگان امت اجرائے نبوت کے قائل تھے، قادیانیوں کے اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کا مسکت جواب پہلی بار صادق علی زاہد کے قلم سے جس میں بزرگانِ امت کی عبارات میں سیاق وسباق پیش کر کے حقیقت واضح کردی گئی ہے۔

عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

از سید شبیر حسین شاہ زاہد

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اجرائے نبوت کا قائل ثابت کرنے کی قادیانی خرافات کا مکمل جواب محقق قادیانیت شبیر حسین شاہ زاہد کے قلم سے پہلی بار منظر عام پر آ چکی ہے۔

قیمت صرف ۹۰ روپے

ملنے کا پتہ:

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ الاحباب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ داتا نگر بادامی باغ لاہور